عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچا دیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھا دے۔ (ابن ماجہ)

زیرنگرانی

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

سلسلہ درس حدیث - 10

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچا دیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھا دے۔ (ابن ماجہ)

تقریظ

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ

از افادات

اُستاد المحدثین حضرت مولانا ادریس میرٹھی صاحب رحمہ اللہ

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

درسِ حدیث

تاریخ اشاعت............... شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ

ناشر...........................ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

طباعت.........................سلامت اقبال پریس ملتان

انتباہ

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ادارہ تالیفات اشرفیہ... چوک فوارہ... ملتان   مکتبہ رشیدیہ......... راجہ بازار......... راولپنڈی

ادارہ اسلامیات.......... انارکلی......... لاہور   یونیورسٹی بک ایجنسی...... خیبر بازار...... پشاور

مکتبہ سید احمد شہید...... اردو بازار...... لاہور   ادارۃ الانور......... نیوٹاؤن......... کراچی نمبر 5

مکتبہ رحمانیہ......... اردو بازار......... لاہور   مکتبہ المنظور الاسلامیہ... جامعہ حسینیہ... علی پور

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K   119-121- HALLIWELL ROAD
(ISLAMIC BOOKS CENTERE   BOLTON BL1 3NE. (U.K.)

1

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ادارہ کی جدید مرتبہ ''درس حدیث'' کی سابقہ نو جلدیں ماشاء اللہ کافی مقبول ہوئیں۔
درس حدیث کا یہ مبارک سلسلہ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ کی زیر نگرانی شروع ہوا' یقیناً یہ بھی حضرت کیلئے دیگر حسنات جاریہ میں سے ایک ہے اس لئے اس جلد پر بھی مقدمہ حضرت ہی کا لکھا ہوا دیا جا رہا ہے۔
عرصہ دراز سے مزید جلدوں کا انتظار تھا۔ اللہ پاک ہمارے اکابر رحمہم اللہ کو اجر عظیم سے نوازیں جو بے حد محنتوں سے ہمارے لئے دین اور اس کے مآخذ کو سہل الوصول فرما گئے۔ اور دین کے ہر شعبہ سے متعلق معلومات فضائل واحکام کا عظیم ذخیرہ جو اپنی عربی زبان کی وجہ سے حلقہ خواص تک محدود تھا۔ ان حضرات اکابر نے دیگر خدمات جلیلہ کے ساتھ ساتھ یہ عظیم خدمت بھی سرانجام دی کہ ان دینی علوم کو اردو کے لباس سے آراستہ کر کے عوام الناس کی ایک بڑی ضرورت کو پورا فرما گئے۔

اللہ تعالیٰ ان کی قبور کو ٹھنڈا اور جنت کو ان کا ٹھکانہ بنائیں آمین

الحمد للہ شروع سے ادارہ کی کوشش رہی ہے کہ اپنے اکابر کی مستند و بے غبار تعلیمات کو مزید مزین و سہل کر کے پیش کیا جائے۔
اس جلد کے سلسلہ میں بھی اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال رہا اور علماء کرام کی مشاورت سے سابقہ جلدوں کی طرح اسے بھی سبق وار درس کی شکل میں مرتب کیا گیا ہے۔
بلاشبہ گھروں' مساجد' اسکولوں ومکاتب میں ان سبق وار احادیث کو سننے سنانے کی پابندی کی جائے تو مختصر وقت میں دین کی اہم باتیں سیکھی جا سکتی ہیں۔ اس مبارک سلسلہ احادیث کی یہ جلد حضرت مولانا ادریس میرٹھی رحمہ اللہ کی تالیف ''شرح ریاض الصالحین'' سے انتخاب کی گئی ہے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

نوٹ: دعائیہ کلمات ''مناجات مقبول'' (جو قرآن وحدیث کی دعاؤں کا مستند ذخیرہ ہے) سے لئے گئے ہیں۔
اللہ پاک ہم سب کو دین کی صحیح فہم نصیب فرمائیں اور اپنے فضل سے خدمت دین الی یوم الدین لیتے رہیں۔

والسلام محمد اسحٰق عفی عنہ شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ بمطابق اگست 2008ء

تقریظ

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ

رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ونگران اعلیٰ مجلس تحقیقات اسلامیہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے پیش نظر اللہ پاک نے قرآن مجید کی حفاظت جس طرح اپنے ذمہ لی ہے اسی طرح الفاظ قرآن کی تشریح جو ذخیرہ آحادیث کی شکل میں موجود ہے اسکی حفاظت وصیانت بھی اللہ پاک نے اس امت کے ذریعے فرمائی۔ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ حفاظت حدیث کے سلسلہ میں اس امت کے محدثین حضرات نے عجیب کمالات دکھائے۔ اسماء الرجال کے علم ہی کو دیکھ لیجئے اس علم سے سابقہ امتیں محروم رہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات چونکہ تا قیامت محفوظ اور قابل عمل تھیں اس لئے ان فرامین کی حفاظت کیلئے محدثین نے اسماء الرجال اور اس کے علاوہ دوسرے علوم متعارف کرائے جنہوں نے احادیث مبارکہ کے گرد ایک قوی حصار کا کام کیا تا کہ کوئی دین دشمن حسب منشاء ان احادیث میں کوئی تغیر وتصرف نہ کر سکے۔

عصر حاضر میں مسلمانوں کی مغلوبیت میں جہاں دیگر عوامل کارفرما ہیں ان سب میں بنیادی چیز یہی ہے کہ ہم اپنی بنیاد یعنی اسلامی تعلیمات سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ اور اس بات کے جاننے کے باوجود کہ ہماری دینی ودنیاوی فلاح وترقی اسلامی تہذیب' اسلامی تعلیمات اور انہی اقدار میں ہے جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو چلایا اور تاریخ گواہ ہے کہ جب تک مسلمان ان اسلامی تعلیمات پر مضبوطی سے عمل پیرا رہے اللہ پاک نے انہیں اخروی نجات کے علاوہ دنیا میں بھی شان وشوکت' غلبہ ونصرت سے نوازا اور پوری دنیا کے غیر مسلم ان کے خادم اور زیردست کی حیثیت سے رہے۔

آج ہم سب مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں مسلمان غالب ہوں لیکن اس کے لئے جو بنیادی چیز ہے یعنی تعلیمات نبوت کی روشنی میں زندگی کے سفر کو طے کرنا۔ اسکی طرف ہماری توجہ کم ہوتی ہے اس لئے ضرورت ہے کہ معاشرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات کو عام کیا جائے اور جس طرح تلاوت قرآن کو اپنے معمول میں شامل کیا جاتا ہے اسی طرح ہمارے بعض اکابر کے معمول میں تلاوت حدیث بھی شامل تھی۔

"ادارہ تالیفات اشرفیہ" اس لحاظ سے بڑی مبارک کا مستحق ہے کہ عوام کو اس بنیادی ضرورت کو عام فہم انداز میں درس حدیث کی شکل میں پیش کرنے کا سہرا اُسی کے سر ہے۔ اس سے قبل "درس قرآن" بھی عوام الناس میں بے حد مقبول ہو چکا ہے۔

دل سے دُعا ہے کہ فرامین نبوی کا یہ سدا بہار گلدستہ عند اللہ مقبول ہو اور ہم سب تعلیمات نبوی کی روشنی میں اپنا قبلہ درست کر کے دنیا و آخرت کی سعادتوں سے اپنے دامن بھر لیں۔

فقط: عبدالستار عفی عنہ   رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

فہرست عنوانات

عنوان	صفحہ
سب سے زیادہ شریف کون ہوتا ہے	۷
اسلام میں شرافت کا معیار پرہیزگاری ہے	۷
اسلام میں نسبی شرافت	۸
خالص خاندانی شرافت تو انسان کو شیطان بنا دیتی ہے	۸
خاندانی شرافت کس صورت میں اللہ تعالیٰ کا انعام ہے	۸
اس انعام کا شکریہ کیا ہے؟	۸
کوری نسبی شرافت کس کا ورثہ ہے	۹
دنیا والوں کے نزدیک شرافت کا معیار	۹
بزرگوں کی بدکردار اولاد کی کون لوگ عزت کرتے ہیں	۹
بدکردار لوگوں کی تعریف اور عزت	۹
خاندانی شرافت کی حقیقت اسلام کی نظر میں	۹
خاندانی شرافت پر اس طویل تبصرہ کی وجہ	۹
پرہیزگاری کے لئے سب سے بڑا خطرہ	۱۰
عورت کی اندھی محبت پرہیزگاری کی دشمن	۱۰
عورت کا فتنہ صرف شخصی زندگی کو ہی تباہ نہیں کرتا	۱۱
پرہیزگاری کا دوسرا دشمن	۱۱
پرہیزگاری کا تیسرا دشمن	۱۲
آزمائش اور اس میں پورا اترنے کی تدبیر	۱۲
موجودہ زندگی میں ان ہدایات پر عمل کرنے کا فائدہ	۱۲
اللہ تعالیٰ سے کیا دعا مانگنی چاہئے	۱۳
چار نعمتیں اور ان کی تشریح	۱۳
اللہ تعالیٰ کے خوف اور خشیۃ کا تقاضا	۱۴
اللہ تعالیٰ سے ہر وقت ڈرتے رہنے کا عملی ثبوت اور اس کا ثمرہ	۱۵
حکمرانوں کی مخالفت کس وقت جائز بلکہ فرض ہو جاتی ہے	۱۵
یقین کی تعریف	۱۵
یقین کے تین مرتبے	۱۵
یقین کے تینوں مرتبوں کا ثبوت قرآن عظیم سے	۱۶
بغیر حساب و کتاب کے جنت میں جانیوالے مومن	۱۷
اس کثرت تعداد کی وجوہ و اسباب	۱۸
مومن کا جینا اور مرنا سب اللہ کے لئے ہے	۲۰
دعائیں اور اعتقاد کی پختگی	۲۰
آڑے وقتوں میں انبیاء علیہم السلام کا شعار	۲۱
کاربرآری اور حاجت روائی کا پیغمبرانہ وظیفہ	۲۲
مترجم کے شیخ اور ان کا معمول	۲۲
اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والوں کے دل	۲۳
کمال توکل کا عظیم فائدہ	۲۳
متوکلین کے دلوں کا پرندوں کے دلوں کے مانند ہونیکا مطلب	۲۳
نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے توکل علی اللہ کا ایک واقعہ	۲۴
امت کی بدنصیبی	۲۵
توکل کے ثمرات	۲۶
توکل کی دعا	۲۸
توکل کے اس مرتبہ کا ثبوت قرآن و حدیث سے	۲۹
سیرت طیبہ سے توکل کا دوسرا واقعہ	۳۰
متعلقہ واقعہ کا بیان اور حدیث کی تشریح	۳۰

توکل علی اللہ کے حصول کی دعائیں	۳۳
دوسروں کے لئے باعث برکت متوکلین	۳۵
اسلام کیا ہے؟	۳۷
امنت باللہ کی تفصیل	۳۸
امنت باللہ کی مسلمانوں میں اہمیت	۳۸
اعتدال اور استقامت کا حکم	۴۰
نیک کاموں میں عجلت	۴۲
اس پرفتن زمانہ میں کفر سے بچنے کی تدبیر	۴۲
مستحقین کو مال فی الفور پہنچانے کی تاکید	۴۴
حصول جنت کا شوق	۴۵
آفات سے پہلے صدقہ کرنا اصل صدقہ ہے	۴۶
موجودہ زمانہ میں ہماری حالت	۴۶
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا حق	۴۷
بد سے بدتر زمانے آتے رہیں گے	۴۸
قرب قیامت کی علامات	۴۹
اللہ اور رسول کی زبان سے محبت کی تصدیق	۵۰
اولیاء سے عداوت رکھنے والوں کیلئے اعلان جنگ	۵۱
اللہ اپنے محبوب بندے کے پاس دوڑ کر آتے ہیں	۵۴
دو بیش قیمت نعمتیں	۵۵
نماز تہجد مغفرت کا ذریعہ	۵۷
رمضان کے آخری دنوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات	۶۰
طاقتور مومن کمزور مومن سے بہتر ہے	۶۲
جنت و جہنم کی کیفیات	۶۴
مکروہات	۶۵
مرغوبات نفس	۶۵
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نماز کا واقعہ	۶۷
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں قیام	۶۷
انسان کے اعمال	۶۹
جنت اور جہنم دونوں قریب تر ہیں	۷۱
جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت حاصل کرنیکا ذریعہ	۷۳
نفل نمازوں سے درجات کی بلندی	۷۵
بہترین انسان	۷۵
ایک شہید کی شاندار شہادت	۷۶
اللہ کی راہ میں خرچ	۷۶
اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے خطاب	۷۹
علمی تحقیق	۸۰
اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے خطاب	۸۱
ہماری زندگی میں یقین کے فوائد	۸۱
اس زمانہ میں اس حقیقت کے یقین کا فائدہ	۸۲
اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے خطاب	۸۴
زندگی میں زیادہ اعمال صالحہ کرنے کی ترغیب	۸۶
ان اقوال وآراء کا تجزیہ	۸۶
ساٹھ سال کی عمر پانیوالے کے پاس کوتاہی کرنیکا کوئی عذر نہیں	۸۸
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فراست	۹۰
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری ایام میں سفر آخرت کی تیاری	۹۲
اس اشکال کا ازالہ	۹۳
وفات سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پے درپے نزول وحی	۹۴
ہر شخص قیامت کے دن اپنے آخری عمل پر اٹھے گا	۹۶
افضل اعمال کی ضرورت واہمیت	۹۸

☆.....☆.....☆.....☆

سب سے زیادہ شریف کون ہوتا ہے

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قيل: يا رسول الله من اكرم الناس؟ قال: اتقاهم. فقالوا: ليس عن هذا نسألک، قال: فيوسف نبی الله بن نبی الله بن نبی الله بن خليل الله، قالوا: ليس عن هذا نسألک قال: فعن معادن العرب تسألونی؟ خيارهم فی الجاهلية خيارهم فی الاسلام اذا فقهوا، (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: (ایک مرتبہ) فخر کائنات نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: یارسول اللہ! لوگوں میں سب سے زیادہ شریف کون ہوتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا ''جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو'' تو صحابہؓ نے عرض کیا ہم آپ سے یہ تو دریافت نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ شریف کون ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا تو (نسب کے اعتبار سے تو) سب سے زیادہ شریف سیدنا یوسف علیہ السلام ہیں جو خود بھی نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نبی یعقوب علیہ السلام کے بیٹے بھی ہیں جو خود بھی نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے خلیل سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے بھی ہیں (یعنی یوسف علیہ السلام خود بھی نبی ہیں ان کے باپ بھی نبی ہیں دادا بھی نبی ہیں اور پردادا نہ صرف نبی ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے خلیل بھی ہیں تو یوسف علیہ السلام سے بڑھ کر شریف النسب اور کون ہوسکتا ہے) صحابہؓ نے عرض کیا: ہم یہ بھی آپ سے دریافت نہیں کرتے (تو یہ انبیاء کرام علیہم السلام ہیں ان کا تو کہنا ہی کیا ہم تو عام انسانوں کے متعلق دریافت کرتے ہیں) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تو تم عرب کی کانوں (قبیلوں) کے متعلق دریافت کرتے ہو؟ تو یاد رکھو! جو لوگ عہد جاہلیت میں (اسلام سے پہلے زمانہ میں) اچھے اور بہتر تھے وہ اسلام میں (داخل ہونے کے بعد) بھی اچھے اور بہتر ہیں بشرطیکہ وہ دین کی سمجھ (یعنی شرعی احکام وتعلیمات میں بصیرت) حاصل کرلیں۔

تشریح: اسلام میں شرافت کا معیار پرہیزگاری ہے

اس حدیث پاک میں تقویٰ پرہیزگاری کے معنی میں استعمال ہوا ہے اس حدیث کا تقویٰ کے باب سے تعلق بظاہر صرف پہلے جواب کے اعتبار سے ہے یعنی شرف اور کرم کا مدار تو صرف پرہیزگاری پر ہے جو جتنا زیادہ پرہیزگار ہوگا اتنا ہی زیادہ شریف ہوگا اور آپ کا یہ جواب قرآن کریم کی آیت کریمہ ذیل سے ماخوذ ہے۔

اے لوگو (انسانو) ہم نے تم کو ایک مرد (آدم) اور ایک عورت (حوا) سے پیدا کیا ہے اور تم کو کنبوں اور قبیلوں میں (صرف) اس لئے تقسیم کردیا ہے کہ تم ایک دوسرے کو (قرابت کے اعتبار سے) پہچانو (اور رشتہ داری کے حق ادا کرو) بیشک تم میں سب سے زیادہ شریف آدمی اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

یعنی کرم اور شرف کا تعلق قبیلوں اور خاندانوں یعنی سلسلہ نسب سے مطلق نہیں ہے کرم اور شرف کا مدار تو صرف اعتقادات حقہ اعمال واخلاق اور فضائل وکمالات پر ہے جس قدر کوئی شخص اعتقادات حقہ اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلہ کا زیادہ مالک ہوگا اسی قدر وہ زیادہ شریف اور کریم (لائق احترام) ہوگا۔

اسلام میں نسبی شرافت

لیکن صحابہ کرامؓ نے دوسری مرتبہ سوال کر کے اپنے مدعا "نسبی شرافت" کی طرف اشارہ کیا تو اس کے جواب میں بھی ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا یوسف علیہ السلام اور ان کے آباؤ اجداد کا جو سب کے سب انبیاء کرام علیہم السلام ہیں ذکر فرما کر پھر اسی کی طرف اشارہ فرمایا کہ انسان کی نسبی شرافت اسی وقت قابل ذکر اور لائق فخر ہے جبکہ وہ روحانی کمالات وفضائل اور مکارم اخلاق کے ساتھ بھی آراستہ ہو اور ظاہر ہے کہ نبوت اور وہ بھی مسلسل چار پشتوں میں اس سے بڑھ کر دینی' روحانی اور اخلاقی کمال وشرف اور کیا ہوسکتا ہے گویا آپ نے دوسرے پیرایہ میں پہلے جواب کو ہی دہرایا۔

صحابہ کا مدعا پھر بھی پورا نہ ہوا وہ عام دنیوی' نسبی اور خاندانی شرافت کے متعلق دریافت کرنا چاہتے تھے تو تیسری مرتبہ آپ نے ان کے مدعا فعن معادن العرب تسئلونی کی تعیین فرما کر جو جواب دیا اس میں بھی اس امر کی تصریح فرمائی کہ اسلام اور اس کی اعتقادی' عملی اور اخلاقی تعلیمات کی واقفیت اور بصیرت سے کوری اور معرا نسبی اور خاندانی شرافت اسلام میں کوئی چیز نہیں وہ تو صرف تعلقات قرابت کے معلوم کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔

شرف اور کرم دین ودنیا دونوں میں انہی لوگوں کا قابل ذکر اور لائق قدر ہے جو خاندانی شرافت کے ساتھ ساتھ اسلام اور اس کی تعلیمات نیز اخلاق فاضلہ کی واقفیت وبصیرت کے بھی علماً وعملاً مالک ہوں۔

خالص خاندانی شرافت تو انسان کو شیطان بنا دیتی ہے

ورنہ تو نری خاندانی شرافت تو صرف رعونت وتکبر اور نخوت وغرور ہی پیدا کرتی ہے اور بڑھتے بڑھتے شیطان کی طرح مردود وملعون بنا دیتی ہے شیطان نے بھی مادی شرافت اور برتری کو ہی اپنی برتری اور آدم کی کمتری کی دلیل قرار دیا تھا وہ کہتا ہے

میں آدم سے بہتر وبرتر ہوں اس لئے کہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور آدم کو پانی ملی سیاہ مٹی (گارے کیچڑ) سے پیدا کیا ہے۔

اور اسی بنیاد پر اس نے خود اپنے خالق کے حکم آدم کو سجدہ کرنے کے حکم کو بھی ٹھکرا دیا تھا کہ یہ حکم میری شان کے خلاف ہے میں اسے نہیں مان سکتا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ابی واستکبر اس نے (آدم کو سجدہ کرنے سے) صاف انکار کر دیا اور اس کو اپنی شان کے خلاف قرار دیا اس سے معلوم ہوا کہ تنہا نسبی اور خاندانی شرافت نہ صرف یہ کہ کوئی قابل فخر چیز نہیں بلکہ انتہا درجہ خطرناک اور تباہ کن چیز ہے۔

خاندانی شرافت کس صورت میں اللہ تعالیٰ کا انعام ہے

ہاں اگر نسبی شرافت اسلام کی تعلیمات اور تفقہ فی الدین' دین کی فہم اور بصیرت سے بھی آراستہ ہو اور پرہیزگاری کی زینت سے مزین ہو تو یقیناً خاندانی شرافت اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام اور دوررس احسان ہے۔

اس انعام کا شکریہ کیا ہے؟

اور اس انعام واحسان کا شکریہ ادا کرنا انسان کا فرض ہے اور وہ یہ ہے کہ خالق کائنات اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق کو خواہ وہ شریف المنسب ہوں یا غیر شریف المنسب یکساں انسان' اور آدم وحوا کی اولاد ہونے کے اعتبار سے اپنا بھائی اور برابر سمجھے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے نزدیک جو لائق عزت واحترام ہوں یعنی مسلمان اور پرہیزگار ہوں ان کی دل سے عزت واحترام کرے اگرچہ وہ خاندانی اعتبار سے کتنے ہی کمتر کیوں نہ ہوں اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مردود وملعون (کافر) فاسق وفاجر' بدکار ہوں ان سے بیزاری کا اظہار کرے اگرچہ وہ کتنے ہی عالی نسب اور شریف خاندان کیوں نہ ہوں۔

کوری نسبی شرافت کس کا ورثہ ہے

حاصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تینوں جوابوں کا یہی ہے کہ اسلام اور دینی بصیرت یعنی پرہیز گاری جس کی تفصیل آپ پڑھ چکے ہیں سے محروم نسبی اور خاندانی شرافت تو فرعون، نمرود اور ابوجہل وابولہب بلکہ شیطان کا ورثہ ہے۔ جن کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

دنیا والوں کے نزدیک شرافت کا معیار

اہل دنیا بھی انسان کے شخصی کردار اور اخلاق ہی کو معیار شرف واحترام سمجھتے ہیں اور شریفوں کی بدکردار و بداطوار اولاد کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کے اپنے باپ دادا پر فخر کرنے اور ان کی بدولت اپنی عزت کرانے کے جذبہ کو باپ دادا کی ہڈیوں کی تجارت سے تعبیر کرتے ہیں۔

بزرگوں کی بدکردار اولاد کی کون لوگ عزت کرتے ہیں

وہ لوگ درحقیقت بزدل یا خودغرض خوشامدی اور لالچی ہوتے ہیں جو محض اپنی اغراض کے لئے بزرگوں کی بدکردار اور بداطوار اولاد کو جانتے بوجھتے سروں پر اٹھائے پھرتے ہیں یا فاسق وفاجر اور بدکردار وبداطوار افسروں یا حکمرانوں یا مالداروں کی تعریفوں میں زمین آسمان کے قلابے ملاتے رہتے ہیں نمائشی عزت واحترام میں سر تسلیم خم کئے رہتے ہیں محض اپنی ناجائز اغراض کے لئے یہ انسانیت کی موت ہے۔

بدکردار لوگوں کی تعریف اور عزت

یاد رکھئے! رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم متنبہ فرماتے ہیں۔
جب بدکار و بدکردار شخص کی تعریف کی جاتی ہے تو پروردگار عالم حد درجہ غضب ناک ہو جاتے ہیں اور عرش عظیم بھی ان کے غضب سے لرز اٹھتا ہے۔

خاندانی شرافت کی حقیقت اسلام کی نظر میں

نیز ھادی دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔
بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے اندر سے (ایمان واسلام کی بدولت) جاہلیت (اسلام سے پہلے زمانہ) کی نخوت ورعونت اور باپ دادا پر فخر کرنے (کی جاہلانہ عادت) کو دور کردیا ہے اب تو آدمی یا پرہیز گار مومن ہوتا ہے یا بدکار مردود ہوتا ہے سب لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم (کا خمیر) مٹی سے بنا ہے۔ یعنی اپنی اصل ونسل کے اعتبار سے تو آدم کی اولاد کو کسی فخر وشرف کی گنجائش ہو ہی نہیں سکتی اس لئے کہ (سب کی اصل ونسل ایک ہے ہاں دینداری اور پرہیز گاری بیشک انسان کو لائق عزت واحترام بنا سکتی ہے۔

خاندانی شرافت پر اس طویل تبصرہ کی وجہ

دینداری اور پرہیز گاری سے محروم خاندانی شرافت اور اس پر فخر اور بدکار و بدچلن لوگوں کی عزت واحترام اور مدح سرائی کی وبا اس زمانہ میں بہت زیادہ پھیلی ہوئی ہے اس لئے ہم نے ذرا تفصیل سے اس پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے، ہم قارئین سے معذرت خواہ ہیں۔

دُعا کیجئے

اے ہمارے پروردگار! آپ ہم کو دنیا میں بہتری عنایت کیجئے اور آخرت میں بھی بہتری دیجئے اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچائیے۔

اے ہمارے پروردگار! ہم پر استقلال (غیب سے) نازل فرمائیے اور ہمارے قدم جمائے رکھئے اور ہم کو اس کافر قوم پر غالب کیجئے۔

اے ہمارے رب! ہم پر دارو گیر نہ فرمائیے اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں۔

اے ہمارے رب! اور ہم پر کوئی سخت حکم نہ بھیجئے جیسے ہم سے پہلے لوگوں پر آپ نے بھیجے تھے۔

پرہیزگاری کے لئے سب سے بڑا خطرہ

عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه، عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: ان الدنیا حلوة خضرة، وان الله مستخلفکم فیها، فینظر کیف تعملون، فاتقوا الدنیا واتقوا النساء، فان اول فتنة بنی اسرائیل کانت فی النساء (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ فرمایا کہ: بیشک دنیا (کی نعمتیں) بے حد شیریں، دلکش اور نظر فریب ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ (اپنے وعدہ کے بموجب اسلامی فتوحات کے بعد) ان پر تمہیں قابض (ومتصرف) فرمائیں گے (اور دنیا بھر کے سامان عیش وتعیش کا تمہیں مالک بنا دیں گے) پھر دیکھیں گے تم کیا کرتے ہو؟ پس تم ان دنیا کی نعمتوں (میں مستغرق ہونے اور کھو جانے) سے بچنا اور دور رہنا اور (خاص طور پر) عورتوں (کی محبت میں اندھے بننے) سے تو بہت ہی ڈرتے اور بچتے رہنا اس لئے کہ (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم) بنی اسرائیل کی پہلی آزمائش عورتوں ہی (کے بارے) میں ہوئی تھی (اور وہ عورتوں کی محبت میں ہی اندھے ہوکر تمام گمراہیوں اور حرام کاریوں میں مبتلا اور تباہ ہوئے تھے)

تشریح: عورت کی اندھی محبت پرہیزگاری کی دشمن

اس دنیا اور اس کی تقویٰ شکن نفسانی خواہشات اور دنیاوی نعمتوں کی تفصیل آپ تقویٰ کے بیان میں آیت کریمہ زین للناس حب الشھوات من النسآ الآیہ کے تحت پڑھ چکے ہیں اور اس اندھی محبت کا حال بھی پڑھ چکے ہیں جو پرہیزگاری اور خدا پرستی کی سب سے بڑی دشمن ہے اور جو انسان کو دنیا اور آخرت دونوں میں ہلاک کر ڈالتی ہے۔ بہتر ہے کہ آپ اس بیان کو پھر پڑھ لیں دیکھئے ان نفسانی خواہشات اور انسان کو اندھا بنا دینے والی نعمتوں میں سرفہرست اول نمبر پر عورتوں کی محبت ہے اسی لئے تقویٰ سے متعلق اس حدیث پاک میں بھی نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو نفسانی خواہشات اور دنیا کی تمام نعمتوں سے پرہیز کرنے کے ساتھ ساتھ خاص طور پر عورتوں کی محبت سے بچنے اور دور رہنے کی ہدایت فرمائی اور بنی اسرائیل کی تباہی کی مثال یاد دلا کر عورتوں کے فتنہ سے ڈرتے اور بچتے رہنے کی تاکید فرمائی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ نفس کی وہ خواہش اور لذت جنسی لذت، جو بڑے سے بڑے عاقبت اندیش اور ہوشمند انسان کو بھی بالکل اندھا بنا دیتی ہے وہ مردوں کو عورتوں سے اور عورتوں کو مردوں سے ہی حاصل ہوتی ہے پھر اسی لذت کی تکمیل کے لئے شراب بھی پی جاتی ہے سور کا گوشت بھی کھایا جاتا ہے اور گانے بجانے برہنہ رقص وسرور اور عریانی وفحاشی کی محفلوں کلبوں سے اس آگ کو اور بھڑکایا جاتا ہے اور اس شیطانی خواہش اور لذت کا بھوت سروں پر سوار ہوکر تکمیل عیش اور مزید ہوس رانی کی غرض سے حرام وحلال کی تمیز کئے بغیر اندھا دھند مال ودولت جمع کرنے پر مجبور کرتا ہے اور انسان مال ودولت کی حرص وہوس میں گرفتار ہوکر سخت سے سخت جرم چوری، رہزنی جعلسازی وغیرہ کے ارتکاب تک کا عادی بن جاتا ہے خیانت، بد دیانتی اور دھوکہ دہی تو معمولی بات ہے اس لحاظ سے یہ نفسانی خواہش ولذت اور مردوں کے لئے عورتوں کی اور عورتوں کے لئے مردوں کی یہ

اندھی محبت تمام بدکاریوں حرام کاریوں اور جرموں کے ارتکاب کی جڑ ہے اور پرہیز گاری یعنی اعلیٰ کردار، بلند اخلاق اور پاکیزہ فطری اقدار کی سب سے بڑی دشمن ہے اس حیوانی خواہش ولذت اور اس کے نتیجہ میں عورت کی محبت کا سب سے زیادہ برا اور خطرناک نتیجہ باہمی رقابت رشک وحسد اور بغض وکینہ ہے جس کے نتیجہ میں قتل اور خون ریزی کے واقعات آئے دن ہم اخبارات میں پڑھتے رہتے ہیں نناوے فیصد قتل کے واقعات کی تہہ میں عورت کا فتنہ کارفرما ہوتا ہے۔

عورت کا فتنہ صرف شخصی زندگی کو ہی تباہ نہیں کرتا

یہ عورت کا فتنہ صرف ایک انسان ہی کی شخصی تباہی کا سبب نہیں بنتا بلکہ بڑھتے بڑھتے ملکوں قوموں اور حکومتوں کی تباہی کا سبب بنتا ہے تاریخ کے صدہا واقعات اس کے شاہد ہیں اس لئے یہ ایک ناقابل انکار وتردید حقیقت ہے کہ سب سے بڑا فتنہ عورت کی اندھی محبت ہے اور اس کا توڑ کہئے یا اس ''زہر'' کو اتارنے والا ''تریاق'' صرف اسلامی تقویٰ اور پرہیز گاری ہے۔

پرہیز گاری کا دوسرا دشمن

اس کے بعد دوسرے نمبر پر پرہیز گاری کا دشمن ''حب مال'' کا فتنہ ہے یعنی بے حساب مال ودولت کے انبار جمع کرنے کی حرص وہوس اسی لئے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس خطرناک فتنے سے بھی آگاہ اور خبردار فرمایا ہے، ارشاد ہے:

ہر (نبی کی) امت کی ایک آزمائش کی چیز ہوئی ہے اور میری امت کی آزمائش کی چیز مال ہے۔

تقویٰ کی تشریح کے ذیل میں بیان شدہ مذکورہ سابق آیت کریمہ زین للناس حب الشھوات الآیہ میں اس مال کو والقناطیر المقنطرۃ من الذھب والفضۃ سونے چاندی کے تہ بتہ لگائے ہوئے انبار، سے تعبیر فرمایا ہے دنیا کے تجربات وواقعات شاہد ہیں کہ ہوس مال وزر تقویٰ اور پرہیز گاری تو رہی ایک طرف یہ اندھی محبت اور ہوس تو کوئی بھی ایسا برے سے برا حرام کال اور حرام مال حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں جس کو اختیار کرنے پر انسان کو مجبور نہ کرتی ہو اور اس کے نتیجہ میں دنیا اور آخرت دونوں میں ذلیل وخوار اور رسوا اور روسیاہ نہ کر دیتی ہو قرآن کریم میں اس زراندوزی پر بڑی شدید وعید آئی ہے، جس کو سن کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مذکورہ ذیل حدیث میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر اس تباہ کن خطرہ سے خبردار کیا ہے ارشاد ہے:

پس خدا کی قسم فقر وافلاس کا مجھے تمہارے متعلق کوئی اندیشہ نہیں (تم اس سے تباہ نہ ہو گے) لیکن میں تو تمہارے بارے میں صرف اس سے ڈرتا ہوں کہ دنیا (کی مال ودولت) کے دروازے تم پر کھول دیئے جائیں جیسے پہلی قوموں پر کھول دیئے گئے تھے پھر تم ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اسکی حرص وہوس میں ایسے ہی گرفتار ہو جاؤ جیسے وہ گرفتار ہو چکے ہیں اور پھر وہ دنیا تم کو اسی طرح ہلاک کر ڈالے جیسے ان کو ہلاک کر چکی ہے۔

اس حرص وہوس مال وزر کے سم قاتل، مہلک زہر، کا تریاق بھی یہی تقویٰ اور پرہیز گاری ہے۔ یاد رکھئے! شریعت کی تعلیمات کے مطابق حلال اور جائز آمدنی کے ذرائع سے مال ودولت حاصل کرنا اور پھر خدا اور رسول کے بتلائے ہوئے مصارف میں اس کو خرچ کرتے رہنا وہ ''نسخہ شفاء ربانی'' ہے کہ اس کو استعمال کرتے رہنے اور پرہیز گاری کے اصول کی پیروی کرتے رہنے کی صورت میں حب مال اور ہوس زراندوزی کا مرض پاس بھی نہیں پھٹک سکتا۔

پرہیزگاری کا تیسرا دشمن

پرہیزگاری کا تیسرا دشمن نفس انسانی کی تیسری بھوک جوع الارض یعنی زمین جائیداد کی ہوس ہے عورت اور دولت کے بعد تیسرا فتنہ جاگیرداری اور ملک گیری کا فتنہ ہے اس مرض میں مبتلا اور اس فتنہ میں گرفتار انسان سب سے زیادہ ظلم وجور کا، خصوصاً غریبوں، کمزوروں، یتیموں، بچوں اور عورتوں پر مرتکب ہوتا ہے اور آخر میں بڑا ہی بے رحم اور سنگدل کہئے قصائی بن جاتا ہے قرآن کریم میں ایسے ظالموں کے لئے بڑی شدید وعیدیں آئی ہیں شہوات نفسانی کے اصول پر مشتمل آیت کریمہ میں حب جائیداد وجاگیرداری کو والانعام والحرث اور مویشیوں اور زمین کی پیداوار کی محبت سے تعبیر کیا ہے۔

غرض اس میں تو کوئی شک وشبہ کی گنجائش ہے ہی نہیں کہ جنسی لذت، مال وزر اور زمین وجائیداد کی ہوس، جس کا کام دنیا ہے تمام تر بدکاریوں کا سرچشمہ ہے اسی سے بچنے اور دور سے دور تر رہنے کی ہدایت حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت میں کی گئی ہے اسی کا نام تقویٰ ہے۔

آزمائش اور اس میں پورا اترنے کی تدبیر

ان دنیا کی نعمتوں میں آزمائش کا پہلو یہ ہے کہ انسان ان کے بغیر بھی زندگی نہیں بسر کرسکتا اور ان کا میسر آنا بھی خطرہ کی گھنٹی ہے یعنی تباہی کے خطرہ سے خالی نہیں اس آزمائش میں پورا اترنے کا راز جیسا کہ حدیث پاک یعنی لآاخشی علیکم الفقو میں اشارہ فرمایا ہے، یہ ہے کہ مال ودولت اور سامان رفاہیت کی فراوانی کے مقابلہ میں انسان فقر وافلاس بقدر ضرورت روزی کو ترجیح دے اور خوش آمدید کہئے صبر وقناعت اور تقویٰ کا دامن مضبوطی سے تھامے رہے اور اگر بغیر کسی خاص جدوجہد اور تلاش وسرگردانی کے، دولت ورفاہیت خوشحالی خود بخود میسر آئے تو اس کو اللہ تعالیٰ کا خاص انعام واحسان سمجھے نہ کہ اپنی کارگزاری کا نتیجہ اور اللہ تعالیٰ کا شکر اور حق نعمت قولاً وعملاً ادا کرتا رہے مگر دل کو اس کی محبت سے پاک رکھے اور حرص وہوس کو اپنے پاس تک نہ پھٹکنے دے اسی کا نام پرہیزگاری اور تقویٰ ہے۔

موجودہ زندگی میں ان ہدایات پر عمل کرنے کا فائدہ

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان مشفقانہ ہدایات پر عمل کرکے اور پرہیزگاری کو اختیار کرکے ہم آج کی زندگی میں بھی بے شمار خطرات اور ہلاکتوں سے بچ سکتے ہیں حق سبحانہ وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم سب کو ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں آمین۔

دُعا کیجئے

اے ہمارے رب! اور ہم پر کوئی ایسا بار (دنیا یا آخرت کا) نہ ڈالئے جس کی ہم کو سہار نہ ہو اور درگزر کیجئے ہم سے اور بخش دیجئے ہم کو۔ اور رحمت کیجئے ہم پر آپ ہمارے کارساز ہیں (اور کارساز طرفدار ہوتا ہے) سو آپ ہم کو کافر لوگوں پر غالب کیجئے۔

اے ہمارے پروردگار! ہمارے دلوں کو کج نہ کیجئے بعد اس کے کہ آپ ہم کو ہدایت کرچکے ہیں اور ہم کو اپنے پاس سے رحمت (خاصہ) عطا فرمائیے بلاشبہ آپ بڑے عطا فرمانے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے کیا دعا مانگنی چاہئے

عن ابن مسعود رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یقول: اللهم انی اسئالک الهدی والتقی واعفاف والغنی (مسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم (عموماً دعا میں) فرمایا کرتے تھے اے اللہ میں تجھ سے ہدایت کا سوال کرتا ہوں اور پرہیزگاری کا پارسائی کا اور غنا (مخلوق سے بے نیازی) کا (تو یہ چاروں نعمتیں مجھے عطا فرمادے)

چار نعمتیں اور ان کی تشریح

اس حدیث پاک میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عظیم نعمتوں کی خود بھی اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی ہے اور امت کو بھی ان کی دعا مانگنے کی تعلیم دی ہے وہ عظیم نعمتیں یہ ہیں۔

(۱) **ھدٰی:** ہدایت الٰہیہ جس کی دعا ہر مسلمان ہر نماز کی ہر رکعت میں مانگتا ہے **اھدنا الصراط المستقیم** (اے اللہ) تو ہم کو سیدھے راستہ پر چلا قرآن کریم میں انبیاء علیہم السلام کے پیغمبرانہ طریق کار کو بھی ہدیٰ سے تعبیر فرمایا ہے اور خاتم انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کی پیروی کرنے کا حکم دیا ہے: ارشاد ہے۔

فبھدھم اقتدہ. (اے نبی تم ان نبیوں کے طریق کار کی پیروی کیا کرو اس لئے کہ یہ ہی ہدایت الٰہی درحقیقت "ہدایت" ہے ارشاد ہے **قل ان الھدیٰ ھدی الله** (اے نبی تم کہہ دو: بے شک ہدایت تو اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہی ہے اور اس کے ماسویٰ سب گمراہی و کجراہی ہے) نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو بھی ازراہ شفقت اسی "ہدایت" کی دعا مانگنے کی تعلیم دیتے ہیں۔

(۲) **التقی:** تقویٰ اور پرہیزگاری جس کی تفصیل آپ پڑھ چکے ہیں تمام محرمات حرام چیزوں اور کاموں اور کبیرہ گناہوں سے بچنا جس کا پہلا مرحلہ ہے۔

(۳) **العفاف:** پارسائی یعنی تمام ممنوع اور برے اعمال واخلاق سے بچنا خصوصاً کسی سے سوال کرنے اور کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ذلت اٹھانے سے بچنا چنانچہ قرآن کریم میں اسی عفاف سے مشتق اور ماخوذ لفظ تعفف' احتیاج کے باوجود کسی سے سوال نہ کرنے کے معنی میں ایسے پارسا حاجت مندوں کی تعریف کے طور پر استعمال ہوا ہے ارشاد ہے:

یحسبھم الجاھل اغنیآء من التعفف: ناواقف آدمی ان حاجت مندوں کو سوال سے بچنے کی وجہ سے غنی (مالدار) سمجھتا ہے (حالانکہ وہ شدید حاجت مند ہوتے ہیں اس لئے کہ انہوں نے دنیا کا تمام کاروبار چھوڑ کر خود کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کیا ہوا ہے یہ پارسا حاجت منداصحاب صفہ رضی اللہ عنہم تھے۔

بہرحال گو جان بچانے کے لئے سوال کرنا جائز ہے تاہم احادیث میں بڑی کثرت اور شدت کے ساتھ سوال کرنے کی ممانعت آئی ہے یہی پرہیزگاری کا تقاضہ ہے۔

۴۔ **الغنی:** مخلوق سے بے نیازی یعنی اللہ تعالیٰ کے فضل سے بقدر کفاف ضروریات پورا کرنے کے بقدر روزی میسر آنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی بھی ہستی کے سامنے اظہار حاجت نہ کرنا اور جو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اسی پر قناعت اختیار کرنا حدیث نمبر (۲) کے ذیل میں اس صبر وقناعت کی اہمیت اور

فوائد کا جال پوری تفصیل کے ساتھ آپ پڑھ چکے ہیں اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے خیر الغنی غنی النفس بہترین دولت مند دل کا غنی ہوتا ہے اور اسی لئے مسنون دعاؤں میں آیا ہے اللھم اجعل غنای فی صدری: اے اللہ تو مجھے دل کا غنی بنا دے اسی طرح مسنون دعا ہے آپ بھی روزانہ یہ دعا مانگا کیجئے۔

اللھم اغننی بفضلک عمن سواک: اے اللہ تو مجھے اپنے فضل وانعام سے اپنے ماسواسب سے غنی (بے نیاز) بنا دے یعنی دل کو اپنے ماسواسب کے تصور سے پاک کر دے یہی پرہیز گاری کا اعلیٰ مرتبہ ہے۔تقویٰ کے علاوہ باقی تین خصلتیں بھی پرہیز گاری ہی کے لوازمات میں سے ہیں جیسا کہ آپ تفصیل سے پڑھ چکے ہیں ان چاروں نعمتوں اور خصلتوں کا مالک انسان درحقیقت اولیاء اللہ کے مقدس زمرہ میں شامل ہوتا ہے اور دنیا اور آخرت دونوں میں سرخرو اور لائق عزت واحترام ہوتا ہے آپ بھی کوشش کر کے دیکھ لیجئے اللہ پاک آپ کی مدد فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے خوف اور خشیۃ کا تقاضا

حضرت عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں: میں نے خاتم انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرما رہے تھے جس شخص نے کسی کار خیر کے نہ کرنے کی قسم کھالی ہو اور وہ محسوس کرے کہ اللہ کے ڈر اور خوف کا یہ تقاضا نہیں ہے کہ میں یہ کام نہ کروں (بلکہ مجھے یہ کام کرنا چاہئے) تو اسے (قسم توڑ دینی چاہئے اور اس کا کفارہ ادا کر دینا چاہئے اور) اس کار خیر پر عمل کرنا چاہئے (جو اللہ کے خوف اور خشیہ کا تقاضا ہو)

مثلاً کسی لیچڑ سائل سے تنگ آ کر کسی نے قسم کھالی کہ میں آج سے کسی ایسے سائل کو ایک پیسہ نہ دوں گا" حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وفی اموالھم حق للسآئل والمحروم: ان (اہل ایمان) کے مال میں ہر سوال کرنے والے اور نہ کرنے والے کا حق ہے نیز ارشاد ہے واما السآئل فلا تنھر: باقی سوال کرنے والے کو تو ہرگز نہ جھڑکو اس لئے اس قسم کو فوراً توڑ دینا اور کفارہ ادا کر دینا چاہئے اور ہر سائل کو جو بھی میسر ہو ضرور دینا چاہئے ورنہ نرمی سے اپنی مجبوری اس پر ظاہر کر دینی چاہئے پھر بھی نہ مانے یہ سخت وست کہے تو خاموشی کے ساتھ گذر جانا چاہئے اور اس کی بدتمیزوں سے درگزر کرنا چاہئے یہی خوف وخشیت الٰہی کا تقاضہ ہے اور اس قسم کو توڑ دینا ہی تقویٰ اور پرہیز گاری کا مقتضی ہے یہ صورت ایسے ہی کار خیر کے ترک کرنے میں پائی جا سکتی ہے جو مباح ہو یعنی اس کا کرنا اور نہ کرنا دونوں جائز ہوں مگر کرنا نہ کرنے سے بہتر ہو اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس حدیث پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں آمین۔

دُعا کیجئے

اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لے آئے سو آپ ہمارے گناہوں کو معاف کر دیجئے اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچا لیجئے۔

اے ہمارے پروردگار! آپ نے (یہ سارا کارخانہ قدرت کو) لایعنی پیدا نہیں کیا۔ہم آپ کو منزہ سمجھتے ہیں سو ہم کو عذاب دوزخ سے بچا لیجئے۔

اے ہمارے پروردگار! بے شبہ آپ جس کو دوزخ میں داخل کریں اس کو واقعی رسوا ہی کر دیا اور ایسے بے انصافوں کا کوئی بھی ساتھ دینے والا نہیں۔

اللہ تعالیٰ سے ہر وقت ڈرتے رہنے کا عملی ثبوت اور اس کا ثمرہ

عن ابی امامة صدی بن عجلان الباهلی رضی الله عنه قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یخطب فی حجة الوداع فقال: واتقوا الله، وصلوا خمسکم، وصوموا شهرکم وادوا زکاة اموالکم، واطیعوا امرائکم، تدخلوا جنة ربکم (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں: میں نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے سنا آپ فرما رہے تھے (اے مسلمانو) اللہ سے ڈرو پانچوں وقت کی نمازیں (با جماعت) پڑھو مال کی زکوٰۃ ادا کرو اپنے امیروں (حکمرانوں) کی اطاعت کرو اور اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔

تشریح: اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف ہی نہ صرف عبادت بلکہ تمام احکام شرعیہ پر عمل کرنے کا حقیقی اور اصلی محرک ہوتا ہے نیز یہ خوف خدا نہ صرف شخصی اور انفرادی زندگی بلکہ قومی اور اجتماعی زندگی کو بھی تباہی سے بچانے کا واحد ذریعہ ہے جیسا کہ اس حدیث پاک میں سرور کائنات نبی امن وسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلمانوں کے محیر العقول حیرت انگیز مجمع میں اپنے آخری اور وداعی خطبہ میں اعلان فرمایا اس لئے قوم کے دلوں میں خوف خدا اور ان کے کردار میں تقویٰ اور پرہیزگاری حکومتوں اور ملکوں کے لئے بھی بہت بڑی رحمت ہے۔

حکمرانوں کی مخالفت کس وقت جائز بلکہ فرض ہو جاتی ہے

باقی حکمرانوں کی اطاعت اسی وقت تک واجب ہے جب تک کہ وہ خدا کی نافرمانی اور شریعت کی خلاف ورزی پر مجبور نہ کریں اس لئے کہ رہبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان **لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق**: خالق کی نافرمانی میں کسی بھی مخلوق کی اطاعت نہیں کی جا سکتی مسلمانوں کا فرض ہے کہ حکمران کتنا ہی ظلم وستم کیوں نہ کریں خدا کی نافرمانی ہرگز نہ کریں اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے حکمرانوں سے بچائیں اور اپنی پناہ میں رکھیں آمین بحق رحمۃ للعالمین

یقین کی تعریف

یقین اس محکم اور پختہ علم کا نام ہے جس کے خلاف ذرا برابر شک وشبہ اور تردد وتذبذب نہ ہو بلکہ ذہن اس کے خلاف کے تصور سے بھی خالی ہو یعنی اس علم کے خلاف بات خیال میں بھی نہ آئے۔

یقین کے تین مرتبے

اس پختہ اور محکم علم کے تین مرتبے ہیں (۱) یہ کہ وہ علم اتنا پختہ اور قوی ہو کہ اگر چہ کبھی اس کا مشاہدہ یا تجربہ نہ بھی ہوا ہو تب بھی وہ مشاہدہ یا تجربہ کے درجے کو پہنچا ہوا ہو یعنی مشاہدہ اور تجربہ کے بعد علم میں کوئی اضافہ نہ ہو بلکہ صرف اطمینان اور انشراح حاصل ہو جائے کہ جس کا ہمیں یقین تھا اس کو دیکھ بھی لیا، تجربہ بھی ہو گیا۔

مثالیں:۔ مثلاً ہر مسلمان کو اس امر کا قطعی یقین ہے کہ مکہ مکرمہ عرب کا ایک شہر ہے جہاں خانہ کعبہ واقع ہے جس کی طرف منہ کر کے تمام دنیا کے مسلمان پانچوں وقت نماز پڑھتے ہیں اگر چہ اس شہر اور خانہ کعبہ کو کبھی نہ دیکھا ہو یا سنکھیا ایک مہلک زہر

ہے اگرچہ کبھی اس کا تجربہ نہ ہوا ہو نہ ہی اس کی صورت دیکھی ہو۔

یقین کا پہلا مرتبہ علم الیقین

یہ یقینی علم کا پہلا مرتبہ ہے ایسے پختہ اور پکے علم کو شریعت کی اصطلاح میں علم الیقین کہتے ہیں۔

یقین کا دوسرا مرتبہ عین الیقین

اور جب اس علم کا مشاہدہ یا تجربہ ہو جائے یعنی جو سنا اور جانا تھا وہ آنکھوں سے بھی دیکھ لیا جائے اور تجربہ بھی ہو جائے تو اس علم کو مشاہدہ یا تجربہ کے بعد شریعت کی اصطلاح میں عین الیقین کہتے ہیں۔

یقین کا تیسرا مرتبہ حق الیقین

اور اس علم الیقین اور اس کے مشاہدہ یا تجربہ کے جمع اور متفق و منطبق ہو جانے کے بعد اس علم کا نام شریعت کی اصطلاح میں حق الیقین ہے اس لئے کہ تنہا علم الیقین میں اس بات کا امکان ہے کہ قطعی اور یقینی علم ہونے کے باوجود واقعہ اس کے خلاف ہو جیسا کہ جہل مرکب' کسی واقعی جاہل کو اپنے عالم ہونے کا پکا یقین ہونا کی صورت میں ہوتا ہے اسی طرح تنہا مشاہدہ یا تجربہ پر جو علم مبنی ہو اس میں بھی حواس' بینائی وغیرہ یا تجربہ کی غلطی کا امکان ہوتا ہے لیکن جب علم یقینی مشاہدہ یا تجربہ کے ساتھ جمع اور متفق و متحد ہو جائے یعنی جب مشاہدہ یا تجربہ سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ علم الیقین واقعہ کے مطابق ہے اور علم یقینی سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ مشاہدہ یا تجربہ میں کوئی غلطی نہیں ہے تو اس کے بعد نہ علم کے خلاف واقع ہونے کا امکان رہتا ہے نہ مشاہدہ یا تجربہ کی غلطی کا امکان رہتا ہے اور حق متعین اور قطعی و یقینی ہو جاتا ہے اور وہ علم' حق الیقین ایسا یقین جو واقعہ کے مطابق و موافق ہو کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے۔

یقین کے تینوں مرتبوں کا ثبوت قرآن عظیم سے

اس لحاظ سے یقین کے تین مرتبے ہوئے (۱) علم الیقین (۲) عین الیقین (۳) حق الیقین' آیت کریمہ ذیل میں دو مرتبوں کا صراحتاً ذکر فرمایا ہے اور تیسرے کا اشارتاً مگر نفی کی صورت میں ذکر فرمایا ہے اس لئے کہ مخاطب منکرین عذاب جہنم یعنی کفار و مشرکین ہیں یا فساق و فجار ارشاد ہے۔

ہرگز نہیں' اگر تم کو (جہنم کا) یقینی علم ہوتا تو تم جہنم کو ضرور دیکھ لیتے پھر تم (قیامت کے دن تو جب وہ سامنے آئے گی) اس کو یقین کی آنکھ سے دیکھ ہی لو گے۔

پھر تم سے (اللہ کی) نعمتوں کے بارے میں ضرور سوال کیا جائے گا (اور کفران نعمت کی سزا میں ضرور جہنم کی آگ میں جلو گے عذاب جہنم کا حق الیقین اس وقت تمہیں ہوگا)

یعنی اگر تم کو جہنم کا یقینی علم ہوتا تو تم اس کو ہر وقت اپنی آنکھوں کے سامنے محسوس کرتے اور ڈرتے اور کوئی ایسا کام ہرگز نہ کرتے جو جہنم میں لے جانے والا ہو اس لئے کہ جب جان بوجھ کر کوئی بھی انسان دنیا کی آگ میں نہیں گرتا تو جہنم تو پھر جہنم ہے اس کی طرف تو کوئی آنکھوں دیکھتے رخ کرنے کی بھی جرات نہیں کر سکتا بہر حال یہ تو دنیا ہے جہاں تو جہنم آنکھوں سے نظر نہیں آ سکتی مگر مرنے کے بعد قیامت کے دن تو یقیناً جہنم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے اور تمہیں جہنم کا علم عین الیقین' یعنی مشاہدہ' کے درجہ میں ہو ہی جائے گا اور پھر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے حساب و کتاب کے بعد کفران نعمت (ناشکری) کی سزا میں جب جہنم میں اوندھے منہ ڈالے جاؤ گے اور جلنے لگو گے تو اس وقت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ بتلایا تھا اس کا حق الیقین ہو جائے گا۔

بغیر حساب وکتاب کے جنت میں جانے والے مومن

عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: عرضت علی الامم، فرایت النبی ومعه الرهیط، والنبی ومعه الرجل والرجلان، والنبی ولیس معه احد اذ رفع لی سواد عظیم فظننت انهم امتی، فقیل لی: هذا موسی وقومه ولکن انظر الی الافق، (ریاض الصالحین)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: شافع محشر، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (ایک خاص موقعہ پر) تمام امتیں اوران کے نبی (بطور کشف) میرے سامنے لائے گئے تو میں نے دیکھا کسی نبی کے ساتھ (اس کی امت کے نجات یافتہ) پانچ سات آدمیوں کا گروہ ہے اور کسی نبی کے ساتھ ایک دوآدمی ہی ہیں اور کسی نبی کے ساتھ ایک امتی بھی نہیں ہے (اسی اثناء میں) اچانک ایک بڑا انبوہ کثیر میرے سامنے آیا تو (اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے بموجب) میں نے خیال کیا کہ یہی میری امت ہے تو مجھے بتلایا گیا یہ موسیٰ (علیہ السلام اوران کی امت ہے لیکن تم ذرا افق (آسمان کے کنارے) کی طرف نظر اٹھا کر دیکھو تو میں نے دیکھا کہ افق کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پھیلا ہوا ایک بڑا بھاری انبوہ کثیر (میرے سامنے) ہے پھر مجھ سے کہا گیا کہ دوسرے افق کی جانب دیکھو تو (ادھر بھی ایک فوج در فوج) بڑا بھاری انبوہ کثیر (میرے سامنے) ہے تب بتلایا گیا یہ ہے تمہاری امت اوران کے ساتھ (ان کے علاوہ یا انہی میں کے) ستر ہزار ایسے مسلمان ہونگے جو بغیر مواخذہ وعذاب اور بغیر حساب وکتاب کے جنت میں جائیں گے اس (بشارت کے دینے) کے بعد سراپا رحمت نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور نبوت کدہ (مکان) میں تشریف لے گئے تو حاضرین نے ان ستر ہزار مومنین کے بارے میں طرح طرح کی قیاس آرائیاں شروع کردیں کسی نے کہا: غالباً یہ وہ لوگ ہونگے جو (سفر وحضر، ہر حالت میں) نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی (کیمیا اثر) صحبت میں رہے ہیں کسی نے کہا: یہ وہ (نئی نسل کے) لوگ ہونگے جو اسلام (کے آغوش، مسلمان ماں باپ کی گود) اور مسلمان گھرانے) میں پیدا ہوئے اور انہوں نے (دنیا میں آنکھ کھولنے کے وقت سے مرتے دم تک) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو بھی (عبادت میں) شریک نہیں کیا۔ اسی طرح ہر شخص نے اپنی رائے اور قیاس کے گھوڑے دوڑانے شروع کردیئے (غرض لوگوں میں اچھا خاصہ ہنگامہ برپا ہوگیا) تو اس ہنگامہ کی آواز سن کر) رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا یہ کیسا ہنگامہ تم لوگوں نے برپا کر رکھا ہے تو لوگوں نے بتلایا (کہ یہ ان ستر ہزار بے حساب وکتاب جنت میں جانے والوں کے متعلق بحث ہورہی ہے کہ یہ خوش نصیب کون ہونگے) تو مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا یہ وہ (پکے اور سچے) ایماندار ہونگے جو نہ جھاڑ پھونک کا کام کریں گے اور نہ خود اپنے لئے کسی سے جھاڑ پھونک کرائیں گے نہ ہی وہ (کسی چیز سے) بدشگونی لیں گے اور (ہر دکھ بیماری یا مصیبت وآفت میں) صرف اپنے پروردگار پر توکل کرتے اور بھروسہ رکھتے ہونگے۔

سچے جذبہ کا کرشمہ: تو (یہ سن کر) عکاشہ نامی ایک صحابی فوراً کھڑے ہوئے اور (نہایت خلوص کے ساتھ) عرض کیا:

یارسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے (میرے لئے) دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان (متوکلین کاملین) میں شامل فرمادیں (یعنی توکل کے اس معیار پر ساری زندگی قائم رہنے کی توفیق عطا فرمادیں) تو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے (عکاشہ

کے اس ساختہ جذبہ کو دیکھ کر دعا فرمادی اور) خوشخبری دی: تم ان (متوکلین کاملین) میں شامل ہو۔
ریس کا نتیجہ: تو (عکاشہ کی دیکھا دیکھی) ایک اور شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا میرے لئے بھی (یہی) دعا فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں شامل کردے تو آپ نے فرمایا: عکاشہ تم سے بڑھ گیا (تم تو خالی اس کی ریس کررہے ہو ایسے لوگوں کے لئے دعا نہیں کی جاتی)

تشریح: خاتم الانبیاء والرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی کثرت ذیل کی حدیث میں بیان فرمائی ہے: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک دن ہم تقریباً چالیس نفر ایک سرخ چرمی خیمے کے اندر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے کھڑے ہوکر خیمہ کی دیوار سے کمر لگا کر خطبہ دیا۔ آگاہ ہو جاؤ (اور یاد رکھو) جنت میں صرف (سچا اور پکا) مسلمان ہی جائے گا (اور خدا کو گواہ بنانے کی غرض سے فرمایا) اے اللہ! گواہ رہو (کہ میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا ہے) پھر فرمایا: کیا تم چاہتے ہو کہ اہل جنت میں تمہاری تعداد ایک چوتھائی ہو؟ ہم نے عرض کیا (سبحان اللہ) جی ہاں (ہم ضرور چاہتے ہیں) پھر آپ نے فرمایا: کیا تم چاہتے ہو کہ (جنت میں) ایک تہائی ہو؟ ہم نے عرض کیا اللہ اکبر جی ہاں (ہم ضرور چاہتے ہیں) یارسول اللہ! تو اس پر آپ نے فرمایا مجھے تو (اللہ تعالیٰ سے) امید ہے کہ اہل جنت میں آدھے تم ہو گئے (اور آدھے دوسرے انبیا کی امتوں کے ایماندار)

اس حدیث پاک سے واضح ہوگیا کہ جنت میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے سچے مسلمانوں کی تعداد نصف اہل جنت ہوگی۔

اس کثرت تعداد کی وجوہ واسباب

جنتیوں میں امت محمدیہ علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ وتحیۃ کے اسباب دووجوہ حسب ذیل بے مثال خصوصیات ہیں
(۱) خاتم انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تمام انبیا ومرسلین صرف اپنی اپنی قوموں یا کسی مخصوص قوم کی رشد وہدایت کے لئے بھیجے گئے ہیں وہی ان کے اتباع وپیروی کے مامور ومکلّف ہوئے ہیں اس لئے ان کی (رسالت اور دعوت تبلیغ وارشاد کا دائرہ انہی چھوٹی بڑی قوموں تک محدود رہا ہے تمام روئے زمین پر بسنے والی اقوام عالم نہ ان کی مخاطب ہوئی ہیں نہ ان پر ایمان لانے کی مکلّف' اس کے برعکس خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم روئے زمین پر بسنے والی اقوام عالم کے لئے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں اور دنیا کی تمام سیاہ فام اور زرد فام قومیں آپ پر ایمان لانے اور آپ کا اتباع کرنے کی مامور ومکلّف ہوئی ہیں اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے۔

وما ارسلناک الا کافة للناس (السباء ۳)

اور (اے نبی) ہم نے تم کو تمام کے تمام لوگوں (انسانوں) کے لئے ہی (نبی بنا کر) بھیجا ہے۔
خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تشریح فرمادی:

بعثت الی الاسود والاحمر.

میں تمام سیاہ فام اور سفید فام (قوموں) کی طرف بھیجا گیا ہوں۔
اس لئے آپ کی رسالت اور دعوت تبلیغ واشاعت کا دائرہ تمام روئے زمین کو محیط ہے ایسی صورت میں آپ کی امت کے جنت میں جانے والوں کی تعداد کا دوسرے تمام انبیاء کے امتیوں سے نہ صرف زیادہ بلکہ بہت زیادہ ہونا لازمی امر ہے۔
(۲) خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہر نبی مرسل کی بعثت ورسالت وقتی اور ہنگامی ہوئی ہے یعنی دوسرے صاحب کتاب

نبی مرسل کے مبعوث ہونے کے بعد دو چار یا پانچ سات صدیوں میں اس کی رسالت وشریعت کا دور بہرحال ختم ہو گیا ہے اس کے برعکس نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت رہتی دنیا تک یعنی قیامت تک کی تمام آنے والی انسانی نسلوں کے لئے ہے اور تمام کی تمام آنے والی اولاد آدم آپ پر ایمان لانے کی مامور ومکلف ہیں نہ خاتم انبیا کے بعد کوئی اور نبی آئے گا اور نہ قرآن کے بعد کوئی اور آسمانی کتاب نازل ہوگی نہ شریعت محمدیہ کے بعد کوئی اور شریعت آئے گی لہٰذا آپ کی امت کے تحت آپ کی بعثت کے وقت سے لے کر قیامت تک کی تمام ذریت آدم اور پوری نسل انسانی داخل ہے اس لئے آپ کی امت کے اہل کو ایمان کی تعداد کا تمام امتوں کے اہل ایمان کی تعداد کا نصف ہونا بالکل قرین قیاس ہے۔

(۳) سنت اللہ یہ ہی ہے کہ نبی کے مرسل من اللہ فرستادہ خداوندی ہونے کے ثبوت اور تصدیق کے طور پر اللہ تعالیٰ نے تمام انبیا علیہم السلام کو مختلف قسم کے انسانی قدرت واختیار سے باہر مادی خدائی تصرفات' معجزات عطا فرمائے ہیں قرآن عظیم مین ان معجزات کی تفصیل مذکور ہے مگر ان تمام انبیا کرام کے یہ معجزات بھی ان کی نبوت ورسالت کی طرح وقتی اور ہنگامی ہوئے ہیں یعنی ان کی زندگی تک ہی ان کی قوم اور امت نے ان معجزات کا مشاہدہ کیا ہے اور جن کی قسمت میں ہوا ہے ان پر ایمان لائے ہیں انکی وفات کے ساتھ ہی ساتھ ان کے معجزات بھی وفات پا گئے ہیں اس کے برعکس خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ معنوی اور زندہ معجزہ ہے اور وہ معجزہ ہے الحی الذی لا یموت کا سدا زندہ رہنے والا کلام قرآن عزیز جیسے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہے کہ آپ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی برقرار اور محفوظ ہے نوع انسان اس پر ایمان لانے کی ایسے ہی مامور ومکلف ہے جیسے آپ کے دنیا میں تشریف فرما ہونے کے وقت تھی ایسے ہی آپ کے معجزہ قرآن پر ایمان لانا اور اس کا اتباع کرنا نوع انسانی پر فرض ہے بالکل ایسے ہی جیسے آپ کی حیات میں فرض تھا جیسے اس معجزہ کے مشاہدہ سے یعنی کلام اللہ کی آیات سن کر نوع انسانی کی سعید روحیں آپ کی حیات میں اس پر اور آپ کی نبوت ورسالت پر ایمان لائی تھیں اور اسلام میں داخل ہوئی تھیں بالکل اسی طرح آپ کی وفات کے بعد سے آج چودہ سو برس تک ہر زمانہ ہر ملک اور ہر زمین کے چپہ چپہ پر اس کلام الٰہی کی آیات سن کر اس کے کلام الٰہی ہونے پر اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول اللہ ہونے پر نوع انسانی کے خوش قسمت افراد ایمان لاتے اور اسلام کے شرف سے مشرف ہوتے رہے ہیں اور یقیناً قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا اس لئے کہ اس قرآن کا اسلام کا شریعت محمدیہ کا اور امت محمدیہ کا محافظ وہ حی لا یموت مالک الملک اللہ تعالیٰ ہے جس کے لئے کبھی فنا نہیں اس عالم الغیب والشہادت اللہ تعالیٰ کی حکمت ومصلحت جب متقاضی ہوگی اس وقت وہ روئے زمین سے قرآن آپ کے معجزہ کو بھی اٹھا لے گا اسلام کو بھی اور اہل ایمان کو بھی اٹھا لے گا اور روئے زمین پر کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا گویا اس عالم فانی کی روح نکل جائے گی اور دنیا فنا ہو جائے گی یعنی قیامت آ جائے گی غرض خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ایک زندہ معجزہ ہے قیامت تک نسل انسانی اس پر ایمان لاتی رہے گی اسی لئے جنت میں آپ کی امت کے مومنین کی تعداد نصف اہل جنت یعنی تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء جیسا کہ مشہور ہے پر ایمان لانے والوں کے برابر ہوگی۔

دُعا کیجئے: اے ہمارے پروردگار! ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا کہ وہ ایمان لانے کے واسطے اعلان کر رہے ہیں کہ تم اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ سو ہم ایمان لے آئے۔

مومن کا جینا اور مرنا سب اللہ کے لئے ہے

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ایضا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول: اللھم لک اسلمت وبک آمنت، وعلیک توکلت، والیک انبت، وبک خاصمت. اللھم اعوذ بعزتک، لا الہ الا انت ان تضلنی، انت الحی الذی لا تموت، والجن والانس یموتون. (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے: اے میرے اللہ! میں تیرا ہی فرمانبردار ہوں اور تیرے اوپر ہی ایمان لایا ہوں اور تیرے ہی اوپر میں نے بھروسہ کیا ہے اور تیری ہی طرف میں نے (ہر معاملہ میں) رجوع کیا ہے اور تیرے ہی سہارے میں نے (منکرین حق سے) مقابلہ کیا ہے۔ اے اللہ! میں تیری زبردست طاقت وقوت کی پناہ لیتا ہوں۔ اور تیرے سوا کوئی معبود ہے بھی تو نہیں اس سے کہ تو مجھے سیدھے راستہ سے بھٹکائے۔ اے اللہ! تو وہ (ہمیشہ ہمیشہ) زندہ رہنے والا (اور زندگی دینے والا) ہے جس کے لئے موت (فنا) ہے ہی نہیں اور تیرے سوا (تمام مخلوق) جن وانس ضرور مریں گے۔

دعائیں اور اعتقاد کی پختگی

تشریح: ظاہر ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دعا کے مانگنے کا اور صحابہ کا اس کو روایت کرنیکا اور محدثین کا ان مسنون دعاؤں کو محفوظ کرنے کا واحد مقصد امت کو ان دعاؤں کے مانگنے کی تعلیم دینا ہے اسلئے آپ بھی یہ مسنون دعا ضرور مانگا کیجئے۔

یاد رکھئے! اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت کے نصیب ہونے کا سبب تو یہ دعائیں ہیں ہی اس کے ساتھ ساتھ اعتقاد کی پختگی اور ایمان کی تازگی اور زیادتی میں ان دعاؤں کو بڑا دخل ہے اس لئے کہ انسان اور کسی وقت اپنے رب کی طرف چاہے اتنا دل وجان سے متوجہ نہ بھی ہوتا ہو مگر دعا مانگنے کے وقت تو یقیناً اس طرح متوجہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا تمام خیالات سے اس کا دل ودماغ بالکل خالی اور ارحم الراحمین کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جاتا ہے اسی لئے سرتاپا شفقت ورافت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: الدعآء مخ العبادة. دعا عبادت کا مغز ہے اور ایک حدیث میں آیا ہے: الدعآمخ العبادة. دعا (مانگنا) ہی عبادت (کرنا) ہے یعنی عبادت کی روح ہی دعا ہے بلکہ عبادت ہے ہی دعا سبحان اللہ۔

اسی لئے ارحم الراحمین قرآن عظیم میں اپنے بندوں کو دعا مانگنے کا حکم بھی دیتے ہیں اور از راہ فضل وانعام قبول کرنے کا وعدہ بھی فرماتے ہیں اور دعاؤں سے گریز کرنے والوں کو تنبیہ کے لئے شدید ترین وعید سزا سے بھی خبردار فرماتے ہیں ارشاد ہے۔

اور تمہارے رب نے فرمایا ہے تم مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ بیشک جو لوگ میرے عبادت (دعا مانگنے) کو اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں وہ ذلیل وخوار جہنم میں ضرور داخل ہوں گے۔

اطلاع: ہر وقت اور ہر حالت کی مسنون دعاؤں نیز آداب دعا کیلئے اردو ترجمہ حصن حصین مطبوعہ تاج کمپنی پڑھیئے اور حسب حال دعائیں یاد کیجئے۔ وفقکم اللہ۔ خدا تمہیں توفیق دے۔

آڑے وقتوں میں انبیاء علیہم السلام کا شعار

عن ابن عباس رضی الله عنهما ایضا قال: حسبنا الله ونعم الوکیل، قالها ابراهیم علیه السلام حین القی فی النار، وقالها محمد صلی الله علیه وسلم حین قالوا: ان النسا قد جمعوا لکم فاخشوم فرادهم ایمانا وقالوا: حسبنا الله ونعم الوکیل (بخاری)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: حسبنا اللہ ونعم الوکیل ہمارے لئے تو اللہ بہت کافی ہے اور وہ تو بہت ہی اچھا کارساز ہے۔ یہ کلمہ صبر وتوکل سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت کہا تھا جب ان کو آتش نمرود میں ڈالا گیا تھا اور اسی کی برکت اور اثر سے آتش نمرود گلزار ابراہیم بنی تھی) اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمۂ عزیمت وتوکل اس وقت کہا تھا جب (قریش کے جھوٹا پروپیگنڈہ کرنے والے) لوگوں نے کہا: ان الناس قدجمعو الکم فاخشوھم بیشک (قریش اوران کے حمایتی) لوگوں نے تمہارے (مقابلہ اورسرکوبی کے) لئے (بڑی تیاریاں کررکھی ہیں اور) فوجیں جمع کی ہیں پس تم ان سے ڈرو (اورلڑنے کے لئے مت جاؤ) فزادھم ایمانا وقالواتو اس (جھوٹے پروپیگنڈے) نے ان (غازیان اسلام) کے ایمان کواور بھی زیادہ کردیا اورانہوں نے کہہ دیا۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل: ہمیں تو اللہ ہی بہت کافی ہے اوروہ بڑا اچھا کارساز ہے۔

واقعہ: جنگ احد سے بری طرح پسپا ہونے کے بعد مشرکین مکہ 'قریش' کے سرداراور سپہ سالار ابوسفیان نے اپنی شرم مٹانے کے لئے اگلے سال بدر کے مقام پرلڑائی کا اعلان کر کے احد کے میدان سے فرار کی راہ اختیار کی اور سب کے سب مکہ واپس چلے گئے مگر پورا سال گزر جانے اورلڑائی کی تیاریاں کر لینے کے باوجود قریش کی ہمت نہ ہوئی کہ مسلمان سرفروشوں سے اعلان جنگ کے مطابق بدر میں آ کرلڑیں ادھر غازیان اسلام کے قائداعظم سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم اور غازیان اسلام کے مدینہ سے بدر کی جانب روانہ ہونے اور پہنچنے کی خبریں گرم تھیں تو ابوسفیان نے وعدہ خلافی کی رسوائی اور جنگ سے گریز کی سیاہ روئی کو مٹانے کی غرض سے یہ سازش کی کہ بڑی بھاری رقم دے کر کچھ کرایہ کے جھوٹا پروپیگنڈہ کرنے والے لوگ جن میں سے ایک کا نام نعیم بن مسعود اشجعی تھا تیار کئے کہ وہ فوراً مدینہ پہنچ کر زور وشور سے یہ پروپیگنڈہ کریں۔ ان الناس قدجمعو الکم فاخشوھم تا کہ مسلمان ڈر کر حسب وعدہ بدر نہ پہنچیں اس جنگ کا ارادہ ترک کردیں اوروعدہ خلافی اور جنگ سے گریز کا الزام قریش کے بجائے مسلمان مجاہدوں کے سر پڑے قریش کی جان بچ جائے مگر کارساز مطلق اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرنے کی برکت سے اس جھوٹے پروپیگنڈہ نے الٹا اثر کیا اوراللہ تعالیٰ کی کارسازی پر ایمان میں اورزیادہ اضافہ کردیا چنانچہ مسلمان غازیوں نے صاف کہہ دیا حسبنا اللہ ونعم الوکیل اور پوری تیاری کے ساتھ بدر پہنچ گئے قریش میں نہ آنے کی ہمت تھی نہ آئے اوراس جھوٹا پروپیگنڈہ کرانے کی بنا پر سارے عرب میں اور بھی زیادہ رسوا ہوئے مسلمان غازیوں کو اس توکل کے نتیجہ میں کیا ملا؟ قرآن کی زبان سے سنئے ارشاد ہے۔

فانقلبوا بنعمة من الله وفضل لم يمسسهم سوء واتبعوا رضوان الله والله ذوفضل عظيم:

پس وہ (غازیان اسلام بدر سے) واپس آئے اللہ کی نعمت (فتح وظفر) اور فضل (مال ومنال) کے ساتھ کچھ بھی تو گزندان کو نہ پہنچا اور اللہ کی رضا کی پیروی بھی کر لی اور اللہ تو بڑے ہی فضل وانعام والا ہے۔

یہ ہیں یقین کامل کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کے ثمرات اور برکات۔

کار برآری اور حاجت روائی کا پیغمبرانہ وظیفہ

انبیاء کرام اور خاتم النبیین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام سے لے کر صحابہ، تابعین اور اولیاء امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام تک ہرایک بزرگ نے ہر آڑے وقت اور صبر آزما مشکل ودشواری میں جس وظیفہ کا تجربہ کیا اور کامیاب پایا اوراس کی تصدیق کی وہ وظیفہ حسبنا الله ونعم الوكيل: ہے قرآن عظیم نے بھی اس کی تائید فرمائی ہے آپ بھی اس وظیفہ کو یاد کر لیجئے انسان کے کام کب اٹکے نہیں رہتے؟ اس لئے معمولاً ہر نماز کے بعد پورے یقین کے ساتھ سو مرتبہ یہ وظیفہ پڑھا کیجئے اور کسی خاص مشکل اور دشواری کے وقت تو ہر وقت ورد زبان رکھے اور اگر اتنا نہ ہو سکے۔ تو صبح شام ایک ایک تسبیح تو ضرور ہی پڑھا کیجئے۔

مترجم کے شیخ اور ان کا معمول

ہمیں خوب اچھی طرح یاد ہے بلکہ یہی سب سے زیادہ یاد ہے کہ ہمارے شیخ امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری نوراللہ مرقدہ بیٹھتے اٹھتے عموماً دل کی گہرائیوں سے حسبنا الله ذرا آواز سے فرمایا کرتے تھے ہم نے اس کو ذرا کھینچ کر لکھا ہے اس لئے کہ حضرت استاد رحمۃ اللہ اسی طرح ذرا کھینچ کر زبان مبارک سے ادا فرماتے تھے اللهم اغفرله وارحمه الله پاک ہم سب کو اپنے بزرگوں کے طریق پر عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین بحرمت رحمۃ للعالمین۔

دُعا کیجئے

اے ہمارے پروردگار! پھر ہمارے گناہوں کو بھی معاف فرما دیجئے اور ہماری بدیوں کو بھی ہم سے زائل کر دیجئے۔ اور ہم کو نیک لوگوں کیساتھ موت دیجئے۔

اے ہمارے پروردگار! ہم کو وہ چیز بھی دیجئے جس کا ہم سے اپنے پیغمبروں کی معرفت آپ نے وعدہ فرمایا ہے اور ہم کو قیامت کے روز رسوانہ کیجئے۔ یقیناً آپ وعدہ خلافی نہیں کرتے۔

اے ہمارے رب! ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں گے تو واقعی ہمارا بڑا نقصان ہو جائے گا۔

اے ہمارے رب! ہمارے اوپر صبر کا فیضان فرما اور ہماری جان حالت اسلام پر نکالئے۔ آپ ہی تو ہمارے خبر گیراں میں ہم پر مغفرت اور رحمت فرمایئے اور آپ سب معافی دینے والوں سے زیادہ بہتر ہیں۔ اے ہمارے پروردگار ہم کو ان ظالموں کا تختہ مشق نہ بنا اور ہم کو اپنی رحمت کا صدقہ ان کافروں سے نجات دے۔

اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والوں کے دل

عن ابی هريرة رضى الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: يدخل الجنة اقوام افئدتهم مثل افئدة الطير (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: مخبر صادق رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے (بشارت دی اور) فرمایا جنت میں کچھ ایسے گروہ بھی داخل ہونگے جن کے دل (اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ رکھنے کی وجہ) پرندوں کے دلوں کی مانند (فکر دنیا سے آزاد اور ہلکے پھلکے) ہوں گے۔ بعض علماء محققین نے فرمایا ہے کہ یہ متوکلین کاملین کے گروہ ہوں گے اور بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ وہ رقیق القلب لوگ ہیں جن کے دل (عجز و نیاز اور اور خوف وخشیت الٰہی کے غلبہ کی وجہ سے) نرم اور لطیف ہوتے ہیں۔

تشریح! کمال توکل کا عظیم فائدہ

آپ توکل کے دوسرے اور اعلیٰ مرتبہ کی تشریح کے ذیل میں پڑھ چکے ہیں کہ توکل کے اعلیٰ مدارج پر پہنچنے کے بعد متوکلین کاملین کی نظروں میں ظاہری اسباب' انسانی تدابیر اور جدوجہد کی حقیقت پرکاہ' تنکے کی برابر بھی باقی نہیں رہتی وہ دنیاوی فکروں' پریشانیوں اور لاحاصل تگ ودو سے بالکل آزاد اور فارغ البال ہوتے ہیں ان کے قلوب قادر مطلق پروردگار کی کاربرآری اور کارسازی پر کامل یقین وایمان رکھنے کی وجہ سے سخت سے سخت حالات اور بڑے سے بڑے خطرات سے دوچار ہونے کے وقت بھی' بالکل مطمئن رہتے ہیں کلمہ توکل حسبنا الله ونعم الوكيل ان کی زبانوں پر جاری ہوتا ہے اور نور یقین وایمان کی روشنی سے ان کے دل منورہ اور طمانیت الٰہی سے مطمئن رہتے ہیں۔ اور انتہائی حاضر حواسی اور ہوشمندی کے ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وسیرت کی روشنی میں جو کچھ کرنا چاہئے وہ کرتے ہیں یہ جانتے ہوئے کہ ہوگا وہی جو خدا کو منظور ہے ہم تو صرف اپنا فرض ادا کرتے ہیں اس کے برعکس جو لوگ اس توکل کی نعمت اور خدا کی کارسازی پر کامل یقین وایمان کی دولت سے محروم ہوتے ہیں وہ مذکورہ بالا حالات وخطرات کے وقت مضرت یا مصیبت سے دوچار ہونے سے پہلے ہی خوف ودہشت فکر و پریشانی میں اس بری طرح گرفتار ہوجاتے ہیں کہ عقل وخرد بلکہ ہوش وحواس تک کھو بیٹھتے ہیں اور گھبراہٹ کے مارے انکا برا حال ہو جاتا ہے ذہنی آسودگی اور فکری یکسوئی اور قلبی سکون واطمینان سے قطعاً محروم ہوجاتے ہیں حالانکہ ہوتا وہی ہے جو خدا کو منظور اور مقدر ہوتا ہے۔

متوکلین کے دلوں کا پرندوں کے دلوں کے مانند ہونے کا مطلب

حاصل یہ ہے کہ دنیوی زندگی میں بھی توکل کامل کا عظیم ترین فائدہ دنیوی خصوصاً معاشی امور ومشکلات میں ذہنی آسودگی فکری یکسوئی اور قلبی اطمینان وسکون ہے جو بجائے خود بہت بڑی نعمت ہے یہی مطلب ہے کہ ان متوکلین کے دلوں کا پرندوں کے دلوں کی مانند ہونے کا جیسا کہ آپ توکل کامل کی تشریح وتفصیل کے ذیل میں پڑھ چکے ہیں۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے توکل علی اللہ کا ایک واقعہ

عن جابر رضی الله عنه انه غزا مع النبی صلی الله علیه وسلم قبل نجد، فلما قفل رسول الله صلی الله علیه وسلم قفل معهم، فأدر کتهم القائلة فی واد کثیر العضاه، فنزل رسول الله صلی الله علیه وسلم وتفرق الناس یستظلون بالشجر (ریاض الصالحین)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: (۱) وہ (ایک مرتبہ) نجد کی جانب ایک لڑائی میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جنگ سے واپس تشریف لا رہے تھے تو جابرؓ بھی آپ کے ہمراہ تھے (اثناء راہ میں اتفاقاً) ایک ایسی وادی میں قیلولہ' دوپہر کے آرام کا وقت آ گیا جس میں بکثرت خاردار کیکر کے درخت تھے تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم وہیں اتر پڑے اور لوگ (آرام کرنے کے لئے) ادھر ادھر سایہ دار درختوں کے نیچے منتشر ہو گئے (اور آرام کرنے لگے) رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک کیکر کے (سایہ دار) درخت کے نیچے اترے اور اپنی تلوار اسی درخت کی ایک ٹہنی پر لٹکا دی (اور آرام فرمانے لگے دوپہر کا وقت تھا) ہم سب کی ابھی آنکھ لگی ہی تھی کہ اتنے میں آپ نے ہمیں آواز دے کر بلانا شروع کر دیا (ہم گھبرا کر دوڑے تو دیکھتے کیا ہیں کہ) ایک بدو (عرب دیہاتی) آپ کے پاس (کھڑا) ہے ہمیں دیکھ کر آپ نے ارشاد فرمایا اس شخص نے (بے خبری میں درخت سے) میری تلوار اتار کر میرے اوپر سونت لی تھی اور میں سو رہا تھا اچانک میری آنکھ کھل گئی تو (دیکھتا کیا ہوں کہ برہنہ تلوار اس کے ہاتھ میں ہے اور کہہ رہا ہے: اب تجھے میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ تین مرتبہ اس نے یہی سوال کیا اور میں نے یہی جواب دیا (اس کے بعد) آپ نے اس کو (اس جرم کی) کوئی سزا نہیں دی اور اٹھ کر بیٹھ گئے۔

تشریح: ہم (ایک مرتبہ) جنگ ذات الرقاع میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ (سفر کر رہے) تھے اثناء راہ میں (دوپہر کو آرام کرنے کے وقت ہمارا معمول یہ تھا کہ) جب کوئی سایہ دار درخت آتا تو ہم اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چھوڑ دیتے چنانچہ (ایک دن) اسی طرح ایک سایہ دار درخت کے نیچے آپ آرام فرما رہے تھے (شکست خوردہ) مشرکین میں کا ایک شخص (جو شروع سے گھات میں لگا ہوا تھا بے خبری میں) آ پہنچا آپ کی تلوار درخت پر لٹکی ہوئی تھی اس نے فوراً تلوار (درخت سے اتار کر) سونت لی اور (سر مبارک پر کھڑے ہو کر) کہا تم مجھ سے نہیں ڈرتے؟ آپ نے (نہایت اطمینان واعتماد کے ساتھ) فرمایا نہیں تو اس نے کہا اب تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟ آپ نے (بڑے یقین واعتماد کے ساتھ) فرمایا: اللہ۔

تشریح: اس حدیث پاک میں محبوب رب العالمین نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان یقین وتوکل علی اللہ امت کے لئے ایمان افروز اور سبق آموز ہے شدید ترین جان کے خطرہ کے باوجود کہ ظاہری حالات کے اعتبار سے برہنہ تلوار ہاتھ میں لئے خون کا پیاسا دشمن سر پر کھڑا ہے اور چشم زدن میں سر تن سے جدا ہونا بظاہر یقینی ہے مگر آپ ہیں کہ ذرہ برابر خوف وہراس اور

گھبراہٹ آپ کے پاس تک نہیں پھٹکتی اور نہایت اطمینان وسکون اور دل جمعی کے ساتھ اٹھ کر بیٹھ جاتے ہیں اور اس کے سوالوں کا پورے یقین واعتماد کے ساتھ جواب دیتے ہیں اسی یقین وتوکل علی اللہ کے رعب اور صبر واستقلال کی ہیبت اور ایمان باللہ کے سکون واطمینان کی طاقت سے مرعوب ہو کر وہ خون کا پیاسا دشمن خائف ہو کر لرزہ براندام ہو جاتا ہے کپکپانے لگتا ہے اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑتی ہے اور آپ نہایت اطمینان سے اپنی تلوار اٹھا لیتے ہیں اور اپنے فرض منصبی کے تحت اس اقدام قتل کے جرم کی سزا دینے کی بجائے اس کو اللہ تعالیٰ اور اسکی قدرت سے آگاہ اور متوجہ کرنے کی غرض سے سوال فرماتے ہیں **من یمنعک منی**۔ اب تجھے میرے ہاتھ سے کون بچائے گا مگر اس کا زنگ کفر وشرک اتنا سخت تھا کہ اللہ تعالیٰ کہنے اور خدا کی پناہ لینے کے بجائے آپ کی عالم نواز رحمت وشفقت کی پناہ لیتا ہیں اور کہتا ہے کہ کن خیر آخذ آپ ہی بہترین تلوار اٹھانے والے بن جائیں آپ نے اپنی پیغمبرانہ بصیرت سے محسوس فرمالیا کہ اگرچہ یہ ابھی اسلام قبول کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہے مگر مزید شفقت ورحمت اور عفو ودرگذر کا برتاؤ کرنے سے نہ صرف یہ بلکہ اس کا پورا قبیلہ مسلمان ہو جائے گا اس لئے اس کے جنگ میں ناظر ندار رہنے کے بعد پر ہی اس کی جان بخشی فرمادیتے ہیں تاکہ اپنے قبیلے میں جا کر رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثل شفقت ورحمت اور بینظیر عفو ودرگذر سے سب کو آگاہ کرے اور پورا قبیلہ آپ کا گرویدہ ہو کر مسلمان ہو جائے چنانچہ ایسا ہی ہوتا ہے۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے یقین وتوکل علی اللہ کے رعب اور ہیبت سے دشمنوں کے مرعوب ہونے کا صرف یہی ایک واقعہ نہیں ہے بلکہ یہ رعب ایک مستقل طاقت وقوت تھی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے لئے عطا فرمائی تھی چنانچہ ارشاد ہے۔

سنلقی فی قلوب الذین کفروا الرعب (آل عمران: ع ۱۶)

(تم اطمینان رکھو) ہم یقیناً ان کافروں کے دلوں میں (تمہارا) رعب ڈال دیں گے

چنانچہ خاتم انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں نصرت بالرعب' رعب اور ہیبت کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کی تاریخ شاہد ہے کہ بارہا آپ کا رعب ہی دشمنوں کی پسپائی اور آپ کی کامیابی اور فتح وظفر کا سبب بنا ہے۔

بہرصورت مذکورہ بالا واقعہ میں سرخیل متوکلین' توکل کرنے والوں کے سردار نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر وتحمل علی اللہ پر مبنی تھا جو آپ آیات قرآن عظیم کے تحت پڑھ چکے ہیں اسی صبر وتوکل علی اللہ کے آپ مامور تھے۔

امت کی بد نصیبی

امت محمدیہ اپنے سرتاپا شفقت ورحمت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس یقین وتوکل اور طرز عمل سے اگر سبق نہ حاصل کرے تو اس کی بڑی زبردست بدنصیبی اور محرومی ہے اعاذنا اللہ منہ اللہ ہمیں اس سے بچائے۔

دُعا کیجئے: اے خالق آسمانوں کے اور زمین کے! آپ میرے کارساز ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی مجھ کو پوری فرمانبرداراں کی حالت میں دنیا سے اٹھا لیجئے اور مجھ کو خالص نیک بندوں میں شامل کر لیجئے۔

اے میرے رب! مجھ کو بھی نماز کا (خاص) اہتمام رکھنے والا رکھئے اور میری اولاد میں بھی بعضوں کو

توکل کے ثمرات

عن عمر رضی الله عنه قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: لو انکم تتوکلون علی الله حق توکله لرزقکم کما یرزق الطیر، تغدو خماصا وتروح بطانا (ترمذی)

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ہادئ برحق نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایسا توکل کرو جیسا اس کا حق ہے تو وہ تم کو اس طرح (بغیر کسی فکر و سرگردانی کے) روزی دے جیسے وہ پرندوں کو روزی دیتا ہے کہ وہ صبح سویرے بھوکے (جنگلوں میں) جاتے ہیں شام کو شکم سیر پیٹ بھرے واپس آتے ہیں۔

تشریح: اس حدیث پاک میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو بتلانا چاہتا ہیں کہ تمہاری تمام تر معاشی سرگردانی اور دنیاوی فکر و پریشانی جس میں تم شب و روز سرگرداں رہتے ہو اور مارے مارے پھرتے ہو نہ دن کو چین نصیب ہے نہ رات کو آرام، نو بنو فکروں اور تازہ بتازہ پریشانیوں نے خواب و خور تم پر حرام کر رکھا ہے اس کا واحد سبب صرف اللہ تعالیٰ پر کامل توکل اور پورا بھروسہ نہ ہونا ہے یا اس میں کمی اور کوتاہی ہے اور اگر تم اللہ اور اس کی رزق رسانی، حاجت روائی اور کارسازی پر بغیر ذرہ برابر تذبذب و تردد اور بدون کسی شک و شبہ کے کامل یقین و ایمان اور بھروسہ رکھو تو تم کو ان تمام لایعنی دنیاوی فکروں اور بے حاصل معاشی سرگردانیوں سے کلی طور پر نجات حاصل ہو جائے اور تم پورے اطمینان و دلجمعی اور ذہنی آسودگی و یکسوئی کے ساتھ خدا اور اس کے رسول کے احکامات کے تحت دین اور دنیا کے تمام فرائض بخوبی انجام دینے کی سعادت حاصل کر سکو تم ذرا دیکھو اور غور کرو! پرندے کس بے فکری، دل جمعی اور آسودگی و یکسوئی کے ساتھ رات بھر اپنے گھونسلوں میں بسیرا کرتے ہیں اور پھر صبح ہوتے ہی کس اطمینان کے ساتھ رزاق مطلق کی رزق رسانی پر بھروسہ کر کے جنگل میں چلے جاتے ہیں اور دن بھر دانہ چنتے اور چگتے رہتے ہیں اور شام کو شکم سیر ہو کر اپنے گھونسلوں میں واپس آ جاتے ہیں وہ کل کی فکر اور ان ہوئی بات کی پریشانی و سرگردانی سے بالکل آزاد اور بے فکر رہتے ہیں مشیت خداوندی سے جو مصیبت یا آفت سامنے آتی ہے اس سے بچنے کے لئے جو وسائل پروردگار نے ان کو دیئے ہیں ان سے کام لیتے ہیں قسمت میں بچنا ہوتا ہے تو بچ جاتے ہیں ورنہ شکار ہو جاتے ہیں بہر صورت اس قبل از مرگ واویلا سے اور ہائے کل کیا ہوگا اور کہاں سے آئے گا کی فکر و پریشانی سے وہ بالکل آزاد فارغ البال اور مطمئن رہتے ہیں اسکے برعکس توکل علی اللہ کی نعمت و دولت سے محروم انسان کو شب و روز کی زندگی میں چین و آرام، سکون و اطمینان اور بے فکری و آسودگی تو کیا نصیب ہوتی اس کو تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور فرض نماز تک یکسوئی اور دل جمعی کے ساتھ پڑھنی نصیب نہیں ہوتی کسی فارسی کو شاعر نے اسی لاحاصل معاشی پریشانی اور پراگندہ خیالی کا نقشہ ذیل کے شعر میں خوب کھینچا ہے وہ کہتا ہے کہ شب چو عقد نماز بر بندم، چہ خورد بامداد فرزندم

یہ تمام تر مصیبت اور تباہی صرف اللہ تعالیٰ کی لامحدود وقدرت پر اور اس کی روزی رسانی حاجت روائی اور کار برآری پر کامل یقین و ایمان اور اعتماد و توکل نہ ہونے کا نتیجہ ہے کاش

امت اپنے پیارے اور مہربان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات وتعلیمات پر صدق دل سے پورے طور پر عمل کر کے ان لایعنی دینوی فکروں معاشی پریشانیوں اور سرگردانیوں سے جن کی وجہ سے دین کے ساتھ دنیا بھی برباد ہو رہی ہے نجات حاصل کرے اور اطمینان وسکون، دلجمعی وفارغ البالی کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات پر عمل کر کے دین اور دنیا دونوں کی فلاح اور کامرانی سے سرفراز ہو۔

تنبیہ: آپ پوری وضاحت اور تفصیل کے ساتھ توکل کے بیان میں پڑھ چکے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب ظاہری اسباب ووسائل تلاش وجستجو اور تدبیر وجدوجہد کو ترک کر دینا ہرگز نہیں ہے آخر پرندے بھی تو صبح ہوتے ہی گھونسلوں سے نکل کر روزی کی تلاش میں جنگل جاتے ہیں دانہ دنکا بھی چنتے اور چگتے ہیں اور اپنا پیٹ بھرتے ہیں اگر وہ دن نکلنے کے بعد بھی گھونسلوں میں ہی پڑے رہیں اور پرتک نہ ہلائیں تو یقیناً بھوکے مرجائیں اسی طرح حلال روزی کی تلاش وجستجو اور اس کے لئے جدوجہد اور تدابیر ووسائل کو اختیار کرنا ہر انسان خصوصاً مسلمان کا تو فرض بلکہ بہت بڑی عبادت ہے اس لئے کہ ہادیٔ برحق نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

کل لحم نبت من الحرام فالنار اولی به

جو گوشت حرام (غذا) سے اگے (پیدا ہو) وہ جہنم ہی کے لائق ہے۔

اس لئے توکل علی اللہ کے معنی ظاہری اسباب وتدابیر کو ترک کر دینا ہرگز نہیں ہیں جیسا کہ آپ تفصیل سے پڑھ چکے ہیں۔

دُعا کیجئے

اے ہمارے رب! اور میری (یہ) دعا قبول کیجئے۔

اے ہمارے رب! میری مغفرت کر دیجئے اور میرے ماں باپ کی بھی اور کل مؤمنین کی بھی حساب قائم ہونے کے دن۔

اے میرے پروردگار! ان دونوں (والدین) پر رحمت فرمائیے جیسا انہوں نے مجھ کو بچپن میں پرورش کیا ہے۔

اے رب! مجھ کو خوبی کے ساتھ پہنچائیو اور مجھ کو خوبی کے ساتھ لے جائیو اور مجھ کو اپنے پاس سے ایسا غلبہ دیجیو جس کے ساتھ نصرت ہو۔

اے ہمارے پروردگار! ہم کو اپنے پاس سے رحمت کا سامان عطا فرمائیے اور ہمارے لئے (اس) کام میں درستی کا سامان مہیا کر دیجئے۔

اے میرے رب! میرا حوصلہ فراخ کر دیجئے اور میرا (یہ) کام (تبلیغ کا) آسان فرما دیجئے۔ اور میری زبان سے بستگی (لکنت کی) ہٹا دیجئے تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں۔

اے میرے رب! میرا علم بڑھا دے۔ مجھ کو یہ تکلیف پہنچ رہی ہے اور آپ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہیں۔

اے میرے رب! مجھ کو لاوارث مت رکھیو۔ (یعنی مجھ کو فرزند دیجئے کہ میرا وارث ہو) اور سب وارثوں سے بہتر آپ ہی ہیں۔

اے میرے رب! مجھ کو (زمین پر) برکت کا اتارنا اتاریو اور آپ سب اتارنے والوں سے اچھے ہیں۔

توکل کی دعا

عن ابی عمارة البراء بن عازب رضی الله عنهما قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: یا فلان اذا اویت الی فراشک فقل: اللهم اسلمت نفسی الیک ووجهت وجهی الیک: وفوضت امری الیک، والجات ظهری الیک، رغبة ورهبة الیک لا ملجا ولا منجی منک الا الیک آمنت بکتابک الذی انزلت ونبیک الذی ارسلت (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: (ایک دن) نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجھے خطاب کر کے) فرمایا اے عازب کے بیٹے براء جب تم اپنے بستر پر لیٹا کرو تو یہ دعا پڑھا کرو! اے اللہ! میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کر دیا اور اپنا چہرہ (رخ) تیری طرف موڑ دیا اور اپنا ہر کام (اور ہر معاملہ) تیرے حوالے کر دیا اور اپنی کمر کا سہارا (پشت پناہ) تجھ کو بنا لیا تیری رحمت کی رغبت اور تیری ناراضگی کے خوف کی وجہ سے (اس لئے کہ) تیرے قہر وغضب سے نجات اور پناہ کی جگہ تیرے رحم وکرم کے سوا اور کہیں نہیں جو کتاب (قرآن) تو نے اتاری ہے اس پر میں ایمان لا چکا ہوں اور جو نبی (محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام) تو نے بھیجا ہے اس پر بھی ایمان لا چکا ہوں (اس لئے تیری رحمت کا مستحق ہوں) (اس کے بعد) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس دعا کو پڑھ کر سونے کا فائدہ بیان) فرمایا: اگر تم (اس دعا کو پڑھنے کے بعد) اسی رات میں مر گئے تو فطرت سلیمہ یعنی دین الٰہی پر مرو گے اور اگر صبح (زندہ سلامت) اٹھے تو خیر وخوبی کے ساتھ اٹھو گے۔ صحیحین (بخاری اور مسلم) ہی کی دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے (خطاب کر کے) فرمایا (اے براء بن عازب) جب تم اپنے بستر پر (لیٹنے کے ارادہ سے) آؤ تو (پہلے) نماز کی طرح پورا وضو کرو پھر دائیں پہلو پر لیٹو اور یہ دعا پڑھو (اس کے بعد مذکورہ بالا دعا تعلیم فرمائی) اور ارشاد فرمایا: یہ تمہاری زبان سے نکلنے والے آخری کلمات ہونے چاہئیں (یعنی اس دعا کے بعد اور کوئی بات مت کرو اور سو جاؤ)

تشریح: اس حدیث شریف میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو دعا کے پیرایہ میں توکل علی اللہ کے آخری اور اعلیٰ وارفع مرتبہ تفویض وتسلیم کی تعلیم دی ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں توکل علی اللہ کا ایک مرتبہ تو یہ ہے کہ بندہ اپنے خالق ومالک کے حکم کی بنا پر دینی اور دنیوی تمام کاموں اور معاملات میں ظاہری اسباب ووسائل اور تدابیر کو اختیار تو کرے مگر اس یقین وایمان کے ساتھ کہ ان پر نتائج اور اثرات مرتب ہونا یا نہ ہونا صرف اور محض اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے حقیقی کارساز وہی ہے دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کارسازی، حاجت روائی پر یقین وایمان اس قدر قوی پختہ اور غالب ہو کہ بندہ کی نظر میں ظاہری اسباب وتدابیر کی کوئی اہمیت ووقعت اور دل میں کوئی قدر وقیمت باقی نہ رہے اور اسباب ووسائل سے قطع نظر کلی طور پر اللہ تعالیٰ کی کارسازی اور حاجت روائی پر عین الیقین مشاہدہ کے درجہ میں یقین کامل نصیب ہو جائے اور اسباب تدبیر وجدوجہد کار برآری کی تاثیر سے بالکل خالی اور عاری محسوس ہونے لگیں تیسرا اور آخری مرتبہ یہ ہے کہ بندہ نہ صرف اپنے تمام

دینی اور دنیوی کاموں اور معاملات کو بلکہ خود اپنے کو بھی اپنے پیدا کرنے اور پرورش کرنے والے مالک کے سپرد کر دے اور کلی طور پر خود کو اور اپنی تمام ظاہری اور باطنی قوتوں کو اعضا و جوارح کو اپنے پروردگار کے احکام کا فرمانبردار اور مطیع ومنقاد بنا دے اور اس کے ہر قول و فعل، نقل وحرکت اور قصد وارادہ کا واحد مقصد اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری ہو اور بس وہ کوئی کام اپنے لئے نہ کرے بلکہ جو کچھ کرے اللہ تعالیٰ کے لئے کرے، کھائے پیئے تو اللہ تعالیٰ کے لئے سوئے اور آرام کرے تو اللہ تعالیٰ کے لئے، بیوی بچوں کے حقوق ادا کرے تو اللہ تعالیٰ کے لئے دوستوں اور قرابتداروں کی امداد واعانت کرے تو اللہ تعالیٰ کے لئے، اور دشمنوں کافروں اور مشرکوں سے جنگ کرے تو اللہ تعالیٰ کے لئے، توکل کے اس مرتبہ پر پہنچنے کے بعد بندہ کی اپنی منفعت ومضرت کامیابی وناکامی کا سوال ہی ختم ہو جاتا ہے صرف اللہ تعالیٰ کی کارسازی وکارفرمائی باقی رہ جاتی ہے توکل علی اللہ کے اس مرتبہ کا نام تفویض وتسلیم ہے عارفین اس تفویض وتسلیم کے مرتبہ کے بعد بھی توکل کا ایک مرتبہ بتلاتے ہیں اور وہ یہ کہ بندہ اپنی تمام خواہشات ومرضیات سے بھی دستبردار ہو جائے اس کی خواہش ہو بہو وہی ہو جو اس کے رب کا منشا ہو اس کی مرضی بعینہ وہی ہو جو اس کے مولیٰ کی مرضی ہو اور راضی برضاء مولیٰ رہ کر زندگی بسر کرے ارباب باطن اس مرتبہ کو مقام رضاء سے تعبیر کرتے ہیں علماء ظاہر اس مرتبہ کو تفویض وتسلیم کے مرتبہ کے تحت ہی داخل کرتے ہیں۔

توکل کے اس مرتبہ کا ثبوت قرآن وحدیث سے

توکل کے ان تمام مراتب ومدارج کے بیان سے متعلق قرآن عظیم کی آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بکثرت موجود ہیں، ہم یہاں تفویض وتسلیم کے بیان سے متعلق اس حدیث پاک کی تشریح سے پہلے قرآن کریم کی صرف دو آیتیں قارئین کے سامنے پیش کرنا مناسب سمجھتے ہیں سورۃ المؤمن میں اللہ تعالیٰ رجل من ال فرعون کی زبان سے ارشاد فرماتے ہیں

اور میں تو اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں (اس لئے کہ) بیشک اللہ اپنے بندوں کو خوب اچھی طرح دیکھتا ہے۔

سورۃ النساء میں اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرماتے ہیں ذرا زور کلام ملاحظہ فرمایئے ارشاد ہے۔

پس یونہی نہیں قسم ہے تیرے رب کی وہ مومن (ہرگز) نہ ہوں گے یہاں تک کہ وہ اپنے تمام باہمی معاملات میں تجھ کو حکم (نہ) مان لیں اور پھر وہ اپنے دلوں میں تیرے کئے ہوئے فیصلہ سے (کسی قسم کی) تنگی (ناگواری) بھی محسوس نہ کریں اور (دل وجان سے اپنے معاملات کو) کلی طور پر سپرد کر دیں۔

حدیث اور اس میں مذکور دعا کی تشریح اور دعا کا پیرایہ اختیار کرنے کی وجہ

اس سے قبل آپ اہم ترین دینی مقاصد اور مہمات امور کو دعا کے پیرایہ میں بیان کرنے اور تعلیم دینے کا فائدہ پڑھ چکے ہیں کہ دعا مانگنے کے وقت اللہ تعالیٰ عم نوالہ کی طرف بندوں کی توجہ اور عبدیت عاجزی وانکساری کا اظہار اور اس کے جلال وجمال کا استحضار شعور واحساس سب سے زیادہ ہوتا ہے اور بندہ کے اس عاجزی وانکساری کے اظہار میں اور ہمہ تن اپنے رب کی طرف توجہ کے اندر ایسی زبردست مقناطیسی کشش رکھی ہوئی ہے کہ وہ فوراً رب العالمین کے گوناگوں رحم وکرم اور بے پایاں فضل وانعام کو بندہ کی جانب اس طرح کھینچ لیتی ہے جیسے مقناطیس لوہے کو کھینچ لیتا ہے اس لئے بندہ اس حالت میں جو بھی بڑی سے بڑی چیز مانگتا ہے وہ ارحم الراحمین رب العالمین اسے دے دیتا ہے درحقیقت مالک الملک رب العالمین کے دینے میں تو کمی یا کوتاہی کا امکان ہی نہیں، کمی اور کوتاہی جو بھی ہوتی ہے بندہ کے مانگنے میں ہوتی ہے۔

سیرت طیبہ سے توکل کا دوسرا واقعہ

عن ابی بکرن الصدیق رضی الله عنه عبدالله بن عثمان بن عامربن عمر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرة بن لؤی بن غالب القریشی التیمی رضی الله عنهم. وهو وابوه وامه صحابة، رضی الله عنهم (ریاض الصالحین)

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں (قریش اور مشرکین مکہ کی سازش قتل کو ناکام بنانے کی غرض سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے وطن عزیز مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے کے موقع پر غار ثور کے اندر روپوش ہونے کے زمانہ میں ایک دن) مجھے (غار کے اوپر سے کھوج لگانے والے) مشرکین کے پاؤں نظر آئے اور ہم اسی غار کے اندر چھپے ہوئے تھے اور عین ہمارے سروں پر وہ کھڑے تھے تو میں نے (گھبرا کر) نبی رحمت، حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ یارسول اللہ! (خدا نہ کرے) ان میں سے کسی نے بھی اپنے قدموں کی طرف ذرا جھک کر دیکھا تو ہم انہیں صاف نظر آ جائیں گے (اور پھر ان کے چنگل سے بچنا ناممکن ہے) تو مجسمہ یقین وایمان، پیکر صبر وتوکل، حبیب رب العالمین، صلی اللہ علیہ وسلم نے (انتہائی سکون واطمینان کے ساتھ) فرمایا: اے ابوبکر! ان دو مظلوم بندوں کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جن کا تیسرا (محافظ ونگہبان) اللہ تعالیٰ ہے (کیا وہ انہیں خون کے پیاسے ظالم دشمنوں کے ہاتھوں تباہ ہونے دے گا)

متعلقہ واقعہ کا بیان اور حدیث کی تشریح

سرور کائنات حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ مکرمہ سے ہجرت کا واقعہ آپ کی سیرت مقدسہ کا انسانی تصور اور وہم وگمان سے بالاتر گوناں گوں قدرت الٰہیہ کے کرشموں پر مشتمل ایک عجیب واقعہ ہے پورا کا پورا واقعہ یوں تو بے شمار عجیب وغریب تصرفات الٰہیہ پر مشتمل تاریخ انسانی کا بے مثل واقعہ بلکہ آپ کا عظیم معجزہ ہے جس کی ایمان افروز تفصیلات سیرت کی کتابوں میں پڑھ کر مومن مسلمان کو اپنا ایمان باللہ تازہ کرتے رہنا چاہئے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یگانہ رفیق ہجرت یار غار صدیق اکبرؓ نے مذکورہ بالا حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال توکل علی اللہ اور یقین وایمان باللہ سے امت کو متعارف کرانے کے لئے اس واقعہ کا صرف وہ حصہ جو انتہائی خطرناک حالت سے دوچار ہونے اور خطرہ میں گھر جانے کے وقت جبکہ امت کے اللہ تعالیٰ کی کارسازی پر سب سے بڑے توکل اور بھروسہ کرنے والے صدیق اکبر بھی گھبرا جاتے ہیں۔ آپ کے انسانی تصور سے بالاتر اللہ تعالیٰ شانہ کی کارسازی پر مکمل اعتماد اور بھروسہ کا مظہر ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ بھی اپنے محبوب کے اس اعتماد سے خوش ہوکر قرآن عظیم میں بعینہٖ آپ کے ایمان افروز جواب کو نقل فرماتے ہیں ارشاد ہے۔

(اے مسلمانو) اگر (بالفرض) تم اس (ہمارے پیارے نبی) کی مدد نہ بھی کرو تو کیا بگڑتا ہے اس لئے بیشک اسکی مدد تو اللہ تعالیٰ نے ایسے (آڑے) وقت کی ہے جبکہ کفار نے اس کو اپنے وطن عزیز مکہ سے نکلنے پر مجبور کردیا تھا (اس حالت میں کہ وہ (ہمارا پیارا نبی صرف دو میں کا دوسرا تھا (یعنی صرف دو نفر تھے)

جبکہ وہ اپنے (گھبرائے ہوئے) رفیق سفر سے (اس کی تسلی اور اطمینان کیلئے کہہ رہا تھا تم غم نہ کرو بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے (اس کے اس اعتماد وتوکل سے خوش ہو کر اپنا (خاص عطیہ) سکون (واطمینان) اس پر اتار دیا اور ایسی (فرشتوں کی) فوجوں سے اس کی تائید (وتقویت) فرمائی جو تم (انسانوں) کو نظر بھی نہیں آتیں اور کافروں کی بات بھی نیچی کر دی اور اللہ کی بات ہی اونچی رہتی ہے اور اللہ تو بڑا زبردست (اور) حکمت والا ہے۔

اس واقعہ ہجرت کا مختصر سا بیان

حضرت العلامہ شبیر احمد عثمانی قدس سرہ کے تحریر کردہ فوائد قرآن عظیم میں سے مذکورہ بالا آیت کریمہ سے متعلق فائدہ اس موقع پر نقل کر دینا مناسب سمجھتے ہیں سورۃ براۃ رکوع (۶) کی مذکورہ بالا آیت کریمہ کے تحت لکھتے ہیں مشرکین کا آخری مشورہ یہ قرار پایا تھا کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک نوجوان منتخب ہو اور وہ سب مل کر بیک وقت آپ پر ضرب لگائیں (وار کریں) تاکہ ''خون بہا'' دینا پڑے تو سب قبیلوں پر تقسیم ہو جائے اور بنی ہاشم کی یہ ہمت نہ ہو کہ وہ (آپ کے قصاص کیلئے) سارے عرب (قبائل) سے لڑائی مول لیں جس شب میں اس ناپاک کارروائی (سازش) کو عملی جامہ پہنانے کی تجویز تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بستر پر حضرت علیؓ کو لٹایا تاکہ وہ لوگوں کی امانتیں احتیاط سے آپ کے (تشریف لے) جانے کے بعد ان کے مالکوں کے حوالے کر دیں اور حضرت علیؓ کی تسلی فرمائی کہ تمہارا بال (تک) بیکا نہ ہوگا (تم مطمئن رہو) پھر خود بنفس نفیس ظالموں کے ہجوم میں سے (جنہوں نے مکان کا مکمل محاصرہ کیا ہوا تھا) شاہت الوجوہ یہ چہرے مسخ ہوں اندھے ہوں۔ فرماتے ہوئے اور ان کی آنکھوں میں خاک جھونکتے ہوئے (سب کے سامنے سے) صاف (محاصرہ سے باہر) نکل آئے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو (جو پہلے سے تیار بیٹھے تھے) ساتھ لیا اور مکہ سے چند میل ہٹ کر غار ثور میں قیام فرمایا یہ غار پہاڑ کی بلندی پر ایک بھاری مجوف (اندر سے خالی) چٹان ہے جس میں داخل ہونے کا صرف ایک راستہ تھا وہ بھی ایسا تنگ کہ انسان کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر اس میں گھس نہیں سکتا صرف لیٹ کر داخل ہونا ممکن تھا (چنانچہ) اول حضرت ابوبکر نے اندر جا کر اسے صاف کیا سب سوراخ کپڑے سے بند کئے کہ کوئی زہریلا کیڑا مکوڑا گزند نہ پہنچا سکے ایک سوراخ باقی (رہ گیا) تھا (سو) اس میں (بیٹھنے کے بعد) اپنا پاؤں اڑا دیا سب انتظام کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر تشریف لانے کو کہا آپ اندر آ کر) صدیق اکبرؓ کے زانو پر سر مبارک رکھ کر استراحت فرما رہے تھے کہ سانپ نے ابوبکر صدیقؓ کا پاؤں (جو اس کے سوراخ میں اڑا ہوا تھا) ڈس لیا مگر ابوبکر صدیقؓ (اس کے باوجود) پاؤں کو مطلق حرکت نہ دیتے تھے (اور سانپ کاٹے جا رہا تھا) کہ مبادا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استراحت میں خلل پڑے جب آپ کی آنکھ کھلی اور سانپ کے ڈسنے کا قصہ معلوم ہوا تو آپ نے لعاب مبارک صدیق اکبرؓ کے پاؤں کو لگا دیا جس سے فوراً (زہر اتر گیا اور) شفا ہوگئی ادھر کفار ''قائف'' یعنی نشان قدم سے کھوج لگانے والے کو ہمراہ لے کر جو نشان ہائے قدم کی شناخت میں ماہر تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلے اس نے عین غار ثور تک نشان قدم کی شناخت کی مگر خدا کی قدرت کہ (اتنی دیر میں) غار کے دروازے (منہ) پر ایک مکڑی نے جالا تن لیا اور ایک جنگلی کبوتر نے وہاں انڈے دے دیئے یہ دیکھ کر سب نے قائف کو جھٹلایا اور کہنے لگے کہ یہ مکڑی کا جالا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے بھی پہلے کا معلوم ہوتا ہے اگر اندر کوئی داخل ہوتا تو یہ جالا اور انڈے کیسے صحیح سالم رہ سکتے تھے (اس وقت) ابوبکر صدیقؓ کو اندر

سے کفار کے پاؤں نظر آ رہے تھے انہیں فکر تھی کہ کہیں جان سے زیادہ محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس کے لئے وہ سب کچھ فدا کر چکے ہیں دشمنوں کی نظر نہ پڑ جائیں گھبرا کر کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! اگر ان لوگوں نے ذرا جھک کر اپنے قدموں کی طرف نظر ڈالی تو ہم کو دیکھ پائیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر! ان دو شخصوں کے متعلق تیرا کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ تعالیٰ ہے یعنی جب اللہ تعالیٰ (ہمارا نگہبان) ہمارے ساتھ ہے تو پھر کس کا ڈر ہے (مطلق غم نہ کرو) اس وقت حق تعالیٰ نے ایک خاص قسم کی کیفیت سکون واطمینان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر اور آپ کی (رفاقت) کی برکت سے ابوبکر صدیقؓ کے قلب پر نازل فرمائی (اور وہ بھی مطمئن ہو گئے) اور فرشتوں کی فوج سے (آپ کی) حفاظت وتائید کی یہ اسی تائید غیبی کا کرشمہ تھا کہ مکڑی کا جالا جسے (قرآن عظیم) نے اوھن البیوت۔ سب سے زیادہ کمزور گھر بتلایا ہے بڑے بڑے مضبوط ومستحکم قلعوں سے بڑھ کر ذریعہ تحفظ بن گیا اس طرح خدا نے کفار کی بات نیچی کر دی اور ان کی تدبیریں خاک میں ملا دیں۔

صورت حال کے اس نہایت مختصر بیان سے بھی آپ اندازہ اور یقین کر سکتے ہیں کہ خطرہ انتہائی شدید تھا ظاہری اسباب کے اعتبار سے آپ کی گرفتاری اور قتل یقینی تھا قائف نے دشمنوں کو عین آپ کے سر پر لے جا کر کھڑا کر دیا تھا تلاش کرنے والوں کا غار میں جھک کر دیکھنا یقینی تھا اور آپ اس وقت نہتے اور بالکل خالی ہاتھ تھے دفاع اور مزاحمت بالکل نہیں کر سکتے تھے بڑے سے بڑے زور آور، قوی دل اور نڈر انسان کے بھی ایسے وقت میں اوسان خطا ہو جانے یقینی ہیں مگر آپ ہیں کہ سکون واطمینان کے ایک پہاڑ کی طرح قطعی مطمئن اور بالکل بے پرواہ محض اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر بیٹھے ہیں خوف وہراس یا گھبراہٹ کا نام تک نہیں بلکہ اپنے رفیق سفر کو بھی پورے طور پر مطمئن فرما دیتے ہیں یہ سکون واطمینان اور اعتماد بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ کے وعدے پر: **واللہ یعصمک من الناس** اور اللہ تم کو لوگوں سے بچائے گا غیر متزلزل یقین وایمان کا نتیجہ تھا آپ کو آفتاب نصف النہار کی طرح اللہ تعالیٰ کی حفاظت نگہبانی اور کارسازی پر یقین تھا اسی لئے ناموافق ظاہری اسباب پر مبنی ہلاکت کے یقینی خطرہ میں گھرا ہونے کے باوجود آپ بالکل مطمئن اور بے فکر تھے یہ ہے اللہ تعالیٰ کی لامحدود قدرت پر یقین وایمان اور اس کی ''کارسازی'' پر بھروسہ اور توکل جس کی مثال نہیں مل سکتی۔

سبحان اللہ وصلی اللہ علی نبیہ وحبیبہ وسلم

دُعا کیجئے

اے میرے رب! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں شیطانوں کے وسوسوں سے اور

اے میرے رب! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ شیطان میرے پاس بھی آئیں۔

اے میرے رب! (میری خطائیں) معاف کر اور رحم کر اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

اے ہمارے پروردگار! ہم سے جہنم کے عذاب کو دور رکھئے کیونکہ اس کا عذاب پوری تباہی ہے۔

اے ہمارے پروردگار! ہم کو ہماری بیبیوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک (یعنی راحت) عطا فرما اور ہم کو متقیوں کا افسر بنا دے۔

توکل علی اللہ کے حصول کی دعائیں

عن ام المومنين ام سلمة، واسمها هند بنت ابى امية حذيفة المخزومية، رضى الله عنها، ان النبى صلى الله عليه وسلم كان اذا خرج من بيته قال بسم الله توكلت على الله اللهم انى اعوذبک ان اضل اواضل اوازل اوازل اواظلم اواظلم اواجهل اويجهل على.

ترجمہ: ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم جب نبوۃ کدہ گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو یہ دعا پڑھا کرتے۔

بسم الله توكلت على الله اللهم انى اعوذبک ان اضل اواضل اوازل اوازل اواظلم اواظلم اواجهل اويجهل على.

اللہ کے (مبارک) نام کے ساتھ (میں گھر سے باہر قدم رکھتا ہوں) میں نے (کارسازی حقیقی) اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا ہے اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں اس سے کہ میں خود گمراہ ہوں یا مجھے گمراہ کیا جائے یا میں خود کوئی لغزش کروں یا مجھ سے لغزش کرائی جائے یا میں خود ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے یا میں خود (کسی کے ساتھ) جہالت (اور بدتمیزی) کروں یا میرے ساتھ جہالت (اور بدتمیزی) کی جائے۔ یہ حدیث ''صحیح'' ہے (اگرچہ بخاری و مسلم میں نہیں آئی ہے) امام ابوداؤد اور امام ترمذی وغیرہ محدثین نے اس کو (اپنی اپنی کتابوں میں) ذکر کیا ہے یہ مذکورہ بالا الفاظ ابوداؤد کی روایت کے ہیں۔

تشریح: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے بھی گھر سے نکلتے وقت یہ پڑھ لیا:

بسم الله توكلت على الله ولاحول ولاقوة الابالله

اللہ کے (مقدس) نام کے ساتھ (گھر سے باہر نکلتا ہوں) میں نے (کارساز مطلق) اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر لیا، اور نہ (کسی بھی کام کی) قدرت (میسر آسکتی) ہے نہ قوت مگر اللہ کی مدد) سے۔ تو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) اس سے کہہ دیا جاتا ہے تجھے ہدایت دے دی گئی اور کفایت (وکفالت) کر دی گئی اور تجھے (ہر شر سے) بچا دیا گیا اور شیطان اس سے دور ہو جاتا ہے (اور اس کا پیچھا چھوڑ دیتا ہے)

اس حدیث کو بھی امام ابوداؤدؒ ترمذی امام نسائیؒ وغیرہ محدثین نے (اپنی اپنی کتابوں میں) روایت کیا ہے کہ امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے امام ابوداؤدؒ نے (اپنی کتاب میں اس حدیث کے الفاظ میں) یہ اضافہ کیا ہے تو (اس دعا مانگ لینے کے بعد) ایک شیطان دوسرے شیطان سے کہتا ہے تو کیا بگاڑ سکتا ہے اس شخص کا جس کو (منجانب اللہ خیر کی) ہدایت کر دی گئی اور کفایت کر دی گئی اور (ہر شر سے) بچا دیا گیا۔

تشریح! ان ہر دو دعاؤں کی اہمیت

یہ تو ظاہر ہی ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد ان

ہر دو دعاؤں کی تعلیم سے دراصل نعمت توکل کی اہمیت سے آگاہ کرنا اور اللہ تعالیٰ سے خاص طور پر اس کے طلب کرنے کی ہدایت فرمانا ہے اس لئے آپ بڑی تفصیل اور وضاحت کے ساتھ گذشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں کہ تمام دینی اور دنیوی امور و معاملات میں جن کا انسان مکلّف ہے کامیابی یا ناکامی کا براہ راست تعلق اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہے دنیاوی اسباب ووسائل اور انسانی تدبیروں اور کوششیں تو محض ''واسطہ'' ہیں جن کو بندہ محض حکم خداوندی کو بجالانے کے لئے اختیار کرتا ہے اس لئے ایک مسلمان کے لئے کلی طور پر یہ اللہ تعالیٰ کی کارسازی پر بھروسہ کرنے کے سوا چارہ نہیں یہی ایمان باللہ اور ایمان بالقدر' تقدیر پر ایمان کا تقاضہ ہے لہٰذا ہر کام کرنے اور ہر معاملہ کو انجام دینے کے وقت اللہ تعالیٰ پر نہ صرف مکمل طور پر بھروسہ کرنا بلکہ دعا کی صورت میں اس کا اظہار واعتراف کرنا بھی ہر مسلمان کا فرض ہے اسی لئے ہر کام کرنے کا ارادہ یا وعدہ کرنے کے وقت انشاء اللہ کلمہ توکل وتفویض کہنے کا حکم قرآن کریم میں نہ صرف امت کو بلکہ حبیب رب العالمین کو خطاب کر کے دیا گیا ہے جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں اور یہ بھی آپ پوری وضاحت کے ساتھ پڑھ چکے ہیں کہ اس مصروف زندگی میں ہر کام کے وقت توکل علی اللہ کا تصور ذہن میں اور اس کا اظہار زبان سے عموماً دشوار اور مشکل ہے اس لئے جیسے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث نمبر (۷) میں دن بھر کے تمام کاموں سے فارغ ہو کر سونے کے ارادہ سے بستر پر لیٹنے کے وقت توکل اور تفویض وتسلیم کے مضامین پر مشتمل دعا کی تعلیم دی ہے اسی طرح حدیث نمبر (۹) اور (۱۰) میں گھر سے نکلنے اور عملی زندگی شروع کرنے کے وقت یہ دعا توکل پڑھنے کی تعلیم دی ہے اس لئے کہ وہ بیشتر اہم دینی اور دنیوی امور جن میں انسان دنیوی اسباب ووسائل اور انسانی تدابیر سے کام لیتا ہے گھر سے باہر ہی انجام دیتا ہے۔ خود اپنی روزانہ کی زندگی کا جائزہ لے کر دیکھ لیجئے۔

اور کچھ بعید نہیں کہ اس حدیث میں گھر سے نکلنے کے بعد سے مراد ہی سو کر اٹھنے کے بعد ہو چنانچہ امام محمد بن محمد جزری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب حصن حصین میں ان دونوں دعاؤں کو فجر کی نماز کیلئے گھر سے نکلنے کے وقت کی دعاؤں کے ذیل میں درج کیا ہے۔

چونکہ یہ وقت گھر سے نکل کر زندگی کے کاروبار شروع کرنے کا وقت ہے اس لئے ان دونوں دعاؤں کو بسم اللہ سے شروع کیا ہے اس لئے مشہور ومعروف حدیث تسمیہ بسم اللہ کی حدیث میں آیا ہے۔

کل امر ذی بال لم یبدء باسم اللہ فھو ابتر

جو بھی اہم کام اللہ تعالیٰ کے نام سے نہ شروع کیا جائے وہ برکت سے محروم رہتا ہے۔

اور اسی لئے حدیث نمبر (۱۰) میں **کلمۃ تفویض** وتسلیم یعنی **لا حول ولا قوۃ الا باللہ** کا بھی اضافہ فرمایا ہے۔

باقی حدیث نمبر (۹) کی دعا میں سرتاپا رافت وشفقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چار ہلاکت خیز چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنے کا بھی ذکر فرمایا ہے (۱) گمراہی (۲) لغزش (۳) ظلم (۴) جہالت یعنی بدتمیزی کا برتاؤ اس لئے کہ عموماً انسان کو اپنی تدبیروں اور کوششوں میں ناکامی کا منہ انہی چیزوں کی وجہ سے دیکھنا پڑتا ہے پھر ان چاروں مضرت رساں برائیوں کا محرک کبھی خود انسان کا نفس امارہ یعنی مکار نفس ہوتا ہے اور کبھی شیطان یا شیطان فطرت شریر انسان اس لئے ان میں سے ہر ایک برائی کے واقع ہونے کی دو دو صورتیں ہیں مثلاً انسان یا از خود گمراہ ہو یا دوسرے اسے گمراہ کریں علی ہذا القیاس اس لئے معجز بیان نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک کی دونوں صورتوں کا ذکر فرما کر ان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنے کی ہدایت فرمائی ہے سبحان اللہ کس قدر مہربان ہیں ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

دوسروں کے لئے باعث برکت متوکلین

وعن انس رضی الله عنه قال: كان اخوان على عهد النبی صلی الله علیه وسلم وكان احدهما یاتی النبی صلی الله علیه وسلم والاخر یحترف، فشكا المحترف اخاه للنبی صلی الله علیه وسلم فقال: ولعلک ترزق به (ترمذی)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں دو (حقیقی) بھائی تھے ان میں سے ایک تو (روزانہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (تعلیم دین کیلئے) حاضر ہوا کرتا تھا اور دوسرا دن بھر روزی کماتا (اور گھر کا خرچ چلاتا تھا) تو ایک دن اس کمانے والے نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے بھائی کی شکایت کی (کہ یہ نکھٹو مفت کی روٹیاں کھاتا ہے ایک پیسہ نہیں کماتا گھر کا سارا بوجھ میرے اوپر ڈال رکھا ہے) تو آپ نے ارشاد فرمایا: (ارے بیوقوف تجھے کیا خبر) کہیں اسی کی برکت سے تجھے روزی نہ ملتی ہو۔

تشریح: اس کسب معاش میں مصروف رہنے والے شخص نے ناواقفیت اور نادانی کی بنا پر اپنے بھائی کے متعلق یہ سمجھ رکھا تھا کہ یہ میرا بھائی دراصل نکھٹو اور کام چور ہے محنت مزدوری سے بچنے کی غرض سے آپ کے پاس آ بیٹھتا ہے اسی لئے آپ سے شکایت کی تو ہادی امت نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بدگمانی کو دور فرمایا اور اسی کے ذیل میں اس کو اور اس کے واسطے سے تمام امت کو دو نہایت اہم باتوں پر متنبہ فرمایا ایک یہ کہ یہ تیرا بھائی اور اسی قسم کے دین کی خدمت کے لئے اپنی زندگی کو وقف کرنے والے لوگ نکمے اور کام چور نہیں ہیں بلکہ یہ تو اتنا بڑا کام انجام دے رہے ہیں کہ اگر تم سب کے سب اس کام کو چھوڑ دو اور کمائی کے پیچھے لگ جاؤ تو سب گنہگار ہو اور قیامت کے دن پکڑے جاؤ اور وہ کام ہے اول خود علم دین حاصل کرنا اور اس کے بعد خدا کے دین کو اس کی تمام مخلوق تک پہنچانا سکھانا اور اس کی نشر و اشاعت کرنا چنانچہ آیت کریمہ ذیل کے تحت علم دین حاصل کرنا اور پھر اسکی تبلیغ کرنا مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے ارشاد ہے:

فلولا نفر من كل فرقة منهم طآئفة ليتفقهوا فى الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوآ اليهم لعلهم يحذرون:

اور کیوں نہ نکلا (علم دین حاصل کرنے کیلئے) مسلمانوں کے ہر فرقہ میں سے ان میں کا ایک گروہ تا کہ وہ دین کا علم حاصل کرتا اور واپس آ کر ان کو (خدا کے دین سے) خبردار کرتا تا کہ وہ سب کے سب (خدا کی نافرمانیوں سے) بچتے اور پرہیز کرتے۔

یعنی ہر ملک ہر بستی ہر قوم، ہر قبیلہ اور ہر گھرانے کے لوگوں کا فرض ہے کہ وہ حسب ضرورت اپنے میں سے ایک یا چند آدمیوں کو علم دین حاصل کرنے اور اس کی تبلیغ و اشاعت کے لئے وقف کر دیں اور ان کے اخراجات کی خود کفالت کر کے انہیں فکر معاش سے آزاد کر دیں تا کہ وہ یکسوئی اور فارغ البالی کے ساتھ اپنا تمام وقت اور قوت کار اول خود علم دین حاصل کرنے میں صرف کریں اور پھر خود عالم دین بن کر اپنے ملک کو بستی کو قوم کو قبیلہ کو اور عام مسلمانوں کو دین سے آگاہ کرنے اور سکھانے میں ہمہ تن اور ہمہ وقت مصروف رہیں اور اگر مسلمانوں نے اس دین سیکھنے سکھانے کے سلسلہ کو دنیا کمانے کی حرص میں پڑ کر بالکل چھوڑ دیا اور سب کے سب دنیا کے دھندوں میں لگ

گئے تو دین ان میں سے اٹھ جائے گا اور سب کے سب بے دین اور قہر خداوندی میں گرفتار ہو کر دنیا میں بھی گونا گوں مصیبتوں اور تباہیوں سے دوچار ہوں گے اور آخرت میں تو جہنم ان کا ٹھکانہ ہے ہی ایسی صورت میں یہ تیرا بھائی اور اس قسم کے تمام لوگ نکھٹو' ناکارہ اور کام چور نہیں ہیں بلکہ تم سب کی طرف سے ایک دینی فرض ادا کر رہے ہیں ان کی معاشی کفالت تم سب پر فرض ہے۔

دوسری بات یہ کہ ہر انسان کو جو رازق مطلق روزی دیتا ہے وہ صرف اسی کی ضروریات پوری کرنے کے لئے نہیں دیتا بلکہ ان تمام خدا کے بندوں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے بھی دیتا ہے جو یا روزی کمانے سے عاجز ولاچار ہیں یا انہوں نے اپنے آپ کو خدا کے حکم کے تحت اللہ تعالیٰ کے دین کی حفاظت کے لئے وقف کیا ہوا ہے اور ہمہ وقت ہمہ تن اسی میں لگے ہوئے ہیں خواہ توپ وتفنگ کے ذریعہ کافروں' مشرکوں اور خدا ناشناس دشمن دین وایمان قوموں سے جنگ کرنے میں مصروف ہوں جن کو غازی کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے یا زبان وقلم کے ذریعہ سے ملحدوں' زندیقوں اور نام نہاد منافق مسلمانوں کے دین اسلام اور اسکی تعلیمات پر حملوں اعتراضات' شکوک وشبہات کا جواب دینے اور دین اور اس کے احکام وتعلیمات کی حقانیت ثابت کرنے میں ہمہ وقت اور ہمہ تن مصروف ہوں اور دنیا کے گوشہ گوشہ میں خاتم انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم:

فلیبلغ الشاهد الغائب

ہر موجود شخص کو چاہئے کہ وہ غیر موجود کو (دین) پہنچائے۔ کے تحت دین کی تبلیغ میں ہمہ تن منہمک ہوں۔

یہ دین کی حفاظت کے لئے اپنی زندگی کو وقف کر دینے والوں کا گروہ' خواہ مجاہدین ہوں خواہ علماء دین و مبلغین ہوں جو اپنی معاش اور ضروریات زندگی کے بارے میں صرف رزاق حقیقی اللہ تعالیٰ کی روزی رسانی اور حاجت روائی پر اعتماد کرتا ہے درحقیقت ان متوکلین علی اللہ کا گروہ ہے جن کی برکت سے ان کی معاشی کفالت کرنے والوں کو فراخ روزی ملتی ہے خصوصاً ایسے حالات میں کہ عالم اسباب میں ان کی معاشی کفالت کا کوئی یقینی اور قابل اعتماد وسیلہ نہ ہو جیسا کہ عہد نبوت میں اصحاب صفہ دین اور علم دین کے لئے زندگی وقف کر دینے والے صحابہ کا گروہ تھا اور اس شکایت کرنے والے کا بھائی اسی گروہ میں شامل یعنی نبوی مدرسہ کا ایک طالب علم تھا ایسی صورت میں ہر دو وجوہ کی بنا پر اس کی معاشی کفالت اس شکایت کرنے والے بھائی پر فرض اور لازم تھی لیکن نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے انداز بیان نہایت نرم اور ناصحانہ اختیار کیا اور فرمایا **لعلک ترزق به**۔ شاید اسی کی وجہ سے تجھے روزی ملتی ہو تا کہ اس جفاکش محنتی روزی کمانے والے کی دل شکنی نہ ہو ورنہ تو دوسری احادیث میں آپ نے صاف اور صریح لفظوں میں فرمایا ہے۔ **ترزقون بضعفاء کم**۔ تم کو رزق دیا جاتا ہے تم میں کے کمزور لوگوں کسب معاش سے مجبور ومعذور لوگوں' کی وجہ سے اسی لحاظ سے یہ حدیث توکل کے ذیل میں آتی ہے۔

دُعا کیجئے

اے میرے رب! مجھ کو اس پر مداومت دیجئے کہ میں آپ کی نعمتوں کا شکر کیا کروں جو آپ نے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی ہیں۔ اور (اس پر بھی مداومت دیجئے کہ) میں نیک کام کروں جس سے آپ خوش ہوں اور مجھ کو اپنی رحمت (خاصہ) سے اپنے (اعلیٰ درجہ کے) نیک بندوں میں داخل رکھئے۔

اسلام کیا ہے؟

وعن ابی عمرو، وقیل: ابی عمرة سفیان بن عبدالله رضی الله عنه قال: قلت: یارسول الله قل لی فی الاسلام قولا لا اسأل عنه احداً غیرک. قال: وقل: آمنت بالله: ثم استقم (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوعمرہ سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں: (ایک دن) میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ آپ مجھے اسلام کے متعلق ایسی (تسلی بخش) بات بتلا دیجئے کہ پھر مجھے کسی سے اسلام کے متعلق سوال نہ کرنا پڑے'' نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم (دل سے) آمنت باللہ کہہ لواور پھر پختگی کے ساتھ (زندگی بھر) اس پر قائم رہو (بس یہی اسلام ہے)

تشریح: آمنت بالله دراصل ایک معاہدہ ہے اس امر کا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی ہر بات کواور اس کے ہر حکم کو مان لیا اور اس پر عمل کرنا اپنے ذمہ لے لیا اس لئے آمنت باللہ میں اللہ پر ایمان لے آیا کے معنی یہ ہوئے کہ میں اللہ تعالیٰ کے دین اسلام پر یعنی اسلامی عقائد پر' عبادات پر' اور احکام پر ایمان لے آیا دل وجان سے ان کو برحق مان لیا اور ان پر عمل کرنے کا ذمہ دار بن گیا لہٰذا آمنت باللہ کہنے کے بعد جو شخص اسلام کے کسی بھی عقیدہ کو یا کسی بھی عبادت کو یا کسی بھی حکم کو نہ مانے اور اس کا سرے سے انکار کردے یا اس کے کوئی ایسے معنی اور مراد بتلائے جو نہ اللہ تعالیٰ نے بتلائے نہ رسول نے' نہ ہی اس چودہ صدیوں کے عرصہ میں کسی صحابی نے امام نے مجتہد نے یا کسی بھی مسلم ومستند عالم نے بیان کئے تو اس نے خود اپنی زبان سے اپنے قول آمنت باللہ کی تردید وتکذیب کردی معاہدہ کو توڑ دیا اور اسلام سے خارج اور کافر ومرتد ہو گیا اس لئے کہ اسلام نام ہے مجموعہ عقائد وعبادات واحکام کا ان تینوں میں سے کسی ایک کا بھی انکار یعنی کسی بھی عقیدہ کا انکار کسی بھی عبادت کا انکار' یا کسی بھی حکم کا انکار' اسلام کا انکار ہے چنانچہ یہودیوں نے اللہ تعالیٰ کے ایک حکم یعنی لڑائی میں اپنے حلیفوں کے ساتھ مل کر اپنے ہی ہم مذہب یہودیوں کو قتل کرنے کا خلاف کیا تھا تو اس پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

تو کیا تم (آسمانی) کتاب (تورات) کا ایک حکم مانتے ہو ایک کو نہیں مانتے؟ تو تم میں سے جو کوئی ایسا کرتا ہے اس کی سزا تو دنیا کی زندگی میں رسوائی ہے اور قیامت کے دن سخت ترین عذاب میں ڈالے جائیں گے۔

یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کسی شخص کا کسی حکومت کو تسلیم کرنا ایک معاہدہ ہوتا ہے اس امر کا کہ میں نے اس حکومت کے تمام قوانین واحکام کو مان لیا اور ان پر عمل کرنے کا ذمہ دار بن گیا اور اس کے بعد اگر وہ حکومت کے کسی ایک قانون کو بھی نہ مانے خواہ وہ فوجداری کا قانون ہو یا دیوانی کا تو وہ اس حکومت کا باغی ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو خطاب کر کے فرماتے ہیں۔

یایها الذین امنوا ادخلوا فی السلم کآفة ولا تتبعوا خطوات الشیطان انه لکم عدو مبین

اے ایمان والو تم پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر مت چلو (کہ کوئی بات تو مانو اور کوئی نہ

مانو) بیشک وہ شیطان تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

لہٰذا جو شخص خاتم النبیین کو آخری نبی نہ مانے یا اس میں کوئی تاویل کرے اور آپ کے بعد کسی بھی شخص کو کسی بھی طرح کا نبی مانے یا قرآن عظیم کو اللہ تعالیٰ کا کلام نہ مانے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حالت جذب واستغراق یعنی توسیع ذات میں کہا ہوا کلام کہے یا نماز کو عبادت نہ مانے اور کہے یہ تو اس زمانے کے فوجی تنظیم (ڈسپلن) سے ناواقف مسلمانوں کو فوجی تربیت دینے کی ایک مشق (پریڈ) تھی ہمارے زمانہ میں فوجی تعلیم وتربیت کی باضابطہ درس گاہیں کھل گئی ہیں اب نماز کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی یا زکوٰۃ کو مالی عبادت ماننے کے بجائے اسلامی حکومت کا ٹیکس قرار دے اور کہے کہ جس شخص نے سرکاری ٹیکس دے دیا اس کی زکوٰۃ ادا ہوگئی اسی طرح حج کو عبادت نہ مانے بلکہ اس زمانے کے مسلمانوں کی ایک سیاسی کانفرنس بتلائے جو آپ نے مکہ میں بلائی تھی کاروباری سود کو تجارتی منافع کہہ کر حلال اور جائز بتلائے باہمی رضامندی کے ساتھ زنا کو جائز قرار دے شراب اتنی جس سے نشہ نہ ہو یا بیر وغیرہ شرابوں کو حلال کہے غرض اسی طرح تمام شرعی احکام کا یہ کہہ کر انکار کر دے کہ یہ احکام اب سے چودہ سو برس پہلے عرب معاشرہ کے تقاضا کے مطابق دیئے گئے تھے اب نہ وہ زمانہ ہے نہ وہ معاشرہ اب ان کے بجائے قانون ساز اسمبلیوں کے بنائے ہوئے قوانین اور برسراقتدار حکومت کے احکام کی پابندی فرض ہے یہ اور اسی قسم کے نام نہاد مسلمان اپنی زبان سے خود اپنے ایمان واسلام سے خارج ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر رہے ہیں یہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے دین پر ایمان لانے کے بجائے اسلام اور مسلمانوں کے کھلے ہوئے دشمن یہودی اور نصرانی مستشرقین اور ان کی تحقیقات پر ایمان لائے ہیں انہی شیاطین کے نقش قدم پر چل رہے ہیں ان کو اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

اس زمانہ میں چونکہ ملحدوں اور بیدینوں کا ایک مخصوص فرقہ اپنے مخصوص مشن کے تحت اسلام کے نام پر اسلام کے عقائد عبادات اور احکام کی بیخ کنی پر تلا ہوا ہے اور "ماڈرن اسلام" تیار کرنے کے درپے ہے اس لئے آمنت باللہ کی تشریح میں ہم نے مذکورہ بالا تفصیلات کا بیان کرنا ضروری سمجھا تاکہ کتاب کے قارئین ان دشمنان اسلام یہودیوں اور نصرانیوں کے مہروں کی شاطرانہ چالوں میں نہ آئیں اور اپنے دین وایمان کو محفوظ رکھیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو آمنت باللہ پر استقامت کی توفیق عطا فرمائیں آمین بحرمتہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم۔

ایک اہم نکتہ آمنت باللہ اور ربنا اللہ کا باہمی ربط

امنت باللہ کی تفصیل

اسی امنت باللہ کی تفصیل نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذیل کی حدیث میں فرمائی ہے۔

رضيت بالله رباً وبالاسلام ديناً وبمحمد صلى الله عليه وسلم رسولاً ونبياً

میں نے اللہ کو رب مان لیا اور اسلام کو اپنا دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا پیغمبر اور نبی (مان لیا)

یہ تفصیل ہمارے اس بیان کی تائید کرتی ہے جو ہم نے آمنت باللہ کے معنی کے ذیل میں ذکر کیا ہے۔

امنت باللہ کی مسلمانوں میں اہمیت

آمنت باللہ کی مسلمانوں کے نزدیک اہمیت کا اندازہ اس سے کیجئے کہ اسلامی مکتبوں میں اسکولوں میں نہیں کہ ان کے سربراہوں کا مقصد تو مسلمان بچہ کے کانوں کو ان چیزوں سے

نا آشنا رکھنا ہی ہے ہر مسلمان بچے کو اسلام کے پانچ کلموں کے ساتھ ایمان مجمل کے عنوان سے یاد کرایا جاتا ہے۔

امنت باللہ کماھو باسمآءہ وصفاتہ وقبلت جمیع احکامہ

میں اللہ پر جیسا وہ ہے اپنے ناموں اور صفتوں کے ساتھ ایمان لے آیا اور اس کے تمام احکام قبول کر لئے

اور ایمان مفصل کے عنوان سے یاد کرایا جاتا ہے:

امنت باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاخر والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت.

میں ایمان لے آیا اللہ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اس کے پیغمبروں پر اور قیامت کے دن پر اور تقدیر پر جو اچھی ہو یا بری اللہ کی جانب سے ہے اور مرنے کے بعد زندہ اٹھنے پر۔

اسی کا نتیجہ ہے کہ ان مکتبوں میں پڑے ہوئے بچوں کے دل پر یہ امور جو اسلامی معتقدات کا نچوڑ ہیں پتھر کی لکیر کی طرح نقش ہو جاتے ہیں اور ساری عمر نہیں مٹتے۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں آپ سے اس گناہ کی معافی چاہتا ہوں جس سے میں نے توبہ کی ہو اور پھر لوٹ کر اس کو کر لیا ہو۔ اور میں آپ سے اس عہد کی معافی چاہتا ہوں جو میں نے اپنی جانب سے دیا ہو اور پھر اس کو پورا نہ کیا ہو۔ اور میں آپ سے معافی چاہتا ہوں ان نعمتوں کے بارہ میں جن سے میں نے قوت حاصل کر کے اسے آپ کی نافرمانی میں لگایا اور میں معافی چاہتا ہوں اس نیکی کے بارہ میں کہ میں نے اس کو خالصتاً آپ کیلئے کرنا چاہا پھر اس میں ان چیزوں کی آمیزش کر لی جو صرف آپ کے لئے نہ تھیں۔ یا اللہ آپ مجھے رسوا نہ کیجئے بے شک آپ مجھے خوب جانتے ہیں اور مجھے عذاب نہ دیجئے بے شک آپ مجھ پر ہر طرح قدرت رکھتے ہیں۔

اے اللہ! ساتوں آسمانوں، عرش عظیم کے مالک۔

اے اللہ! آپ میرے لئے ہر مہم میں کافی ہو جائیے جس طرح آپ چاہیں اور جس جگہ سے آپ چاہیں کافی ہیں مجھے اللہ میرے دین کے لئے کافی ہے مجھے اللہ میری دنیا کے لئے کافی ہے مجھے اللہ میری فکروں کے لئے کافی ہے مجھے اللہ اس شخص کے مقابلہ کے لئے جو مجھ پر زیادتی کرے کافی ہے مجھے اللہ اس شخص کے لئے جو مجھ سے حسد کرتا ہو کافی ہے مجھے اللہ اس شخص کے لئے جو مجھے بُرائی کے ساتھ دھوکہ دیتا ہے کافی ہے مجھے اللہ موت کے وقت کافی ہے مجھے اللہ سوال قبر کے وقت۔ میزان (حشر) کے پاس کافی ہے۔ صراط (محشر) کے پاس مجھے اللہ کافی ہے۔ وہ اللہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیا ہے اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔

اے اللہ! میں آپ سے شکر گزاروں جیسا اجر، مقربین کی سی مہمانداری، انبیاء علیہم السلام کی رفاقت، صدیقوں جیسا اعتقاد، اہل تقویٰ کی سی خاکساری، اہل یقین کا سا خشوع مانگتا ہوں یہاں تک کہ آپ مجھے اسی حال میں اٹھالیں اے سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحیم۔

اعتدال اور استقامت کا حکم

وعن ابی هریرة رضی الله عنه: قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: قاربوا وسددوا، واعلموا انه لن ینجو احد منکم بعمله، قالوا: ولا انت یارسول الله؟ قال: ولا انا الا ان یتتغمدنی الله برحمة منه وفضل (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم (دینی اور دنیوی) تمام کاموں میں درمیانی راہ اعتدال کو اختیار کرو اور (ساری عمر اس پر) سختی کے ساتھ قائم رہو اور یاد رکھو تم میں سے کوئی شخص بھی (محض) اپنے عمل کی وجہ سے ہرگز نجات نہیں پائے گا صحابہؓ نے عرض کیا اور نہ آپ یا رسول اللہ آپ نے فرمایا: اور نہ میں بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت (کی پناہ میں) اور فضل (وانعام کے دامن) میں چھپالے۔

تشریح: اس حدیث کے پہلے حصہ میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے دینی اور دنیوی امور میں کامیابی وکامرانی کے دو عظیم اصولوں کو بیان فرمایا ہے ایک اعتدال دوسرے استقامت ان دونوں اصولوں کی سیر حاصل تشریح آپ پڑھ چکے ہیں جس شخص کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان دونوں اصولوں پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرما دیں یقیناً وہ قرآن اور حدیث کی تصریحات کے مطابق دنیا میں بھی سرخروئی کی زندگی بسر کرے گا اور آخرت میں تو جنت اور نعیم جنت کا اس کے لئے وعدہ ہے ہی چونکہ مکار نفس ہر وقت اس کو دینی فوز وفلاح سے محروم کرنے کی گھات میں لگا رہتا ہے اس لئے اس اعلیٰ درجہ کی دینداری اور خدا پرستی کو بھی وہ اپنے ہتھکنڈوں سے انسان کی ہلاکت کا ذریعہ بنا دیتا ہے۔ ان ہتھکنڈوں میں سے ایک ہتھکنڈہ ہے عجب نفس جس کو اردو محاورہ میں خود پرستی کہتے ہیں اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جب کسی خدا کے بندے کو اس کی رحمت سے اعتدال اور استقامت کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے تو وہ نفس کے بہکائے میں آ کر خود کو بہت بڑا خدا پرست اور مقرب بارگاہ الٰہی سمجھنے لگتا ہے رفتہ رفتہ یہ عجب نفس تکبر کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور دوسرے مسلمانوں کو اپنے سے کمتر اور حقیر سمجھنے لگتا ہے اور پھر پورا شیطان بن جاتا ہے اور بقول شیخ سعدیؒ تکبر عزازیل راخوار کرد۔ بزندان لعنت گرفتار کرد۔ تکبر ہی نے شیطان کو ذلیل وخوار کیا لعنت اور پھٹکار کے زندان میں گرفتار کر دیا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مردود وملعون بن جاتا ہے۔

سرتاپا شفقت نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم انسانی فطرت کے خصوصاً اپنی امت کے سب سے بڑے نبض شناس ہیں اس لئے آپ نے اعتدال اور استقامت کی تعلیم دینے کے فوراً بعد اس گمراہی کے خطرہ کا سدباب فرما دیا کہ دیکھنا کہیں اپنے اس حسن عمل پر گھمنڈ مت کر بیٹھنا نجات ان اعمال سے نہیں ملے گی نجات کا مدار تو صرف اللہ تعالیٰ کے سایۂ رحمت میں پناہ ملنے پر ہے اور اسکا پتہ قیامت کے دن ہی چلے گا کہ اس کی رحمت کی پناہ ملی یا نہیں ملی؟ اس لئے نیکوکاری کے کتنے ہی اعلیٰ درجہ پر کیوں نہ پہنچ جاؤ کبھی اپنے اعمال صالحہ پر بھروسہ مت کرنا بلکہ خدا سے ڈرتے اور گڑگڑا کر رحمت ومغفرت کی دعائیں اس سے مانگتے رہنا پھر از راہ شفقت ورحمت صحابہؓ کے سوال کے جواب میں اپنی ذات معصوم عن الخطا قصداً خطا سے محفوظ ذات، کو بھی

رحمت وفضل خداوندی کے محتاج لوگوں کے زمرہ میں شامل فرما دیا یہی راز ہے اس کا کہ حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے اس اعلان کے باوجود کہ اللہ نے تمہارے اگلے پچھلے سب گناہ معاف فرما دیئے دن میں کم از کم سومرتبہ یعنی بکثرت توبہ واستغفار کرتے تھے جس کی تفصیل آپ توبہ واستغفار کے باب میں پڑھ چکے ہیں۔

ہمیں یقین ہے کہ اس بیان کو پڑھ کر حدیث شریف کے دونوں حصوں میں ربط وتعلق بخوبی واضح ہو گیا ہوگا انشاءاللہ العزیز۔

مختصر یہ ہے کہ عبادات وطاعات وغیرہ اعمال صالحہ اختیار کرنے اور گناہوں معصیتوں وغیرہ سے بچنے کی خواہش طلب اور جذبہ بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت ورحمت پر موقوف ہے ان پر عمل کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت پر موقوف ہے اور ان کو قبول فرمانا بھی اسی ارحم الراحمین کی رحمت پر موقوف ہے لہٰذا عذاب جہنم سے نجات پانا بھی اسی رحمٰن ورحیم کی رحمت وشفقت اور فضل وانعام پر موقوف ہے ابتداء میں بھی رحمت درمیان میں بھی رحمت اور آخر میں بھی رحمت غرض بندے کی دنیا اور آخرت کی پوری زندگی میں رحمٰن ورحیم پروردگار کی رحمت ہی رحمت اور فضل ہی فضل کارفرما ہے۔ یہی مطلب ہے آیت کریمہ نمبر (۴) کے روح پرور، انسانیت نواز فقرہ کا:

ہم ہی تمہارے ولی ہیں دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔

بندے کے اعمال صالحہ اور توبہ واستغفار تو محض ارحم الراحمین کی رحمت کا ایک وسیلہ بلکہ بہانہ ہیں فارسی شاعر نے خوب کہا ہے:

رحمت حق بہانمی جوید...... رحمت حق بہانہ می جوید

خدا کی رحمت قیمت (عوض) کا مطالبہ نہیں کرتی خدا کی رحمت تو بہانہ ڈھونڈتی ہے۔

بندوں کی حوصلہ افزائی بلکہ عزت افزائی کے لئے قرآن عظیم میں جنت اور نعیم جنت کو "جزاء اعمال" سے تعبیر فرمادیا ہے۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں آپ سے بہ واسطہ اس انعام کے جو پہلے مجھ پر رہا ہے اور بہ واسطہ اس اچھے امتحان کے جو آپ نے لیا ہے اور بہ واسطہ اس فضل کے جو آپ نے مجھ پر کیا ہے درخواست کرتا ہوں کہ آپ مجھے اپنے احسان فضل ورحمت سے جنت میں داخل فرمادیجئے۔

اے اللہ! میں آپ سے ایمان دائم ہدایت محکم علم نافع کا سوال کرتا ہوں

اے اللہ! کسی بدکار کا مجھ پر احسان نہ ہونے دیجئے کہ مجھے دنیا وآخرت میں اس کا معاوضہ ادا کرنا پڑے۔

اے اللہ! میرے گناہ بخش دیجئے میرے اخلاق وسیع اور میری آمدنی حلال کردیجئے اور آپ نے مجھے جو کچھ دے رکھا ہے اس پر مجھے قناعت دے دیجئے اور جو چیز آپ نے مجھ سے ہٹالی ہو اس کی طرف میری طلب ہی کو نہ لے جایئے۔

نیک کاموں میں عجلت

عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: بادروا بالاعمال فتنا کقلع اللیل المظلم یصبح الرجل مؤمنا ویمسی مؤمنا ویصبح کافراً، یبیع دینه بعرض من الدنیا. (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نیک کام کرنے میں عجلت کیا کرو (آج کل پر مت رکھا کرو) اس لئے کہ عنقریب اندھیری رات کے ٹکڑوں (حصوں) کی طرح (ایسے) فتنے رونما ہوں گے کہ آدمی صبح کو مومن ہوگا اور شام کو کافر ہو جائے گا اور شام کو مومن ہوگا صبح (ہوتے ہوتے) کافر ہو جائے گا اپنے دین کو متاع دنیا کے بدلے بیچ ڈالے گا۔

تشریح: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ان تاریک فتنوں کے زمانے میں ایمان و کفر حق و باطل اور حلال و حرام میں اتنا شدید اشتباہ والتباس ہو جائے گا کہ دونوں میں فرق کرنا اور کفر سے باطل سے اور حرام سے بچنا بے حد دشوار ہو جائے گا چنانچہ ایک مسلمان مومن دنیاوی معاملات اور کاروبار کو ایمان واسلام کے مطابق اور برحق وحلال سمجھ کر کرے گا حالانکہ وہ سراسر حرام باطل اور اسلام کے منافی ہوگا اور نفس کے دھوکے اور فریب میں آ کر اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھے گا اور کافر ہو جائے گا اس لئے کہ حرام کو حلال جاننا اور باطل کو حق سمجھ لینا یقیناً کفر ہے اسی طرح مال یا جاہ ومنصب کی خاطر یا کسی اور منفعت کی طمع میں شعوری یا غیر شعوری طور پر گرفتار ہو کر اس کو حق سمجھ کر اختیار کر لے گا اور کسی بھی باطل عقیدہ کو حق سمجھ لینا کفر ہے اور اسلام سے خارج ہونے کا موجب ہے اور ظاہر ہے کہ حالت کفر میں کیا ہوا کوئی بھی اچھے سے اچھا عمل اللہ کے ہاں قبول نہیں ہو سکتا اور آخرت میں کام نہیں آ سکتا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

(اے نبی) تم کہہ دو! آؤ تمہیں اعمال کے لحاظ سے سب سے زیادہ خسارہ میں رہنے والوں سے آگاہ کریں یہ وہ لوگ ہیں جن کی دنیا کی زندگی میں کی ہوئی تمام تر کوششیں (اور اعمال) رائیگاں اور بیکار گئیں اور وہ یہی سمجھتے رہے کہ ہم اچھے کام کر رہے ہیں۔

لہٰذا نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم متنبہ فرماتے ہیں کہ ایسا وقت اور ایسا پر فتن زمانہ آنے سے پہلے جس قدر بھی اعمال صالحہ اور کارہائے خیر کر سکتے ہو کر لو ٹال مٹول اور تاخیر ہرگز مت کرو۔

اس پر فتن زمانہ میں کفر سے بچنے کی تدبیر

اس پر فتن زمانے میں اس غیر شعوری یا شعوری کفر سے بچنے کی صورت صرف یہ ہے کہ اول تو انتہائی کوشش کرے کہ ایسے مشتبہ امور و معاملات اور دنیوی کاروبار سے حتی الامکان بچے اور دور رہے اسی طرح کسی بھی دنیوی منفعت یا مالی وجاہی فائدہ کے عوض مجمع علیہ عقائد حقہ سے کسی بھی قیمت پر دستبردار نہ ہو بلکہ دینی عقائد کی حفاظت میں بڑے سے بڑا دنیاوی نقصان اٹھانے کے لئے بخندہ پیشانی تیار اور آمادہ رہے اور ہر دنیاوی منفعت حاصل کرنے سے پہلے اچھی طرح غور و فکر کر لے کہ یہ منفعت مجھے میرے دین کے بدلے میں تو حاصل نہیں ہو رہی؟ اسی طرح اگر پاک وصاف اور حلال روزی خواہ کتنی ہی قلیل

کیوں نہ ہو میسر آ سکتی ہے تو اسی پر اکتفا کرے اور جیسے تیسے اس چند روزہ زندگی کو گزار دینے پر قناعت کرے اور اگر اضطرار کی حالت پیش آ جائے اور فاقہ کشی کی نوبت پہنچ جائے تو اکل میتہ (مردار جانور کھانے) کے درجہ میں اس کو حرام جانتے ہوئے پیٹ کی آگ بجھائے اور زندہ رہنے کے بقدر اس روزی پر اکتفا کرے اور اللہ تعالیٰ سے برابر توبہ و استغفار کرتا رہے اور حلال روزی عطا کرنے کی دعائیں مانگتا رہے اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اس پر حلال روزی کے راستے ضرور کھول دیں گے۔

اور جو شخص اللہ تعالیٰ (کی نافرمانی سے) ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے ضرور کوئی راستہ نکال دیں گے اور ایسی جگہ سے اس کو روزی دیں گے جہاں سے ملنے کا وہم و گمان بھی نہ ہو گا۔

بہرحال ایک مومن مسلمان کو دین پر دنیا کو ترجیح اور فوقیت ہرگز نہ دینی چاہئے کہ یہ تو کفار کا شیوہ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

بلکہ تم تو دنیا کو (آخرت پر) ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت (کی زندگی دنیا کی زندگی سے) بہت بہتر اور پائیدار ہے۔

اسی بنا پر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو حسب ذیل دعا مانگنے کی ہدایت فرمائی ہے۔

اے اللہ! تو ہمارے دین کو ہمارے لئے مصیبت نہ بنائیو اور دنیا کو ہمارا سب سے بڑا فکر اور غم نہ بنائیو اور نہ منتہائے علم (مقصد علم) بنائیو۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو مذکورہ ذیل حدیث میں ان مشتبہ امور سے بھی بچنے اور دور رہنے کی ہدایت فرمائی ہے جو نہ قطعی طور پر حرام ہوں اور نہ قطعی طور پر حلال، حدیث میں آتا ہے۔

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا ہے آپ فرما رہے تھے حلال بھی بالکل ظاہر ہے اور حرام بھی بالکل ظاہر ہے ان دونوں (حلال و حرام) کے درمیان کچھ مشتبہ امور بھی ہیں جن کو بیشتر لوگ نہیں جانتے (کہ وہ حرام ہیں یا حلال) پس جو شخص ان مشتبہ امور سے بچا (اور دور رہا) اس نے تو اپنے دین اور آبرو کو محفوظ کر لیا (نہ خدا کی ناراضگی کا اندیشہ رہا اور نہ لوگوں میں بدنام ہوا) اور جو ان مشتبہ امور میں پڑ گیا اس کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو محفوظ و ممنوع چراگاہ کے آس پاس اپنے مویشی چراتا ہے کہ وہ کبھی نہ کبھی ممنوع چراگاہ میں ضرور جا گھسے گا۔ یاد رکھو ہر بادشاہ کی ایک محفوظ (سرکاری) چراگاہ ہوتی ہے اچھی طرح سن لو اللہ تعالیٰ کی محفوظ چراگاہ (روئے زمین پر) وہ امور ہیں جن کو اس نے حرام کیا ہے (جو کوئی بھی ان میں سے کسی بھی حرام کام کا ارتکاب کرے گا ضرور سزا کا مستحق ہو گا) اور مشتبہ امور کا ارتکاب کرنے والا کسی نہ کسی دن حرام کام کر بیٹھے گا (رواہ البخاری جلد نمبر ۱ صفحہ ۱۳)

چہ جائیکہ قطعی طور پر حرام امور کہ ان کا ارتکاب تو اللہ تعالیٰ کی کھلی نافرمانی بلکہ بغاوت ہے۔

اعاذنا اللہ تعالیٰ (خدا تعالیٰ ہمیں بچائے آمین)

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ دوزخ سے میری جان بخشی فرما دیجئے

اے اللہ! موت کی بے ہوشیوں اور سختیوں پر میری مدد فرمائیے۔

مستحقین کو مال فی الفور پہنچانے کی تاکید

عن ابی سروعة. بکسر السین المھملة وفتحھا. عقبة بن الحارث رضی اللہ عنه قال: صلیت وراء النبی صلی اللہ علیه وسلم بالمدینة العصر، فسلم ثم قام مسرعا فتخطی رقاب الناس الی بعض حجر نسائه، ففزع الناس من سرعته، فخرج علیھم، فرای انھم قد عجبوا من سرعته، قال: ذکرت شیئا تبر عندنا، فکرھت ان یحبسنی، فأمرت بقسمته (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابوسروعہ عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے عصر کی نماز پڑھی تو آپ سلام پھیرنے کے بعد (خلاف معمول فوراً) کھڑے ہوئے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے بڑی تیزی سے ازواج مطہرات میں سے کسی ایک کے حجرے کی طرف تشریف لے گئے تو جب (زنان خانہ سے) باہر (صحابہؓ کے پاس) تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ لوگ آپ کی اس عجلت پر تعجب کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا: کچھ سونے کے ٹکڑے مجھے (گھر میں رکھے ہوئے اچانک) یاد آ گئے تو مجھے ان کی (اپنے گھر میں) موجودگی اچھی نہیں معلوم ہوئی اس لئے میں (فوراً گھر گیا اور) اس کو (حاجتمندوں میں) تقسیم کر دینے کے لئے کہہ دیا یہ بخاری کی روایت کے الفاظ ہیں ایک اور روایت میں ہے کہ میں گھر میں صدقہ کے کچھ سونے کے ٹکڑے چھوڑ آیا تھا تو رات بھر ان کو اپنے گھر میں رکھنا مجھے برا معلوم ہوا اور میں نے یاد آتے ہی فوراً (گھر جا کر) ان کو (مستحقین میں) تقسیم کر دینے کا حکم دے دیا۔ بخاری شریف تبر سونے یا چاندی کے (بغیر سکہ لگے) ٹکڑوں کو کہتے ہیں۔

تشریح: اس حدیث میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو عملی طور پر جس کار خیر کا ارادہ کیا ہو اس کو بلا تاخیر اور بلا تردد جلد از جلد کر لینے کی تعلیم و ترغیب فرمائی ہے۔

انسانی زندگی کے واقعات و تجربات شاہد ہیں کہ انسان بسا اوقات آج کل اور ٹال مٹول کی بنا پر بعض کارہائے خیر سے محروم رہ جاتا ہے جو اگر سازگار حالات میں جبکہ اس نے ارادہ کیا تھا بلا تاخیر انجام دے لیتا تو ہو جاتے اور دنیا و آخرت دونوں میں کام آتے لیکن بلاوجہ تاخیر کی بنا پر نہیں کرتا اور پھر ساری عمر اپنی اس کوتاہ کاری پر کف افسوس ملتا رہتا ہے کہ کاش جب میں نے ارادہ کیا تھا اسی وقت یہ کام کر لیتا اور ٹال مٹول نہ کرتا تو آج کام آتا اسکی وجہ یہ ہے کہ انسانی زندگی میں سازگار حالات ہمیشہ برقرار نہیں رہتے جو شخص بھی اپنی زندگی کے نشیب و فراز پر غور کرے گا اسے ضرور اسے کارہائے خیر یاد آئیں گے جن کو بروقت نہ انجام دینے پر افسوس اور محرومی کا احساس ہوگا۔

ظاہر ہے کہ حدیث ترجمۃ الباب (عنوان باب) کے دوسرے جزو سے متعلق ہے۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! مجھے بخش دیجئے مجھ پر رحم فرمائیے اور مجھے اعلیٰ رفیقوں کے ساتھ جا ملائیے۔

حصول جنت کا شوق

عن جابر رضی الله عنه قال: قال: رجل للنبی صلی الله علیه وسلم یوم احد: ارایت ان قتلت فاین أنا؟ قال: فی الجنة فالقی تمرات کن فی یده ثم قاتل حتي قتل. متفق علیه

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ایک آدمی نے جنگ ''احد'' کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اگر میں قتل کر دیا گیا تو میں کہاں ہوں گا؟ آپ نے جواب دیا جنت میں' تو یہ سنتے ہی اس کے ہاتھ میں جو کھجوریں تھیں وہ اسی وقت زمین پر ڈال دیں اور پھر جنگ کے میدان میں کود پڑا یہاں تک کہ لڑتے لڑتے مارا گیا اور شہید ہو گیا (اور سیدھا جنت میں پہنچ گیا)

تشریح! ان صحابی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا یہ سبق آموز واقعۂ حیات بعد الموت اور آخرت پر ایمان کامل اور یقین محکم کا نتیجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے فی الجنۃ کا جواب سن کر شوق شہادت میں سرشار صحابی نے اتنی تاخیر بھی گوارہ نہ کی کہ ہاتھ میں لی ہوئی کھجوریں ہی کھا لیتے اور پیٹ کی آگ بجھا لیتے بلکہ اس زندگی اور اس کے تقاضوں سے بے نیاز و بالاتر ہو کر ہاتھ کے ہاتھ جنت میں پہنچ گئے۔

ایک ایسے ہی کفار و مشرکین کے ہاتھوں شہید ہونے والے جانباز و سرفروش بندہ کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

بلاشبہ میں تمہارے رب پر ایمان لے آیا کان کھول کر سن لو (تو فوراً کافروں نے اس کو رب جلیل پر ایمان لانے کے جرم میں قتل کر دیا) تو رب جلیل کی جانب سے (اسی وقت اس سے) کہہ دیا گیا جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ (اس پر اس سرفروش غازی) نے کہا کاش کہ میری قوم کو علم ہو جاتا کہ میرے رب نے میری (عمر بھر کی) خطاؤں کو معاف کر دیا اور مجھے اپنے مقرب و معزز بندوں (شہداء) میں شامل کر لیا۔

حدیث کا حاصل یہی ہے کہ کسی بھی کار خیر میں تردد و تذبذب اور تاخیر نہ کرنی چاہئے بلکہ جب موقع ہاتھ آئے فوراً کے فوراً اس کام کو انجام دے لینا چاہئے خواہ وہ جان دینا اور شہادت کا جام پینا ہو اور خواہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنا ہو۔

مگر یہ وہی شخص کر سکتا ہے جس کو آخرت پر یقین کامل ہو اور اس کی فکر میں بے چین ہو۔

ہماری حالت

افسوس کا مقام تو یہ ہے کہ ہم تو سرے سے اس فکر آخرت سے ہی محروم ہیں آخرت کے لئے کچھ کرنا تو بڑی بات ہے ہم تو اسی ہیچ و پوچ دنیا اور فانی زندگی اور اس کے لوازمات مہیا کرنے میں اس طرح سرگرداں ہیں کہ اور کسی بات کا ہوش ہی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کتنے واضح الفاظ میں متنبہ کیا ہے۔

بل تؤثرون الحیوة الدنیا (سورة اعلیٰ: ۱۶)

بلکہ تم تو دنیا کی زندگی کو ہی ترجیح دیتے ہو۔

مگر وائے محرومی کہ ہم شب و روز قرآن کریم میں اس قسم کی آیات تلاوت کرتے اور پڑھتے ہیں مگر ہم دیوانگان دنیا پر مطلق اثر نہیں ہوتا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس دیوانگی کے انجام سے بھی آگاہ فرما دیا ہے۔

آفات سے پہلے صدقہ کرنا اصل صدقہ ہے

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: جاء رجل الی النبی صلی الله علیه وسلم فقال: یا رسول الله ابی الصدقة اعظم اجرا؟ قال: وان تصدق وانت صحیح شحیح نخشی الفقر، وتامل الغنی، ولا تمهل حتی اذا بلغت الحلقوم. قلت: لفلان کذا ولفلان کذا. وقد کان لفلان، (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ایک دن ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس صدقہ کا اجر سب سے بڑا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: وہ صدقہ جو تم اس حالت میں کرو کہ تم تندرست بھی ہو (جس کی بنا پر زندہ رہنے کی بجا طور پر امید رکھتے ہو پس انداز کرنے کی غرض سے پیسہ) خرچ کرنے میں بخیل بھی ہو تنگدستی سے ڈرتے بھی ہو مالدار بننے کی امید بھی رکھتے ہو (اور ان سب باتوں کے باوجود اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے صدقہ کرو) نہ کہ وہ صدقہ جس کو تم ٹالتے رہو ٹالتے رہو یہاں تک کہ جب دم نکلنے لگے تو کہو کہ فلاں کو اتنا دے دو) فلاں کو اتنا حالانکہ اب تو (وہ مال آپ سے آپ فلاں اور فلاں کا ہو گیا (دم نکلتے ہی وہ مال خود بخود اوروں کا ہو جائے گا)

تشریح: ایک تندرست اور اچھی صحت والا شخص زندہ رہنے اور عمر طبعی کو پہنچنے کی بجا طور پر امید کرتا ہے اور زندگی بسر کرنے کے لئے مال کی ضرورت ظاہر ہے اور ناگہانی مصائب کے وقت فقر و فاقہ سے بچنے کے لئے کچھ مال پس انداز کرنا بھی ضروری ہے جس کے لئے کفایت شعاری اور جزرسی لازمی ہے اور خوشحال زندگی بسر کرنے کے لئے جائز طریقہ پر دولت مند بننے کی کوشش کرنا بھی کچھ بری بات نہیں ہے یہ سب انسان کے فطری تقاضے ہیں لہٰذا ان حالات میں صدقہ خیرات کرنا بڑی جو ان ہمتی کا کام ہے اور نفس انسانی پر انتہائی شاق ہے اسی لئے اس کا ثواب بھی بہت بڑا ہے برعکس اس کے ایک بیمار اور زندگی سے مایوس انسان یا اتنا مالدار جس کو تنگدستی کا اندیشہ نہ ہو کہ ان دونوں شخصوں کا صدقہ خیرات کرنا کوئی خاص کارنامہ نہیں ہے نہ ہی ان کے نفس پر شاق ہوتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

اشق الاعمال اکثرها ثوابا

جو اعمال انسان پر جتنے زیادہ شاق ہوتے ہیں ان کا ثواب بھی اتنا ہی زیادہ ہوتا ہے۔ مگر اس صدقہ و خیرات کی جرأت ان فطری موانعات کے باوجود وہی شخص کرتا ہے جسے آخرت کی فکر اور خدا کا خوف ہو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

باقی جو شخص اپنے رب کے سامنے پیش ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہشات سے باز رکھا تو اس کا (ابدی) ٹھکانا جنت ہی ہے۔

موجودہ زمانہ میں ہماری حالت

مگر ہماری حالت تو اس فتنہ پرور زمانہ میں اتنی ناگفتہ بہ ہے کہ حلال و حرام اور جائز و ناجائز کا فرق کئے بغیر نفسانی خواہشات یا کہئے نفس پروری میں اس قدر منہمک اور سرگرداں ہیں کہ خدا کے سامنے پیش ہونے کا خوف تو کیا خیال بھی نہیں آتا کہ ہم اس نفس امارہ کو اس کی ناجائز خواہشات سے باز رکھ کر آخرت کے لئے کوئی کام کریں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا حق

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ احد کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تلوار دست مبارک میں لی اور فرمایا اس تلوار کو کون لیتا ہے تو سب نے ہاتھ پھیلا دیئے اور ہر شخص نے کہا میں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا: تو جو اس تلوار کو لے گا اس کو اس کا حق بھی ادا کرنا ہوگا تو سب پیچھے ہٹ گئے (اور پھیلے ہوئے ہاتھ سکڑ گئے) تو ابو دجانہ رضی اللہ عنہ) (آگے بڑھے اور) انہوں) نے عرض کیا میں اس تلوار کو لیتا ہوں اور اس کے حق ادا کرنے کا ذمہ بھی لیتا ہوں چنانچہ ابو دجانہ نے وہ تلوار لے لی اور خوب مشرکین کی کھوپڑیاں اس سے پھاڑیں اور گردنیں کاٹیں۔

تشریح: یہ بات نہیں کہ دوسرے ہاتھ پھیلانے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مشرکین سے جنگ کرنے اور جام شہادت پینے کی خواہش نہ تھی یا ان میں سرفروشی کا جذبہ نہ تھا بلکہ وہ مناسب وقت اور موقعہ کے منتظر تھے بلا تاخیر جانبازی وسرفروشی کے لئے تیار نہ تھے اس کے برعکس ابودجانہؓ کا جذبہ سرفروشی وجانبازی اور شہادت کی تڑپ کسی بھی تاخیر کی متحمل نہ تھی انہوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور پورے عزم کے ساتھ فوراً ہی تیار ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد کر کے تلوار لے لی اور اس کا حق ادا کر دیا سبحان اللہ!

کسی بھی کار خیر کے انجام دینے کا جو موقع بھی میسر آجائے اسے غنیمت سمجھنا چاہئے اور بلا تردد تاخیر اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے کیا خبر ہے پھر موقع ہاتھ آئے یا نہ آئے۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں ان تمام چیزوں سے جو آپ نے پیدا کی ہیں آپ کی پناہ چاہتا ہوں اور میرے لئے اپنے ہاں دخل پیدا فرما دیجئے اور میرے لئے اپنے ہاں تقرب وحسن مراجعت پیدا فرما دیجئے اور مجھے ان لوگوں میں سے کر دیجئے جو آپ کے سامنے کھڑے ہونے اور آپ کی وعید سے ڈرتے ہیں اور آپ کے دیدار کی تمنا رکھتے ہیں اور مجھے ان لوگوں میں سے فرما دیجئے جو آپ کی طرف خاص توجہ کیساتھ رجوع کرتے ہیں۔ اور میں آپ سے عمل مقبول، علم نافع، سعی مشکور اور کامیاب تجارت کا سوال کرتا ہوں۔

بد سے بدتر زمانے آتے رہیں گے

عن الزبير بن عدی قال: أتينا انس بن مالک رضی الله عنه فشكونا اليه ما نلقى من الحجاج فقال: اصبروا فانه لا يأتی زمان الا والذی بعده شر منه حتی تلقوا ربکم سمعته من نبيكم صلى الله عليه وسلم (بخاری)

ترجمہ: زبیر بن عدی بیان کرتے ہیں کہ: (ایک مرتبہ) ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے (اثناء گفتگو میں) حجاج بن یوسف (میر امت) کے ان مظالم کی شکایت کی جو ہم (مسلمانوں) پر شب وروز توڑے جارہے تھے تو انہوں نے فرمایا (بھائی) صبر کرو صبر اس لئے کہ جو زمانہ بھی آتا ہے اس کے بعد کا زمانہ اس سے بھی زیادہ برا (اور بدتر) ہوتا ہے (اسی طرح بد سے بدتر زمانے آتے رہیں گے) یہاں تک کہ تم اپنے رب سے جاملو گے (یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہتا) تمہارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے میں نے اسی طرح سنا ہے۔

تشریح: یاد رکھئے! خیر القرون کا سا خیر وصلاح اور امن وامان کا زمانہ تو اب آنے سے رہا وہ تو نبوت کے انوار وبرکات تھے جو آفتاب رسالت کے غروب ہونے کے بعد اسی طرح کچھ عرصہ قائم رہے جیسے سورج غروب ہونے کے بعد کچھ دیر تک اس کی روشنی شفق کی صورت میں باقی رہتی ہے اس کے بعد تو بس اندھیرا ہی اندھیرا رہ جاتا ہے اور دنیا تاریک سے تاریک تر ہوتی جاتی ہے روشنی کی توقع حماقت ہے اسی طرح امت عہد رسالت سے جس قدر دور ہوتی جاتی ہے اسی قدر شر وفساد کی تاریکیوں میں ڈوبتی جاتی ہے اس میر امت حجاج بن یوسف کے نامبارک عہد میں اگرچہ مسلمانوں کے جان ومال پر ظلم وجور کے پہاڑ ڈھائے جارہے تھے بے گناہوں کے معصوم خون کی ندیاں ہر طرف بہہ رہی تھیں مگر دین وایمان کا سرمایہ قطعاً محفوظ رہا اس کے بعد آنے والے زمانوں میں دین وایمان پر بھی ڈاکے ڈالے گئے چنانچہ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ عہد رسالت سے جس قدر مسلمان دور ہوتے چلے گئے دین وایمان میں اضمحلال آتا چلا گیا۔ نت نئے فرقے پیدا ہوتے اور پھولتے پھلتے رہے اور اسلامی عقائد میں ملحدوں اور بے دینوں کی رخنہ اندازیاں برابر بڑھتی چلی گئیں اور مذہب کی گرفت ڈھیل ہوتی چلی گئی اسی لئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو آگاہ کردیا تھا۔

بہترین عہد میرا (یعنی صحابہ کا) عہد ہے پھر ان لوگوں کا عہد بہتر ہے جو ان (صحابہ) کے قریب ہیں (کبار تابعین) پھر ان لوگوں کا عہد جو ان (کبار تابعین) سے قریب ہیں (تبع تابعین)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ اب تو زاد آخرت جو کچھ جمع کرنا ہے یعنی کارہائے خیر جو بھی کرنے ہیں اسی ظلم وجور اور فتنہ وفساد کے ہنگاموں میں کرنے پڑیں گے زندگی کی رفتار ایک لحہ کے توقف کے بغیر منزل فنا کی طرف بڑھ رہی ہے اور موت کا وقت قریب سے قریب تر ہوتا جا رہا ہے ایسی صورت میں اگر تم خیر وصلاح کا زمانہ آنے کے انتظار میں بیٹھے رہے تو یہ چندروزہ زندگی ختم ہو جائے گی اور تمہیں زاد آخرت یعنی اعمال صالحہ سے تہی دامن سفر آخرت

کرنا پڑے گا اور رب العلمین کے سامنے جب کہ لتسئلن یومئذ عن النعیم (پ ۳۰ سورۃ التکاثر، آیت ۸) اس دن ضرور سوال کیا جائے گا تم سے نعمتوں کے بارے میں، کے تحت سوال ہوگا کہ اتنی طویل زندگی کی نعمت اور کارہائے خیر انجام دینے کی صلاحیت وقدرت ہم نے عطا کی تھی بتلاؤ تم نے اس کو کہاں صرف کیا اور ہمارے سامنے پیش کرنے کے لئے کیا لائے ہو؟ تو تمہارے پاس کوئی جواب نہ ہوگا اور جنت النعیم سے محرومی اور جحیم (جہنم) کے سوا اور کوئی ٹھکانہ نہ ہوگا۔

لہٰذا خیر وصلاح کے زمانے اور امن وامان کے وقت کا انتظار کئے بغیر بلا توقف اور بلا تذبذب وتردد جو بھی نیک کام کر سکتے ہو کرتے رہو یا درکھو تمہاری زندگی کا ایک ایک دن بیش بہا سرمایہ ہے اسے سازگار حالات کے انتظار میں ہرگز ضائع نہ کرو دراصل یہ تمہارے سب سے بڑے دشمن مکار نفس کا ایک حربہ ہے جو تمہیں زاد آخرت سے محروم رکھنے کی غرض سے تمہارے خلاف استعمال کرتا ہے تمہارا فرض ہے کہ تم اس دشمن اور اس کے حربوں کو پہچانو اور اس کو ناکام اور اس کے حربوں کو ناکارہ بنادو۔

حاصل حدیث یہ ہے کہ خیر وصلاح اور امن وامان کے زمانے کا انتظار شیطانی فریب ہے اس دھوکہ میں ہرگز نہ آؤ اور جو بھی کارہائے خیر کر سکتے ہو بلا توقف وتردد کر لو یاد رکھو۔ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔

قرب قیامت کی علامات

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سات چیزوں کے پیش آنے سے پہلے جو بھی کارہائے خیر کر سکتے ہو کر لو آخر تم کس چیز کا انتظار کرتے ہو کیا اس تنگدستی (اور فقر وفاقہ) کا جو سب کچھ بھلا دیتی ہے یا اس دولت مندی کا؟ جو (دولت کے نشہ میں مست اور) سرکش بنا دیتی ہے یا اس بیماری کا، جو ہوش وحواس بھی تباہ کر دیتی ہے یا اس عقل وخرد کو خراب کر دینے والے) بڑھاپے کا؟ جس میں اچھی بری بات کی خبر ہی نہیں رہتی یا دنیا سے رخصت کر دینے والی موت کا؟ یا خروج دجال کا کہ وہ (آنکھوں سے) پوشیدہ ایک ایسا شر ہے جس کا انتظار کیا جارہا ہے (کہ اب آیا اور جب آیا) یا قیامت کا انتظار کر رہے ہو حالانکہ قیامت تو سب سے بڑی مصیبت اور سب سے زیادہ تلخ حقیقت ہے (جس کی ہوش ربا تفصیل قرآن کریم میں شرح وبسط کے ساتھ بیان کی گئی ہے)

یہ ظاہر ہے کہ آخرت کی فکر اور اس کے لئے کارہائے خیر انجام دینے کی ضرورت کا احساس اور وقت ان ساتوں چیزوں کے پیش آجانے کے بعد نہیں رہ سکتا اور ان کا پیش آنا یقینی ہے جلد ہو یا دیر سے موت اور قیامت کے بعد تو عمل کا وقت ہی نہیں رہتا دجال کا فتنہ جس کا کھٹکا ہر وقت لگا رہتا ہے انسان کی عملی قوت کو مفلوج کر دینے میں قیامت سے کچھ کم نہیں ہے باقی چار چیزوں ا۔ فقر ۲۔ غنا ۳۔ مرض ۴۔ عقل وخرد کو مفلوج کر دینے والا بڑھاپا۔ کے متعلق انسانی زندگی کے تجربات وواقعات شاہد ہیں کہ ان حالات میں بھی انسان کو ہوش باقی نہیں رہتا اور نہ ہی آخرت کے لئے کچھ کیا جا سکتا ہے اور یہ چاروں حالات بھی ایسے ہیں کہ انسان کسی وقت بھی ان کے پیش آجانے کی طرف سے مطمئن نہیں ہو سکتا ہر وقت ان کے پیش آنے کا کھٹکا لگا رہتا ہے لہٰذا اس سے پہلے کہ اس قسم کے حالات پیش آئیں انسان کو آخرت کے لئے جو کچھ کرنا ہے بلا تاخیر کر لینا چاہئے اور اس وقت اور فرصت کو غنیمت سمجھنا چاہئے یہی حدیث شریف کا منشا ہے اور یہی ترجمۃ الباب (عنوان باب) ہے۔

اللہ اور رسول کی زبان سے محبت کی تصدیق

عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: بادروا بالاعمال سبعا، هل تنتظرون الا فقرا منسیا، او غنی مطغیا، اور مرصا مفسدا، او هرما مفیدا اور موتا مجهزا او ادجال فشر غائب ینتظر، او الساعة فالساعة ادهی وأمرا (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر کے موقع پر (ایک دن) فرمایا: (آج) میں یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور اسی کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے (عمر میں) کبھی (لشکر کی) امارت (وقیادت) کی خواہش نہیں کی سوائے اس دن کے چنانچہ میں آگے بڑھا (اور سامنے آیا) اس امید پر کہ مجھے اس امارت کے لئے بلایا جائے گا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی ابن ابی طالب کو بلایا اور وہ جھنڈا ان کو دیا اور فرمایا جاؤ اور پیچھے مڑ کر مت دیکھنا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہیں فتح عطا فرمائیں چنانچہ حضرت علیؓ (آپ کے دست مبارک سے جھنڈا لے کر) تھوڑی دور چلے پھر ٹھہر گئے مگر پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا اور بلند آواز سے پکارا یا رسول اللہ! میں ان لوگوں سے کس بات پر جنگ کروں؟ آپ نے فرمایا: اس وقت تک لڑتے رہو جب تک کہ وہ اس بات کی شہادت نہ دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں جب وہ ایسا کرلیں گے (یعنی یہ شہادت دے دیں گے) تو (وہ مسلمان ہو جائیں گے اور) ان کی جانیں اور مال تمہاری دستبرد سے محفوظ ہو جائے گا سوائے اسلام کے حق کے (یعنی اگر وہ کوئی ایسا جرم کریں گے جس کی سزا اسلام میں قتل ہو تو دوسرے مسلمانوں کی طرح وہ بھی قتل کئے جائیں گے) باقی ان (کے دلوں) کا حساب اللہ کے سپرد ہے (کہ وہ دل سے مسلمان ہوئے یا نہیں؟ اس کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا لہٰذا اس کا حساب بھی وہی لے گا)

تشریح: اس حدیث میں حضرت عمرؓ کا اقدام ترجمۃ الباب (عنوان باب) کے تحت آتا ہے کہ نہ صرف فتح خیبر کا کارنامہ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت کی شہادت کا حصول ایک ایسا کار خیر ہے کہ اس کو انجام دینے کے لئے بغیر کسی جھجک اور تاخیر کے ان کا آگے بڑھنا اعمال صالحہ کی طرف مبادرت (عجلت) اور سبقت کی اہم ترین مثال ہے ساتھ ہی حب جاہ ومنصب کی غلط فہمی کی تردید بھی فرما دی کہ اس دن کے علاوہ میں نے ساری عمر کبھی امارت جیش کی خواہش نہیں کی۔

بہر حال حضرت عمرؓ نے اپنے مخلصانہ جذبے کے اظہار میں مطلق کوتاہی نہیں کی یہ دوسری بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منشائے خداوندی کے تحت حضرت علیؓ کو فتح خیبر کی سعادت حاصل کرنے کا موقع دیا اور انہوں نے کماحقہ شجاعت وسرفروشی کا مظاہرہ کیا (تفصیل کے لئے کتب مغازی میں فتح خیبر کے حالات ملاحظہ کیجئے)

اولیاء سے عداوت رکھنے والوں کیلئے اعلان جنگ

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم ان الله تعالیٰ قال: من عادی لی وليا فقد اذنته بالحرب وما تقرب الی عبدی بشیء احب الی مما افترضت عليه: وما يزال عبدی يتقرب الی بالنوافل حتی احبه (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے جس کسی نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی تو (سمجھ لو) بلاشبہ میں نے اس سے جنگ کا اعلان کر دیا اور جو عبادتیں میں نے اپنے بندے پر فرض کی ہیں ان سے زیادہ مجھے کوئی چیز پسند نہیں کہ جس سے میرا بندہ میرا قرب حاصل کرے اور میرا بندہ نفلوں کے ذریعہ مجھ سے قریب تر ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ (کسی چیز کو) پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور بخدا اگر وہ مجھ سے کچھ بھی مانگتا ہے تو میں اس کو ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ (کسی چیز سے) میری پناہ مانگتا ہے تو میں اس کو ضرور پناہ دیتا ہوں۔

تشریح: اس حدیث قدسی کے تین جزو ہیں۔

۱۔ پہلے جزو میں اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کے مرتبہ اور مقام کا اظہار فرمایا ہے کہ اللہ کے کسی بھی ولی سے عداوت رکھنا اور دشمنی کرنا اللہ تعالیٰ سے جنگ کرنے کے مترادف ہے اس لئے کہ ان اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ کی معیت خاصہ حاصل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ یقیناً ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو متقی ہیں اور وہ لوگ جو ''احسان'' کے رتبے والے ہوتے ہیں۔

تقویٰ کی تفصیل آپ اسی کتاب کے مستقل ''باب تقویٰ'' میں پڑھ چکے ہیں اور احسان کی تفصیل آپ حدیث جبرئیل علیہ السلام میں پڑھ چکے ہیں دوبارہ پڑھ لیجئے تا کہ اس اعلان جنگ کی اہمیت واضح ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ان اولیاء کی تعیین بھی فرماتے ہیں ارشاد ہے۔

اللہ کے ولی صرف پرہیزگار لوگ ہوتے ہیں۔

لہٰذا آج کل کے نام نہاد ولی جو ورع و تقویٰ کے مفہوم سے بھی آشنا نہیں ہوتے اس حدیث کا مصداق ہرگز نہیں ہیں۔

اس حدیث قدسی میں اولیا اللہ سے عداوت رکھنے والوں اور دشمنی کرنے والوں سے اللہ پاک کا یہ اعلان جنگ ایسا ہی ہے جیسے قرآن کریم میں سودی لین دین ترک نہ کرنے والوں سے اعلان جنگ کیا گیا ہے ارشاد ہے۔

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور (جو سود تمہارا باقی ہے اسے چھوڑ دو اگر تم (فی الواقع) مومن ہو اور اگر تم نے اس پر عمل نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔

اس کے معنی یہ ہوئے کہ اولیاء اللہ سے عداوت رکھنے والے اور دشمنی کرنے والے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسے ہی کشتنی اور گردن زدنی ہیں جیسے ممانعت کے باوجود سودی کاروبار ترک نہ کرنے والے۔

۲۔ حدیث کے دوسرے جزو میں اللہ تعالیٰ نے ان محبوب

ترین عبادات کی نشاندہی فرمائی ہے جن کے ذریعے بندہ اللہ تعالیٰ سے قریب ہوسکتا ہے اور ولایت کے مرتبہ پر پہنچ سکتا ہے اور وہ تمام فرض عبادتیں اور احکام شرعیہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرض کئے ہیں خواہ وہ حقوق اللہ ہوں خواہ حقوق العباد' ظاہر ہے کہ کسی بھی فرض عبادات یا حکم شرعی کو ترک کرنا شدید ترین معصیت اور گناہ کبیرہ ہے جس کا ارتکاب کرنے والا فاسق وفاجر اور عذاب جہنم کا مستحق ہے تو بھلا ایسے شخص کو اللہ کے قرب سے کیا واسطہ یہی امتثال ماموارت اور اجتناب منہیات (جن چیزوں کا حکم دیا گیا ہے ان پر عمل کرنا اور جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے ان سے دور رہنا) تقویٰ کا ابتدائی درجہ اور مرتبہ ولایت کی طرف پہلا قدم ہے۔

۳۔حدیث کے تیسرے جزو میں اللہ تعالیٰ نے قرب الٰہی کے مراتب ومدارج اور آخری مرتبہ مقام رضاوتسلیم کی نشاندہی فرمائی ہے جس پر پہنچ کر بندہ محبوب الٰہی اور مستجاب الدعوات بن جاتا ہے اور اس ارتقاء وترقی کے ذریعہ سے بھی آگاہ فرمایا ہے۔کہ وہ ذریعہ کثرت نوافل ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی باب کی بارھویں حدیث میں اپنے قول **فاعنی علی نفسک بکثرۃ السجود** سے اس کی تصریح فرمائی ہے لیکن جس طرح نوافل (نفل نمازوں) کی کثرت اس ازدیادقرب الٰہی کا ذریعہ ہے اسی پر قیاس کر کے تمام نفل عبادتیں نفلی روزے،نفلی صدقات وانفاقات نفلی حج وعمرہ وغیرہ بھی ازدیادقرب کا ذریعہ قرار دی جاسکتی ہیں اسی طرح تمام مستحبات ومندوبات بھی اسی ذیل میں آتے ہیں جیسا کہ ان فضائل سے متعلق احادیث سے ظاہر ہوتا ہے جو حدیثوں میں آتے ہیں تاہم اس میں شک نہیں کہ فوقیت اور ترجیح کثرت نوافل (نفل نمازوں کی کثرت) کو حاصل ہے۔

گویا فرض عبادتیں ادا کرنا تو بندہ کا فرض ہے ہی ان کے ترک پر تو مجرم' گناہگار' سزا کا مستحق ہوگا لیکن خدا تعالیٰ سے رابطہ قائم کرنے کی رغبت' طلب اور خواہش نفل عبادات بکثرت ادا کرنے سے ثابت ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ طلب کے بغیر تو کچھ ملتا ہی نہیں چہ جائیکہ غنی مطلق پروردگار کا قرب' فرض عبادات اور نوافل کا یہ فرق پیش نظر رکھنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

تنبیہ: حدیث قدسی کے اس جزو میں مقام محبوبیت پر پہنچنے کے بعد بندہ جس رضاوتسلیم کے مرتبہ پر پہنچتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے ایسے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے جن کے ظاہری معنی سے ایک ملحدوزندیق' خدائے قدوس کی شان تقدیس سے ناآشنا مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے یہ دریدہ دہنی کرسکتا ہے کہ اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ خدا العیاذ باللہ بندہ کے اندر حلول کر جاتا ہے اور خدا اور بندے میں کوئی مغایرت باقی نہیں رہتی اسی طرح ایک منکر صفات الٰہیہ معتزلی (عقلیت پرست) یہ کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اعضاء وجوارح اور جسم وجسمانیات سے پاک ومنزہ ہیں ان کے کان' آنکھ' ہاتھ پاؤں نہیں پھر اس حدیث میں کیسے کہہ دیا گیا کہ میں اس کا کان' آنکھ' ہاتھ پاؤں بن جاتا ہوں لہٰذا یہ حدیث غلط اور گھڑی ہوئی ہے۔

درحقیقت یہ حدیث ''متشابہات'' میں سے ہے اور اس بندے کی آنکھ' کان اور ہاتھ پاؤں بن جانے کے معنی یہ ہیں کہ وہ بندہ رضاء وتسلیم کے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں وہ اپنی آنکھوں سے صرف ان چیزوں کو دیکھتا ہے جن کو دیکھنا اللہ تعالیٰ کے منشاء اور رضا کے مطابق ہوتا ہے کانوں سے انہی آوازوں کو سنتا ہے جن کو سننا اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں۔انہی چیزوں کو ہاتھ سے پکڑتا

یا چھوتا ہے جن کو پکڑنا چھونا اللہ پاک پسند فرماتے ہیں قدم اسی طرف اٹھاتا اور چلتا ہے جس طرف قدم اٹھانا یا چلنا اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں بالفاظ دیگر وہ اپنی مرضی' اپنے ارادہ واختیار سے کلی طور پر دست بردار ہو جاتا ہے اس کی مرضی وہی ہو جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوتی ہے اس کی خواہش وہی ہو جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کا منشاء ہوتا ہے اسکا قصد وارادہ وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے۔ گویا وہ اپنی ہستی کو فنا کر کے فنا فی اللہ کے مرتبہ پر پہنچ کر بقاباللہ کا مقام حاصل کر لیتا ہے اسی لئے محب کے درجہ سے ترقی کر کے محبوبیت کے مقام پر پہنچ جاتا ہے جیسا کہ حدیث کے الفاظ فاذا احببته سے صراحتاً معلوم ہوتا ہے اس لحاظ سے یہ تمام تفصیل کہ میں اس کا کان' آنکھ ہاتھ' پاؤں بن جاتا ہوں اسی مقام محبوبیت کا بیان ہے جس کا حاصل صرف یہ ہے کہ بندہ اپنی ہستی کو فنا کر کے وہی کرتا' کہتا سنتا اور دیکھتا ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اب وہ خود اپنی ذات سے باقی ہے نہ اس کی کوئی خواہش باقی ہے نہ اس کا کوئی منشاء اور ارادہ ہے وہ تو سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی راہ میں قربان کر چکا اب تو اللہ ہی اللہ ہے اسی مقام کو مقام رضا وتسلیم یا مقام فنافی اللہ وبقاباللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور بغیر مجاہدہ کے یہ مرتبہ حاصل نہیں ہو سکتا۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں اس سے کہ میں آپ کے ساتھ کچھ بھی شریک کروں، درآنحالیکہ اسے جانتا ہوں اور آپ سے اس (شرک) کی معافی چاہتا ہوں جسے میں نہ جانتا ہوں اور میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں اس سے کہ مجھے کوئی رشتہ دار بددعا دے جس کی میں نے حق تلفی کی ہو۔

اے اللہ! میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں اس حیوان کے شر سے جو پیٹ کے بل چلتا ہے اور اس حیوان کے شر سے جو دو پیروں پر چلتا ہے اور اس حیوان کے شر سے جو چار پیروں پر چلتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندے کے پاس دوڑ دوڑ کر آتے ہیں

عن انس رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم فیما یرویه عن ربه عزوجل قال: اذا تقرب العبد الی شبراً تقربت الیه ذراعا، واذا تقرب الی ذراعا تقربت منه باعا (بخاری)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پروردگار عز وجل کا قول نقل کرتے ہیں کہ بزرگ و برتر پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے جب بندہ مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس سے قریب ہو جاتا ہوں اور جب وہ (خراماں خراماں) چلتا ہوا آتا ہے تو میں لپکتا ہوا اس کے پاس آتا ہوں۔

تشریح: یہ حدیث قدسی بھی پہلی حدیث کی طرح متشابہات میں سے ہے اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بندہ کی اللہ سے قریب ہونے اور اس کے پاس آنے کی رفتار کی بہ نسبت یگانہ و بے ہمتا پاک پروردگار کی بندے سے قریب تر ہونے اور اس کے پاس آنے کی رفتار دگنی ہے اس لئے کہ بندہ کو اللہ تعالیٰ سے قریب آنے کے لئے اپنے نفس کو مارنا اور فنا کی منزل سے گزرنا لابدی اور ضروری ہے جو بڑی ہی کٹھن منزل ہے اسی لئے حدیث شریف میں نفس کو مارنے کی جدوجہد کو جہاد اکبر سے تعبیر کیا ہے اور نفس کو انسان کا سب سے بڑا دشمن قرار دیا ہے جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں۔

حق جل وعلیٰ خود اپنے تقدس اور جسم و جسمانیات اور امارات حدوث وفنا سے منزہ ہونے کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

اس جیسی کوئی بھی چیز نہیں ہے اور وہی

یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور تمام سننے اور دیکھنے والے ایک طرف کانوں اور آنکھوں یعنی قوت سمع و بصر کے محتاج ہیں اور دوسری طرف خود اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں اگر اسکی مشیت نہ ہو تو قوت سمع و بصر کے باوجود انسان نہ کچھ سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں اس کے برعکس اللہ تعالیٰ بذات خود سنتے اور دیکھتے ہیں نہ کسی قوت کے محتاج ہیں نہ کسی عضو کے اسی لئے ان کی صفت سمع و بصر ازلی و ابدی ہے یہی حال ان کی تمام تر صفات کمال کا ہے اسی لئے ان جیسا اور کوئی نہیں ہے وہ اپنی ذات کی طرح صفات میں بھی وحدہ لاشریک لہ ہیں۔

تو (حقیقی معنی میں) سننے اور دیکھنے والا ہے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ کا اپنے اس قرب کے طلب گار بندے کے پاس اس کی طلب کی بہ نسبت دوگنی رفتار سے آنے اور قریب تر ہونے کا مطلب اس بندہ کو اپنا محبوب و مطلوب بنا لینا ہے جیسا کہ پہلی حدیث کے الفاظ **فاذا انا احببته** اس حقیقت کو ظاہر کر رہے ہیں ورنہ تو اللہ تعالیٰ اپنے علم اور قدرت کے اعتبار سے تو اپنے تمام ہی بندوں کے ساتھ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ تو تمہارے ساتھ ہوتا ہے جہاں بھی تم ہو۔ الغرض اس حدیث کا حاصل اور اللہ تعالیٰ کی رفتار طلب کو بندہ کی بہ نسبت دوگنا ظاہر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قرب خداوندی کا طلب گار بندہ اللہ تعالیٰ کی رفعت و عظمت اور کبریائی کے سامنے اپنی پستی، عاجزی اور کمتری کو دیکھ کر کہیں ہمت نہ ہار بیٹھے اور طلب سے دستبردار نہ ہو جائے سبحان اللہ کیا ذرہ نوازی اور حوصلہ افزائی ہے قربان جایئے ایسے پروردگار کے۔

مجاہدہ سے حدیث کا تعلق ظاہر ہے۔

دو بیش قیمت نعمتیں

عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم نعمتان مغبون فیهما کثیر من الناس: الصحة والفراغ (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دو نعمتیں ہیں جن کے بارے میں بیشتر لوگ خسارہ میں ہیں ایک تندرستی دوسرے فارغ البالی

تشریح: حدیث سابق سے معلوم ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل کرنے اور مقام رضا و محبوبیت تک پہنچنے کا واحد ذریعہ نفل عبادات خصوصاً نفل نمازوں میں انتہائی یکسوئی اور خلوص کے ساتھ مشغول ہونا ہے اور اس کے لئے اول صحت و تندرستی درکار ہے اور اس کے بعد فارغ البالی و بے فکری، ظاہر ہے کہ ایک مریض اور کسی جسمانی تکلیف میں مبتلا انسان کے لئے تو فرض عبادتیں ادا کرنا ہی دوبھر ہوتا ہے چہ جائیکہ نفل عبادتیں خصوصاً نفل نمازیں اور وہ بھی اس طرح دل لگا کر پڑھنا کہ ماسوی اللہ سے دل بالکل خالی اور ہمہ تن اللہ تعالیٰ کی طرف اس طرح متوجہ ہو کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے مناجات (سرگوشی) کر رہا ہے جیسا کہ آپ حدیث جبرئیل علیہ السلام میں احسان کے بیان میں پڑھ چکے ہیں۔

حدیث جبرئیل کے الفاظ یہ ہیں **ما الاحسان قال ان تعبدالله کانک تراه وان لم تکن تراه فانه یراک** (رواہ مسلم)

اس لئے انسان کی روح اور جسم کا تعلق چولی دامن کا ساتھ ہے ایک دوسرے سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے اس لئے ممکن نہیں کہ ایک بیمار آدمی کو نماز میں وہ یکسوئی اور توجہ الی اللہ میسر آ جائے۔ جو ایک تندرست آدمی کو میسر آ سکتی ہے اسی طرح فارغ البالی یعنی تمام خارجی پریشانیوں اور پریشان کن حالات و معاملات سے امن و تحفظ جس شخص کو حاصل ہو وہ جس قدر یکسوئی اور اطمینان کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے ایک متفکر اور الجھنوں میں گرفتار پریشان حال شخص ہرگز ہمہ تن متوجہ ہو کر یکسوئی کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتا خاص طور پر معاشی پریشانیاں اور کاروباری الجھنیں یا لوگوں سے دوستی و دشمنی وغیرہ سے متعلق افکار اور پریشانیاں کہ یہ تو انسان کو نرم و گداز بستر پر بھی چین سے سونے نہیں دیتیں ساری ساری رات کروٹیں بدلتے گذر جاتی ہے اور نیند نہیں آتی چہ جائیکہ نماز پڑھنا اور وہ بھی دلجمعی اور یکسوئی کے ساتھ اس لئے بڑا ہی بدنصیب اور محروم القسمت ہے وہ شخص جو ان دونوں نعمتوں کے میسر ہوتے اپنے محبوب و مطلوب پروردگار کا قرب حاصل کرنے اور اسکا محبوب بننے سے محروم رہے اس سے بڑھ کر بھی کوئی خسارہ اور محرومی ہو سکتی ہے نہ صرف یہ بلکہ یہ اعلیٰ درجہ کی ناسپاسی و ناشکری بھی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نعمت سے زیادہ فائدہ اٹھانا ہی اس کا شکریہ ادا کرنا ہے چنانچہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم ہے:

باقی اپنی رب کی عطا کی ہوئی نعمت کا اظہار کیا کرو اس لئے اندیشہ ہے...... کہ اس ناسپاسی کی پاداش میں کہیں ان نعمتوں سے بھی محروم نہ کر دیا جائے ورنہ کم از کم قیامت کے دن ان نعمتوں پر باز پرس تو ضرور ہوگی ارشاد ہے:

قیامت کے دن نعمتوں سے متعلق تم سے باز پرس ضرور ہوگی۔

اسی حقیقت کی طرف نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس مختصر سے مگر انتہائی بلیغ اور جامع و مانع حدیث میں توجہ دلائی ہے تا کہ جن لوگوں کو یہ دونوں نعمتیں میسر ہیں وہ ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر اس سعادت اور خوش بختی یعنی محبوب رب العالمین اور مستجاب الدعوات بننے کا شرف حاصل کرنے میں کوتاہی نہ کریں اور کثرت سے نوافل پڑھیں ورنہ اس سے بڑھ کر کوئی خسارہ نہ ہوگا۔

اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں نعمتیں بھی دنیا کی تمام نعمتوں کی طرح ناپائیدار اور فنا پذیر ہیں بلکہ شب وروز کے مشاہدات وتجربات شاہد ہیں کہ خاص طور پر یہ دونوں نعمتیں بے حد سریع الزوال ہیں آن کے آن میں انسان صحت اور فارغ البالی سے محروم ہو جاتا ہے اس لئے اس سے قبل کہ یہ دونوں نعمتیں ضائع ہوں ایک لمحہ کی تاخیر کئے بغیر ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا لینا چاہئے ورنہ پھر کف افسوس ملنے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

ہماری حالت

اس پر آشوب زمانہ میں ہماری حالت تو اس قدر دگرگوں اور نا گفتہ بہ ہے کہ ہم ان دونوں نعمتوں تندرستی اور فارغ البالی سے قرب ورضاء الٰہی حاصل کرنے کے بجائے شب وروز دنیا کی بے حقیقت جائز وناجائز اغراض وخواہشات پوری کرنے اور زیادہ سے زیادہ مال وجاہ حاصل کرنے میں بلکہ علانیہ نافرمانیوں اور گناہوں کا ارتکاب کرنے میں صرف کر رہے ہیں ہم نہ صرف یہ کہ ان نعمتوں سے جو فائدے اٹھانے چاہئے تھے وہ نہیں اٹھا رہے بلکہ ان سے ناروا فائدے اٹھا رہے ہیں اور **صرف الشیء فی غیر محلہ** (چیز کو بے محل استعمال) کر کے ظلم کے مرتکب ہو رہے ہیں اسی لئے مسنون دعاؤں میں ایک استغفار کے ذیل میں آیا ہے۔

اور میں تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں ان نعمتوں (کے استعمال) پر جن سے میں نے تیری نافرمانی کرنے پر قوت حاصل کی۔ اس لئے ہمیں تو اس بدترین ناسپاسی پر زیادہ سے زیادہ توبہ واستغفار کرنا چاہئے اس لئے کہ کفران نعمت اور ناشکری وناسپاسی کی اللہ تعالیٰ بہت سخت سزا دیتے ہیں ارشاد ہے۔

اور بخدا اگر تم نے ناشکری کی تو میرا عذاب بہت سخت ہے۔

اور جن لوگوں کو یہ دونوں نعمتیں تندرستی وفارغ البالی حاصل ہیں انہیں بلا تاخیر نفل عبادات خصوصاً نفل نمازوں میں مصروف ہو کر قرب ورضاء الٰہی حاصل کرنا چاہئے کہ یہی ان نعمتوں کے شکر یہ ادا کرنے کا طریقہ ہے اور اس عظیم خسران سے بچنا چاہئے **واللہ یھدی الی الحق** حدیث کا تعلق مجاہدہ کے باب سے ظاہر ہے۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں ایسی عورت سے جو مجھے بڑھاپے سے پہلے بوڑھا کر دے اور میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں ایسی اولاد سے جو مجھ پر وبال ہو اور میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں ایسے مال سے جو میرے حق میں عذاب ہو۔

نماز تہجد مغفرت کا ذریعہ

عن عائشة رضی الله عنها، ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یقوم من اللیل حتی تتفطر قدماه، فقلت له: لم تصنع هذا یا رسول الله، وقد غفر الله لک ما تقدم من ذنبک وما تأخر؟ قال: أفلا احب ان اکون عبداً شکوراً؟ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام (ابتداء میں) شب کو اتنا طویل قیام فرماتے (اور نماز میں کھڑے کھڑے قرآن پڑھتے رہتے) کہ آپ کے قدم مبارک پر ورم آجاتا یہاں تک کہ پھٹنے لگتے تو (ایک دن) میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں دراں حالیکہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ تو کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ بننا پسند نہ کروں؟ (اور اس کے انعام واحسان کا شکریہ نہ ادا کروں) یہ صحیح بخاری (کی حدیث حضرت عائشہؓ) کے الفاظ ہیں مغیرہ بن شعبہ کی روایت بھی بخاری ومسلم میں اسی کے مانند آئی ہے۔

تشریح: یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جبکہ سورۃ مزمل کا صرف پہلا رکوع نازل ہوا تھا اور اس میں اللہ تعالیٰ نے (نماز میں) طویل قیام اور ترتیل کے ساتھ قرآن پڑھنے کا حکم دیا تھا چنانچہ ارشاد ہے:

اے کملی والے! یہ کچھ حصہ یعنی (تہائی حصہ) نماز عشاء کے لئے ہے۔ تقریباً ایک سال تک آپ نے (اور آپ کے ساتھ صحابہ نے بھی) اس حکم کے تحت تمام شب تہجد کی نماز اور اس میں قرآن پڑھنے میں گزار دی یہاں تک کہ آپ کے مبارک قدموں پر ورم آ گیا اور پھٹنے لگے تو قیام لیل کی اس طویل اور پر مشقت ریاضت اور مجاہدہ کے بعد دوسرا رکوع نازل ہوا۔

حصہ کے علاوہ پوری رات (نماز میں) کھڑے رہا کرو آدھی رات یا آدھی رات سے کچھ کم (ایک تہائی) یا کچھ زیادہ (دو تہائی) اور آہستہ آہستہ قرآن پڑھا کرو۔

ایک سال کے بعد از راہ شفقت وترحم اس میں تخفیف کر دی گئی ارشاد ہے۔

تحقیق تمہارا پروردگار جانتا ہے کہ تم دو تہائی رات کے قریب یا آدھی رات یا ایک تہائی رات (نماز میں) کھڑے قرآن پڑھتے رہتے ہو اور تمہارے ساتھیوں کا ایک گروہ بھی (تمہاری پیروی کرتا ہے) اور اللہ ہی رات دن کے اندازے مقرر کرتا ہے (کبھی رات چھوٹی دن بڑا اور کبھی رات بڑی دن چھوٹا ہوتا رہتا ہے) اس نے جان لیا (یعنی ظاہر کر دیا) کہ تم اس کا احاطہ ہرگز نہیں کر سکتے (یعنی تہجد کے وقت کا صحیح اندازہ نہیں کر سکتے) اس لئے اس نے تمہاری حالت پر توجہ فرمائی (اور تمہاری مجبوری اور کمزوری پر ترس کھایا) بس اب جتنا تم سے ہو سکے قرآن پڑھ لیا کرو (تمام رات مشقت نہ اٹھایا کرو)

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک طویل حدیث میں سعد بن ہشام کے سوال کے جواب میں فرماتی ہیں۔

الست تقراء یایها المزمل

کیا تم (قرآن میں) سورۃ مزمل نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کیا۔

کیوں نہیں (ضرور پڑھتا ہوں) کہنے لگیں اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کے اول حصہ میں قیام لیل کو فرض قرار دیا ہے چنانچہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک سال تک اس حکم کے تحت (تمام رات قیام لیل جاری رکھا) اور اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کے آخری حصہ کو بارہ مہینے آسمان (بیت المعمور) میں روکے رکھا تا این کہ اس سورۃ کے آخر میں (اس پوری رات کے قیام میں) اللہ تعالیٰ نے تخفیف نازل فرمائی۔

الغرض ایک سال تک اس طویل ریاضت اور کٹھن مجاہدہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے کچھ تخفیف فرما دی لیکن آخر عمر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے پچھلے تہائی حصہ یعنی چھٹے حصہ میں برابر قیام فرماتے اور نماز تہجد پڑھتے رہے ہیں محققین کے نزدیک یہ تخفیف شدہ قیام لیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر خصوصی طور پر فرض تھا جیسا کہ ارشاد ہے۔

اور شب کے ایک حصہ میں تم تہجد (کی نماز) میں قرآن پڑھا کرو یہ تمہارے لئے (پنجگانہ نمازوں پر) زائد ہے توقع ہے کہ تمہارا پروردگار تم کو مقام محمود (مقام شفاعت عظمیٰ) عطا فرمائے گا۔

باقی امت کے لئے مستحب بلکہ سنت موکدہ ہے۔

باوجودیکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام کردہ وناکردہ گناہوں اور خطاؤں کی مغفرت کا اعلان فرما دیا تھا ارشاد ہے:

بلاشبہ ہم نے تم کو فتح مبین عطا فرمائی ہے تا کہ اللہ تمہاری کردہ خطاؤں اور ناکردہ خطاؤں کو بھی معاف فرما دے (اور تمام گناہوں اور خطاؤں سے بری اور پاک ہونے کا اعلان کر دیا ہے)

پھر بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر عمر تک اس قیام لیل کی مشقت برداشت کرنے پر از راہ محبت وشفقت آپ سے یہ سوال کیا اس لئے کہ ان کے خیال میں اللہ تعالیٰ کے اس سورۃ مزمل کے ختم پر **واستغفروا اللہ ان اللہ غفور رحیم** فرمانے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس قیام لیل کا مقصد اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرنا ہے تو آپ کے تو تمام کردہ وناکردہ گناہوں کی مغفرت کا اللہ تعالیٰ اعلان فرما چکے اب آپ کو اس قدر مشقت اٹھانے کی کیا ضرورت ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس خیال کی اصلاح فرماتے ہیں کہ اے عائشہؓ اس قیام لیل کا مقصد جس طرح طلب مغفرت ہے اسی طرح شکر نعمت بھی اس کا مقصد ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اتنا عظیم احسان فرمایا ہے کہ میرے تمام کردہ وناکردہ گناہوں کی معافی کا دنیا میں ہی اعلان فرما دیا اس عظیم انعام واحسان کا شکر یہ اسی طرح ادا ہو سکتا ہے کہ میں اس کے بعد بھی اعتراف نعمت اور اظہار منت کے طور پر مرتے دم تک اس قیام لیل اور شب بیداری کے مجاہدہ پر قائم ہوں۔

یہی انعام عظیم، تمام کردہ وناکردہ خطاؤں کی مغفرت کا اعلان، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ طغریٰ امتیاز ہے جس کی بنا پر محشر کے دن جبکہ اللہ تعالیٰ کا قہر وغضب اپنی مخلوق پر اس درجہ پر پہنچا ہوگا کہ نہ اس طرح کبھی پہلے غضبناک ہوئے اور نہ آئندہ کبھی اس طرح غضب ناک ہونگے اور تمام انبیاء کرام آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک اس ہولناک دن میں اس شفاعت عظمیٰ یعنی تمام مخلوق کی شفاعت کے لئے خود کو لست ھناکم (میں اس کا اہل نہیں ہوں) کہہ کر اور اپنی اپنی خطاؤں کو یاد کر کے نفسی نفسی (مجھے تو اپنی پڑی ہے اپنی میں تمہاری سفارش کس منہ سے کروں) کہیں گے اور ہر نبی اپنے بعد کے نبی کے پاس بھیج دے گا تا آنکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجیں گے اور

کہیں گے محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جاؤ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تمام کردہ وناکردہ خطاؤں کی معافی کا اعلان فرما کر ہر طرح مطمئن کر دیا ہے وہی شفاعت کبریٰ کے اہل ہیں چنانچہ رحمت للعالمین تمام جہانوں کے لئے رحمت' نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام عرش عظیم کے سامنے سربسجود ہوکر شفاعت کی اجازت طلب کریں گے اور اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔

ارفع رأسک سل تعطه اشفع تشفع

سجدہ سے سر اٹھاؤ مانگو (جو مانگو گے) دیا جائے گا سفارش کرو تمہاری سفارش قبول کی جائے گی۔

اس اجازت کے بعد ہی آپ تمام امتوں کے لئے شفاعت (سفارش) فرمائیں گے یہی مقام وہ مقام محمود ہے جس کے عطا فرمانے کی بشارت بھی اللہ تعالیٰ نے اسی قیام لیل کے حکم پر ساتھ ساتھ دی ہے ارشاد ہے۔

ومن الیل فتهجدبه نافلة لک عسی ان یبعثک ربک مقاماً محموداً

(سورۃ بنی اسرائیل: ع۹ آیت ۷۹)

اور یہی وہ مقام محمود ہے جس کی بنا پر خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتراف نعمت اور اظہار منت کے طور پر فرمایا ہے۔

اناسیدولدادم ولافخربیدی لواء الحمدو لافخرادم فمن بعده تحت لواءی ولافخر'

میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں فخر کے طور پر نہیں کہتا میرے ہاتھ میں حمد الٰہی کا جھنڈا ہوگا فخر کے طور پر نہیں کہتا' آدم اور ان کے بعد کے تمام انبیاء میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے فخر کے طور پر نہیں کہتا۔

اس تمام تفصیل کے بعد اندازہ کیجئے کہ یہ تمام عمر شب بیداری کی ریاضت اور استغفار پر مداومت آپ کے لئے کن عظیم رفعتوں پر پہنچنے کا باعث نبی ہے فداہ ابی وامی صلی اللہ علیہ وسلم

تنبیہ: یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ جب تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے مطابق معصوم اور گناہوں سے پاک و محفوظ ہیں خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ کا دامن تو برائے نام گناہوں سے بھی پاک ہے پھر اللہ تعالیٰ کس طرح ارشاد فرماتے ہیں۔

لیغفرلک الله ماتقدم من ذنبک وماتاخر (الفتح آیت ۲)

تا کہ تمہارے کردہ وناکردہ (سب) گناہ معاف کر دے۔

اس شبہ کا جواب ہم باب توبہ واستغفار کے ذیل میں حدیث نمبر ایک کے تحت دے چکے ہیں اس کو ضرور دوبارہ پڑھ لیجئے۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں اعتقاد کے بعد حق بات میں شک لانے سے اور میں شیطان مردود سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ اور میں روز جزا کی سختی سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔

رمضان کے آخری دنوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات

عن عائشة رضی الله عنها انها قال: وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا دخل العشر احيا الليل، وأيقظ اهله، وجد وشد الممنزر: الازار، وهو كناية عن اعتزال النساء، وقيل: المراد تشميره للعبادة. يقال: شددت لهذا الامر منزرى، اى: تشمرت، وتفرغت له.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہتی ہیں۔ جب (رمضان المبارک کا) آخری عشرہ آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی (تمام) رات بیدار (اور نماز یا تلاوت قرآن اور اس کے علاوہ ذکر واذکار میں مشغول) رہتے اور اپنے گھر والوں کو بھی بیدار فرماتے اور (عبادت میں) انتہائی محنت ومشقت برداشت کرتے اور تہبند کس لیتے۔ تہبند کس لینے سے مراد ازواج مطہرات سے علیحدگی اختیار کرنا ہے (یعنی اس عشرہ میں ازواج مطہرات میں سے کسی کے پاس بھی نہ جاتے) اور بعض علماء نے کہا کہ تہبند کس لینے سے مراد عبادت کے لئے کمر کس لینا ہے چنانچہ محاورہ میں کہا جاتا ہے میں نے فلاں کام کے لئے کمر کس لی ہے اور خود کو فارغ کر لیا ہے (یہی دوسرے معنی زیادہ صحیح معلوم ہوتے ہیں کیونکہ آپ اس آخری عشرہ میں اعتکاف میں ہوتے تھے اس لئے ازواج مطہرات کے پاس جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ زمانہ اعتکاف میں بیوی کے پاس جانا بنص قرآن ممنوع ہے۔

تشریح: ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ ماہ رمضان المبارک سال کے بارہ مہینوں میں سب سے زیادہ خیر وبرکت کا مہینہ ہے اس مہینے کے دن تمام سال کے دنوں سے افضل اور راتیں تمام سال کی راتوں سے افضل ہیں اس لئے کہ اسی ماہ مبارک کی راتوں میں سے ایک رات لیلۃ القدر ہے جو قرآن کریم کی تصریح کے مطابق ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

اسی لئے اس ماہ مبارک میں رضاء خداوندی حاصل کرنے کی غرض سے خیر البریة افضل الخلائق رحمة للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم مجاہدہ اور عبادت الٰہی میں محنت ومشقت اٹھانے کے لئے خود بھی کمر کس لیا کرتے اور اہل خانہ کو بھی شب بیداری کی تلقین فرماتے ہیں جس کا اجمالی تذکرہ اس حدیث میں کیا گیا ہے اور رمضان المبارک کے شب وروز میں عبادات کی تفصیل کہ دن میں آداب صوم کی پوری پابندی کے ساتھ روزے رکھتے رات میں قیام لیل فرماتے آخر عشرہ میں اعتکاف مسنون کر کے تبتل تمام مخلوق بلکہ ماسوائے اللہ سے قطع تعلق اختیار فرماتے جس کی تفصیلات احادیث میں بھی مذکور ہیں اور آیات کی تشریح میں بھی آپ پڑھ چکے ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اس ماہ مبارک کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہونے دیتے۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسوۂ حسنہ کی پیروی ہر عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مدعی کا فرض ہے یہی محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبوت ہو سکتا ہے ورنہ صرف زبانی دعوی اور خاص خاص اوقات وحالات میں بلند آواز سے درود وسلام پڑھنا اور میلاد کی محفلیں سجانا تو فریب نفس کے سوا کچھ نہیں۔

مجاہدہ اور ریاضت کا بہترین وقت رمضان المبارک کے روز وشب ہیں ایک لمحہ بھی اس زریں فرصت اور بابرکت مہینہ کا ضائع

نہ کرنا چاہئے بلکہ ہر مسلمان کو چاہئے کہ اس انمول فرصت کو کہ ماہ رمضان المبارک اس کو میسر آ گیا اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم انعام واحسان سمجھ کر اس کا شکریہ اس طرح ادا کرے کہ بغیر کسی بھی قسم کی کوتاہی کے خود کو ہر چیز سے فارغ کر کے شب وروز عبادت میں مصروف رہے واللہ الموفق (اللہ ہی توفیق دینے والا ہے)

بہرحال اس حدیث اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ سے ثابت ہوتا ہے کہ سال کے مبارک ترین ایام ولیالی میں قرب خداوندی حاصل کرنے کے لئے معمول سے زیادہ جدوجہد کرنا اور مشقت اٹھانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور ایسے ایام ولیالی کا منتظر رہنا اور نزول رحمت خداوندی کے اوقات اور فرصتوں سے پورا پورا فائدہ اٹھانا اس امت کا خصوصی شعار ہے۔

اسی شعار کو اختیار کر کے وہ دنیا کی دوسری قوموں اور ملتوں کے لئے لائق اقتداء نمونہ بن سکتی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

تاکہ تم لوگوں کے لئے (حق پرستی کے) گواہ بنو اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے اوپر (اقتداء سنت رسول کے) گواہ ہوں۔

کاش رحمۃ للعالمین کی امت خصوصاً اس زمانہ خدا فراموشی وخود فراموشی میں اپنے محبوب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس سنت پر عمل کر کے اپنے رب کی محبوب امت بن جائے جیسا کہ خود رب العالمین اس امت کو خطاب فرماتے ہیں۔

تم بہترین امت ہو تم کو لوگوں (کی رہنمائی) کے لئے پیدا کیا گیا ہے تم (از روئے شرع) بھلی بات (لوگوں کو) بتلاتے ہو اور (شرعاً) بری بات سے منع کرتے ہو اور اللہ پر (کما حقہ) ایمان لاتے ہو۔ اللہ الموفق (اللہ ہی توفیق دینے والا ہے)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا یہ لوگ کبھی یہ نہیں سوچتے کہ ان کو ایک عظیم دن (قیامت کے دن) کے لئے ضرور ضرور دوبارہ زندہ کیا جائے گا جس دن تمام مخلوق رب العالمین کے سامنے پیش ہوگی۔

لیکن وائے برما و برحال ما (افسوس ہم پر اور ہمارے حال پر)

بہرحال نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا حاصل بھی یہی ہے کہ کارہائے خیر کے انجام دینے میں مطلق تاخیر اور ٹال مٹول نہ کرنی چاہئے جو بھی بن پڑے حالات کی پرواہ کئے بغیر آخرت کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور کرتے رہنا چاہئے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس کی توفیق عطا فرمائیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں موت ناگہانی، سانپ کے کاٹنے سے، درندے سے، ڈوبنے سے جل جانے سے اور اس سے کہ میں کسی چیز پر گر پڑوں اور لشکر کے بھاگنے کے وقت مارے جانے سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔

طاقتور مومن کمزور مومن سے بہتر ہے

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المؤمن القوى خير واحب الى الله من المؤمن الضعيف وفى كل خير. احرص على ما ينفعک، واستعن بالله ولا تعجز. وان اصابک شیء فلا تقل: لو انی فعلت كان كذا وكذا، ولكن قل: قدر الله، وما شاء فعل، فان لو تفتح عمل الشيطان. (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے طاقتور مومن بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے کمزور مومن سے اور خیر وخوبی تو سب ہی میں ہے جو امور تمہارے لئے مفید اور کارآمد ہیں ان (پر عمل کرنے) کی حرص (اور کوشش) کیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کیا کرو ناکارہ نہ بنو (جو کچھ بن پڑے کرتے رہو) اور اگر کوئی مصیبت پیش آ جائے تو یوں مت کہو "اگر میں (فلاں تدبیر) کرتا تو ایسا ایسا ہوتا" بلکہ یوں کہا کرو یہ تقدیر خداوندی ہے (اسے کون بدل سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو چاہا کیا" اس لئے کہ (اگر) کا لفظ شیطان کی کارگزاری کا راستہ کھولتا ہے۔ مسلم نے روایت کیا۔

تشریح: اس ارشاد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو جزو ہیں اول جزو میں بندہ مومن کو جو بھی وہ حسب طاقت وقدرت عبادت وطاعت الٰہی رضاء خداوندی حاصل کرنے کے لئے کر سکتا ہے اس میں بلا تاخیر وتردد مصروف اور سرگرم عمل رہنے کی ترغیب ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

اور اسی (نیکوکاری) میں (ایک دوسرے سے) آگے نکلنے کی کوشش کرنے والوں کو کوشش کرنی چاہئے

اور اسی بنا پر طاقتور مومن کو کمزور مومن سے بہتر اور محبوب تر فرمایا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ مشقت برداشت کر کے عبادت وطاعت خداوندی میں ہمہ تن مصروف رہ کر اس مقام محبوبیت پر پہنچتا ہے جس پر کمزور اپنی کمزوری کی وجہ سے نہیں پہنچ پاتا لیکن بہرحال ایمان اور عمل صالح کی دولت اس کے پاس بھی ہے اس کے ذریعے جنت یعنی مقام رضاء الٰہی میں وہ بھی پہنچ ہی جائے گا گو مومن قوی کا درجہ نہ پا سکے رحمت خداوندی سے مایوس کسی کو بھی نہ ہونا چاہئے۔ سبحان اللہ ارشاد ہے۔

میری رحمت تو ہر چیز (اور ہر شخص) کے لئے عام ہے۔

اسی لئے آخرت میں کام آنے والے اعمال پر عمل پیرا ہونے کی حرص اور رغبت وشوق ہر مومن میں ہونا چاہئے اور عمل کے لئے اللہ تعالیٰ سے ہی مدد طلب کرتے رہنا چاہئے کہ ہم کو ہر رکعت میں اللہ تعالیٰ سے ہی مدد طلب کرنے کی تعلیم دی گئی ہے ارشاد ہے۔

تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے ہم مدد چاہتے ہیں۔

ولعبدی ماسٔل ...... اور میرے بندے کے لئے ہے جو اس نے مانگا۔

دوسرے جزو میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو شیطان کو خفیہ دراندازی سے جس کا بے خبری میں اور غیر شعوری

طور پر ایک مردمومن بھی شکار ہو جاتا ہے خبردار کرتے ہیں کہ اگر تم کسی اچانک مصیبت یا ناگہانی حادثہ کا شکار ہو جاؤ تو یوں ہرگز مت کہا کرو کہ اگر میں ایسا کرتا تو ایسا ہوتا شیطان تمہاری زبان سے یہ کہلوا کر تمہیں غیر شعوری طور پر تقدیر الٰہی کا منکر بنانا چاہتا ہے بلکہ یہ کہا کرو کہ تقدیر خداوندی یوں ہی تھی اس کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا تھا یہ محض تمہارا خیال ہے اگر میں ایسا کرتا تو ایسا ہوتا درحقیقت جو مشیت الٰہی تھی وہی ہوا ہے اور یوں ہی ہونا چاہئے تھا جیسا کہ باب مراقبہ کی تیسری حدیث میں جو حضرت علیؓ سے مروی ہے آپ پڑھ چکے ہیں اس حدیث کے بعض طرق کے الفاظ یہ ہیں۔ اور یاد رکھو جو تمہارے ساتھ نہیں ہوا وہ ہو ہی نہیں سکتا تھا اور جو مصیبت تمہارے اوپر آئی وہ ٹل ہی نہیں سکتی تھی۔

اسی حدیث کے آخر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

رفعت الاقلام وجفت الصحف

(تقدیر لکھنے والے) قلم اٹھ چکے (لکھ کر فارغ ہو گئے)

اور تقدیر کے نوشتے خشک ہو گئے (اب نہیں مٹ سکتے)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو بار بار پڑھیئے بڑی ایمان افروز حدیث ہے اور تقدیر الٰہی پر ایمان تازہ کیجئے اس قسم کے شیطانی وسوسوں کی بیخ کنی کے لئے مسنون دعاؤں میں مندرجہ ذیل دعائیں آتی ہیں انہیں پڑھا کیجئے تاکہ شیطانی فریب اور وسوسے آپ کو گمراہ نہ کر سکیں ایک دعا یہ ہے۔

اے اللہ! تو مجھے اپنے فیصلے پر راضی کر دے اور جو تو نے میرے لئے مقدر کیا ہے اس میں برکت عطا فرما تاکہ جو (کام) تو نے پیچھے کیا میں اس کو (جلدی) کرنے کی خواہش نہ کروں اور جو تو نے جلدی کر دیا میں اس کی تاخیر کی کوشش نہ کروں۔

اے اللہ! تو اپنے ہر فیصلہ کو میرے لئے بہتر اور خیر کا باعث بنا اور اس کے انجام کو میرے لئے ہدایت و بہتری (کا) سبب بنا دے۔

اے اللہ میں سوال کرتا ہوں تجھ سے تیرے فیصلے کے بعد (اس پر) رضامندی کا اور مرنے کے بعد خوشگوار زندگی کا اور تیرے (بے کیف) چہرے کو دیکھنے کی لذت کا اور تیری ملاقات کے شوق کا جس میں کسی مضرت کی بدحالی اور کسی فتنہ کی گمراہی (کا اندیشہ) نہ ہو۔

تنبیہ: یاد رکھئے ان الفاظ ''اگر میں ایسا کرتا تو ایسا ہوتا'' کے استعمال کرنے کی یہ ممانعت ایسے امور ماضیہ گزرے ہوئے امور کیساتھ مخصوص ہے، جن میں عموماً انسان تقدیر کی شکایت کے طور پر اپنی کوتاہی کو نوشتہ تقدیر، تقدیر کا لکھا قرار دے کر خود کو کوتاہی کے الزام سے بری کرنا چاہتا ہے یا کسی دوسرے پر کوتاہی کا الزام رکھنا چاہتا ہے یا غیر ارادی طور پر اس قسم کے الفاظ اس کی زبان سے نکل جاتے ہیں جن سے ایمان بالقدر (تقدیر پر ایمان) کی کمزوری کا پتہ چلتا ہے جیسا کہ باب مراقبہ کی تیسری حدیث میں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حسب ذیل الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔

اور یاد رکھو! کہ اگر پوری امت تم کو نفع پہنچانے پر متفق و متحد ہو جائے تو جو تمہاری تقدیر میں لکھ دیا ہے اس سے زیادہ نفع نہیں پہنچا سکتے اور اگر وہ تم کو نقصان پہنچانے پر متفق ہو جائیں تو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے اس سے زیادہ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

ورنہ تو امور مستقبلہ آنے والے امور کے متعلق بطور تنبیہ ان الفاظ کا استعمال خود کوتاہی سے بچنے یا دوسروں کو بچانے کے لئے بالکل درست اور جائز ہے قرآن و حدیث میں بھی اور شب و روز کی گفتگو میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

جنت وجہنم کی کیفیات

السابع: عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: حجبت النار بالشهوات، وحجبت الجنة بالمكاره (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنم (ناروا) خواہشات سے چھپادی گئی ہے (یعنی طبعاً مرغوب اور دلکش ودل آویز مگر شرعاً حرام وناجائز چیزوں میں چھپادی گئی ہے) اور جنت ناگوار (مگر شرعاً ضروری اور فرض وواجب عبادات و مامورات) میں چھپادی گئی ہے۔

تشریح: یہ تو بخاری اور مسلم دونوں کی روایت کے الفاظ ہیں اور مسلم کی روایت میں حجبت (چھپادی گئی ہے) کے بجائے حفت (گھیردی گئی ہے) آیا ہے معنی دونوں لفظوں کے ایک ہی ہیں یعنی انسان کے اور جہنم یا جنت کے درمیان (مرغوب امور یا ناگوار امور کی) ایک دیوار حائل ہے پس جب ان میں سے کسی ایک پر عمل کرے گا تو اندر داخل ہوگا (یعنی اگر نفس کی ناجائز خواہشات ومرغوبات پر عمل کرے گا تو جہنم میں جائے گا اور اگر نفس کو ناگوار محسوس ہونے والے اور دشوار امور عبادات واحکام شرعیہ پر عمل کرے گا تو جنت میں جائے گا)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جب جنت کو پیدا فرمایا تو جبرئیل سے کہا جاؤ ذرا جنت کو دیکھو چنانچہ جبرئیل گئے اور جنت کو اور ان نعمتوں کو دیکھا جو اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے لئے تیار کی ہیں پھر واپس آئے اور عرض کیا اے میرے رب قسم ہے تیرے عزت وعظمت کی جو بھی کوئی اس جنت (اور نعیم جنت) کا حال سنے گا اس میں ضرور داخل ہو کر رہے گا" پھر اللہ تعالیٰ نے اس جنت کو ناگوار اور دشوار امور (احکام الٰہیہ کی پابندیوں سے) گھیر دیا (یعنی مامورات اور منہیات کے خار زار اس کے چاروں طرف بچھا دیئے) پھر ارشاد فرمایا اے جبرئیل (اب پھر) جاؤ اور جنت کو دیکھو جبرئیل گئے اور دیکھا تو واپس آ کر عرض کیا اے میرے رب قسم ہے تیری عزت وعظمت کی بخدا مجھے تو ڈر ہے کہ اب تو کوئی بھی اس جنت میں داخل نہ ہونے پائے گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے جہنم کو پیدا کیا تو جبرئیل سے فرمایا اے جبرئیل جاؤ ذرا جہنم کو بھی جا کر دیکھو تو جبرئیلؑ گئے اور جہنم (اور اس کے ہولناک عذابوں) کو دیکھا تو واپس آ کر عرض کیا اے میرے پروردگار! تیری عزت وعظمت کی قسم جو بھی اس جہنم کا حال سنے گا ہرگز اس میں داخل نہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے جہنم کو مرغوبات سے گھیر دیا (یعنی ممنوع ومحرم لذائذ اور آسائش وراحت کے دل آویز سبز باغ چاروں طرف لگا دیئے پھر جبرئیلؑ سے فرمایا اے جبرئیل جاؤ ذرا اب جہنم کو دیکھو جبرئیلؑ گئے اور جہنم کو (اور اس کے چاروں طرف مرغوبات ولذائذ کے مقناطیسی کشش رکھنے والے سبز باغوں کو) دیکھا تو واپس آ کر عرض کیا اے میرے پروردگار! تیری عزت وعظمت کی قسم اب تو مجھے ڈر ہے کہ کوئی بھی جہنم میں جائے بغیر نہ رہ سکے گا۔

(ترمذی، ابوداؤد اور نسائی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے)

مکروہات

قرآن وحدیث میں نفس کو ناگوار اور دشوار محسوس ہونے والی تمام چیزوں کی متعدد اور مختلف طریقوں سے نشاندہی کی گئی ہے چنانچہ نماز جو پورے دین اسلام کا اساسی ستون ہے نفس پر اس کے شاق اور گران ہونے کا حال اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ ذیل میں ظاہر فرمایا ہے ارشاد ہے۔

اور بلاشبہ نماز پڑھنا (لوگوں پر) انتہائی شاق (اوگراں) ہے بجز (خدا سے) ڈرنے والے لوگوں کے جن کو یقین ہے کہ ہمیں (ایک نہ ایک دن) اپنے رب سے ملنا (اور اس کے سامنے پیش ہونا) ہے اور یہ کہ اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔

مکارہ: ایسے ہی نمازی بندوں کو عفو خطایا اور رفع درجات کی خوشخبری مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے ذیل کی حدیث میں دی ہے اور مکار نفس سے متنبہ فرمایا ہے اور مکارہ کی نشاندہی فرمائی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتلاؤں جس سے اللہ تعالیٰ خطاؤں کو مٹاتے اور درجات کو بلند فرماتے ہیں صحابہؓ نے عرض کیا کیوں نہیں (ضرور بتلایئے) آپ نے فرمایا ناگوار اوقات وحالات میں وضوکو پورا کرنا مسجدوں کی طرف زیادہ قدم اٹھانا (دور سے چل کر جانا) ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا پس یہی تمہاری (دین کی) سرحدوں کی نگرانی (اور حفاظت) ہے یہی تمہاری سرحدوں کی نگرانی ہے (کہ مکار نفس تم کو اپنے مکروفریب کے حملوں سے زیادہ سے زیادہ اجروثواب حاصل کرنے سے محروم نہ کردے۔

اسی طرح موقع بموقعہ قرآن وحدیث میں مختلف عنوانات سے مکروہات سے آگاہ کیا گیا ہے تفصیلات کے لئے قرآن وحدیث کا مطالعہ کیجئے مختصر یہ ہے کہ جو بھی خدا اور رسول کا حکم نفس پر شاق ہوا اور اس پر عمل کرنا یا اس کی پابندی کرنا ناگوار ہو وہ سب مکروہات میں شامل ہیں اس خارزار سے گذر کر ہی جنت میں داخل ہونا ممکن ہے۔

مرغوبات نفس

اللہ تعالیٰ بنیادی طور پر شہوات اور مرغوب ولذیذ چیزوں سے آگاہ فرماتے ہیں ارشاد ہے:

آراستہ کردی گئی ہے لوگوں کے لئے پسندیدہ چیزوں کی محبت عورتیں، اولاد، سونے چاندی کے جمع کردہ ذخیرے (اعلیٰ نسل کے) نشان لگے گھوڑے، مویشی، اور کھیتیاں یہ (سب) دنیا کی زندگی کا ساز وسامان ہے (اور دنیا اور اس کا تمام ساز وسامان ہیچ و پوچ اور فانی ہے) اور اللہ کے پاس خوب ترین ٹھکانہ (آخرت) ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بنیادی طور پر انسان کو مرغوب ومطلوب اور دلکش ودل آویز چیزوں کی جن سے انسان محبت کرتا ہے نشاندہی فرمائی ہے۔

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے بعد مردوں کے حق میں عورتوں سے زیادہ ضرررساں کوئی فتنہ نہیں چھوڑا۔

لیکن درحقیقت یہ تمام چیزیں منعم حقیقی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتیں ہیں جن پر قرآن وحدیث میں مختلف عنوانات سے متنبہ کیا گیا ہے مگر انسان کی آزمائش بھی زیادہ تر انہی نعمتوں کے استعمال وانتفاع میں مضمر ہے اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقوں پر انسان اس سے نفع

اٹھائے تو یہی چیزیں آخرت کے لئے بہترین کارآمد اور اجروثواب کا ذریعہ بن سکتی ہے لیکن اگر انہی دلکش ودل آویز چیزوں کے سبزہ زار میں نفس کو بے لگام چھوڑ دے احکام الٰہیہ کو پس پشت ڈال کر حلال وحرام جائز وناجائز کا فرق کئے بغیر عیش کوشی ولذت اندوزی میں مستغرق ہوجائے تو یہی چیزیں جہنم کا کندہ بنا ڈالنے کا سبب بن جاتی ہیں اور یہی ہیں وہ شہوات جن کے سبز باغ جہنم کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں ان لذائذ ومرغوبات کی مقناطیسی کشش سے صرف وہی خداترس انسان بچ سکتے ہیں جن کے دلوں پر خدا کا خوف اور آخرت کے مواخذہ کا ڈر مسلط ہوتا ہے جیسا کہ قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیات میں آپ پڑھ چکے ہیں اسی حقیقت کو عارف رومی نے مثنوی میں بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے مثنوی کا ایک شعر یہ ہے۔

چیست دنیا؟ از خدا غافل بودن
نے قماش ونقرہ وفرزند و زن

ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں اور دوبارہ آپ کو مخبر صادق نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی وسیع حقائق پر مشتمل اور جامع حدیث پیش کرتے ہیں۔

اس کو ہمیشہ یاد رکھئے اور حرز جاں بنالیجئے اور زندگی کے ہر قدم پر پیش نظر رکھئے انشاء اللہ العزیز آپ مکار نفس کے حملوں سے محفوظ رہیں گے اور آپ کا نفس نفس مطمئنہ کے مرتبہ پر پہنچ کر رب العالمین کے محبوب ومقرب بندوں میں شامل اور جنت الخلد میں داخل ہوگا۔

دُعا کیجئے

اے میرے پروردگار! (اس وقت) جو (نعمت) بھی آپ مجھ کو بھیج دیں میں اس کا سخت حاجت مند ہوں۔

اے میرے رب! مجھ کو ان مفسد لوگوں پر غالب (اور ان کو عذاب سے ہلاک) کردے۔

اے ہمارے پروردگار! آپ کی رحمت (عامہ) اور علم ہر چیز کو شامل ہے سو ان لوگوں کو بخش دیجئے جنہوں نے (شرک کفر سے) توبہ کرلی ہے اور آپ کے راستہ پر چلتے ہیں اور ان کو جہنم کے عذاب سے بچالیجئے۔

اے ہمارے پروردگار! اور ان کو ہمیشہ رہنے کی بہشتوں میں جن کا آپ نے ان سے وعدہ کیا ہے داخل کردیجئے اور ان کے ماں باپ اور بیبیوں اور اولاد میں جو (جنت کے) لائق (یعنی مومن) ہوں ان کو بھی داخل کردیجئے بلاشک آپ زبردست حکمت والے ہیں۔ اور انہیں خرابیوں سے بچائیے اور جس کو تو نے اس دن خرابیوں سے بچالیا اس پر تو نے (بڑا) رحم کیا اور یہی بڑی کامیابی ہے اور میری اولاد میں بھی میرے لئے صلاحیت پیدا کردیجئے۔ میں آپ کی جناب میں توبہ کرتا ہوں اور میں فرمانبردار ہوں۔ میں درماندہ ہوں سو آپ (ان سے) انتقام لے لیجئے۔

اے ہمارے پروردگار! ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو (بھی) جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دیجئے۔ اے ہمارے رب! آپ بڑے شفیق رحیم ہیں۔

اے ہمارے پروردگار! ہم آپ پر توکل کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نماز کا واقعہ

عن ابی عبداللہ حذیفة بن الیمان، رضی اللہ عنہما، قال: صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذات لیلة، فافتح البقرة، فقلت یرکع عند المائة، ثم مضی فقلت یصلی بھا فی رکعة، فمضی فقلت یرکع بھا ثم افتح النساء، فقراھا، ثم الفتتح آل عمران فقرأھا، یقرأ مترسلا (مسلم)

ترجمہ: ابوعبداللہ حذیفہ بن الیمان جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب سر (راز داں) صحابی کے نام سے مشہور ہیں رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (تہجد کی) نماز پڑھی تو آپ نے (سورۃ فاتحہ کے بعد) سورۃ بقرہ شروع فرمائی تو میں نے (دل میں) کہا آپ سو آیتیں پڑھ کر رکوع کریں گے آپ (سو آیتوں کے بعد بھی) پڑھتے رہے تو میں نے دل میں سوچا آپ (پوری سورۃ بقرہ) ایک رکعت میں پڑھیں گے چنانچہ آپ پڑھتے رہے تو (سورۃ بقرہ ختم ہونے پر) میں نے سوچا (اب) آپ رکوع کریں گے (مگر) پھر آپ نے سورۃ نساء شروع کر دی اور پھر پوری سورۃ پڑھی اور آپ پڑھ بھی رہے تھے ٹھہر ٹھہر کر جب کوئی آیت تسبیح آتی تو آپ سبحان ربی العظیم کہتے اور جب کوئی دعا کی آیت آتی تو آپ وہ دعا مانگتے اور جب کوئی تعوذ کی آیت (پناہ مانگنے کی آیت) آتی تو آپ اعوذ باللہ فرماتے پھر (یہ تین سورتیں پوری پڑھ کر) آپ نے رکوع کیا تو (رکوع میں آپ نے سبحان ربی العظیم کہنا شروع کیا اور پھر (رکوع بھی قیام کے قریب قریب (دراز) تھا پھر (رکوع سے اٹھے اور) سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد کہنا شروع کیا اور پھر رکوع کے قریب قریب ہی (قومہ میں) طویل قیام فرمایا پھر سجدہ کیا تو (سجدہ میں) سبحان ربی الاعلیٰ کہنا شروع کیا تو آپ کا سجدہ بھی (قومہ میں) آپ کے قیام کے قریب قریب ہی تھا (مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں قیام

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ ایک رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ (تہجد کی) نماز پڑھی تو آپ نے اتنا طویل قیام فرمایا کہ میں نے ایک بری بات کرنے کا ارادہ کیا ان سے دریافت کیا گیا آپ نے کیا بری بات کرنے کا ارادہ کیا تھا؟ فرمایا میں نے ارادہ کیا کہ میں بیٹھ جاؤں اور آپ کو کھڑا رہنے دوں (مسلم)

تشریح: یہ دونوں حدیثیں سرور کائنات فخر موجودات سید الانبیا والمرسلین حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم **فداہ ابی وامی** کے انہی طویل وشدید مجاہدات کے دو نمونے ہیں جن کے ذریعہ آپ یتیم آمنہ کے درجہ سے **انا سید ولد ادم ولا فخر بیدی لواء الحمد ولا فخر الحدیث** کے مرتبہ پر پہنچے ہیں۔

یہ دو جلیل القدر صحابی تو اتفاق سے پہنچ گئے اور ان کو آپ کے ساتھ قیام کرنے کا موقعہ مل گیا اور ان کے ذریعہ پوری امت کو آپ کے ان مجاہدات کا علم ہو گیا ورنہ آپ تو عموماً

کا شانہ نبوت میں ہی قیام لیل فرمایا کرتے تھے اور ایسے اوقات میں جبکہ تمام دنیا محو خواب ہوتی حتیٰ کہ ازواج مطہرات بھی خواب شیریں کے مزے لیتی ہوتی تھیں۔ظاہر ہے کہ اس قسم کے طویل وشدید مجاہدات آپ نے اوائل نبوت میں ہی کئے جبکہ رب جلیل نے ازراہ شفقت آپ کو حکم دیا ہے۔

اے کملی پوش تمام رات قیام کیا کر بجز تھوڑی سی رات کے آدھی رات یا اس سے کچھ کم یا (آدھی رات) سے زیادہ اور قرآن رک رک (اور سمجھ سمجھ کر) پڑھا کرو۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ترتیل کی حقیقت بھی واضح ہوگئی ہے کہ ٹھہر ٹھہر کر اور سمجھ سمجھ کر قرآن پڑھیئے اور حسب موقعہ فرمان الٰہی کے تقاضے پورے کیجئے جہاں تسبیح وتحمید کا مقام ہو وہاں تسبیح وتحمید کیجئے جہاں دعا کا مقام ہو وہاں دعا مانگئے اور جہاں تعوذ کا مقام ہو وہاں پناہ مانگیئے اس طرح کہ گویا آپ اللہ تعالیٰ سے کلام فرمارہے ہیں اور ہمہ تن گوش ہوکرسن رہے ہیں اور تعمیل حکم کررہے ہیں۔

ذرا تصور کیجئے اس طرح ٹھہر ٹھہر کر کلام اللہ کی قرأت میں اور اسی قیام کے مناسب طویل رکوع وسجود میں کس قدر لطف وسرور حاصل ہوتا ہوگا اور اسی کے ساتھ کتنا طویل وقت صرف ہوتا ہوگا اور کتنی شدید مشقت برداشت کرنی پڑتی ہوگی اسی مشقت برداشت کرنے کے نتیجہ میں مبارک قدموں پر ورم آ گیا تھا پھٹنے لگے تھے اسی لئے کہا گیا ہے کہ مشقت برداشت کئے بغیر کچھ نہیں ملتا چنانچہ انہی مجاہدات کے ایک سال تک کرنے پر ساری شدتیں اور تکلیفیں راحت ومسرت اور کیف ونشاط سے بدل گئی تھیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

جعلت قرة عينى فى الصلوٰة میری آنکھ کی ٹھنڈک (اور دل کی راحت) نماز میں رکھ دی گئی ہے۔صوفیاء کرام رحمہم اللہ کے تمام مجاہدات کا ماخذ یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہے یہ مجاہدات بھی انہی مکارہ میں داخل ہیں جن کے خارزار سے گزرنے کے بعد جنت الخلد میں داخل ہونا نصیب ہوتا ہے جس کی تفصیل آپ پہلے پڑھ چکے ہیں۔

دُعا کیجئے: اے ہمارے پروردگار! ہم کو کافروں کا تختہ مشق نہ بنا اور اے ہمارے پروردگار! ہمارے گناہ معاف کردیجئے بیشک آپ زبردست حکمت والے ہیں۔

اے ہمارے رب! ہمارے لئے اس نور کو اخیر تک رکھئے (یعنی وہ گل نہ ہوجائے) اور ہماری مغفرت فرمادیجئے آپ ہر شے پر قادر ہیں۔

اے میرے رب! مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور جو مومن ہونے کی حالت میں میرے گھر میں داخل ہیں ان کو اور تمام مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو بخش دے اور ان ظالموں کی ہلاکت اور بڑھادے۔یا اللہ میرے گناہوں کو برف اور اولے کے پانی سے دھودیجئے اور میرے دل کو گناہوں سے (ایسا) پاک کردیجئے جیسا کہ سفید کپڑا میل سے پاک کیا جاتا ہے اور مجھ میں اور میرے گناہوں کے درمیان ایسا فاصلہ کردیجئے جیسا کہ آپ نے مشرق ومغرب میں فاصلہ رکھا ہے۔یا اللہ میرے نفس کو اس کی پرہیزگاری عطا فرمائیے اور اسے پاک کردیجئے آپ ہی اس کو سب سے بہتر پاک کرنے والے ہیں آپ ہی اس کے مالک وآقا ہیں ہم آپ سے وہ سب بھلائیاں مانگتے ہیں اور جو آپ سے آپ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی ہیں ہم آپ سے مغفرت کے اسباب نجات دینے والے کام ہر گناہ سے بچاؤ ہر نیکی کی لوٹ، جنت میں پہنچنا اور دوزخ سے نجات مانگتے ہیں۔میں آپ سے نفع مند علم کا سوال کرتا ہوں۔اے اللہ آپ میرے نادانستہ اور دانستہ گناہ معاف فرمادیجئے۔اے اللہ میری خطا اور نادانی اور میرے بارہ میں میری زیادتی کو بخش دیجئے اور وہ بھی جو آپ مجھ سے بڑھ کر جانتے ہیں۔

انسان کے اعمال

عن انس رضی الله عنه، عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: یتبع المیت ثلاثة: اهله وماله وعمله، فیرجع اثنان ویبقی واحد: یرجع اهله وما له، ویبقی عمله (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ''آپ نے ارشاد فرمایا: مرنے والے کے ساتھ تین جاتے ہیں ایک اس کے اہل وعیال دوسرے اس کا مال تیسرے اس کے اعمال تو دوتو (دفن کرنے کے بعد) واپس آجاتے ہیں ایک اس کے ساتھ باقی رہتا ہے بیوی بچے اور مال تو واپس آجاتے ہیں اور عمل اس کے ساتھ باقی رہتا ہے۔ بخاری ومسلم نے روایت کیا۔

تشریح: ہرانسان ایک طرف ہوش سنبھالتے ہی خود کو ایسی معاشی ضروریات زندگی کا محتاج محسوس کرتا ہے جن کا حصول مال پر موقوف پاتا ہے اس لئے اپنی تمام تر توانائی کارکردگی کی قوت اور جدوجہد کو مال حاصل کرنے میں صرف کرتا ہے اور کمائے ہوئے مال کے ذریعہ دیگر ضروریات زندگی اپنے لئے اور اپنے اہل وعیال کے لئے مہیا کرنے میں مصروف ہوتا ہے سب سے پہلے ایک رفیق حیات یعنی بیوی کو حاصل کرنے کی جستجو کرتا ہے تو اسے محسوس ہوتا ہے کہ نکاح کرنے سے پہلے بیوی کے رہنے کے لئے گھر اور گھر کا اثاثہ ہونا چاہئے کمائے ہوئے مال کا ایک حصہ اس میں صرف کرتا ہے نکاح میں بھی مہر معجّل ومؤجل وغیرہ کے لئے مال درکار ہوتا ہے ایک حصہ اس میں صرف کرتا ہے نکاح کرنے اور بیوی کو حاصل کرنے کی اصلی اور فطری غرض وغایت اگرچہ جنسی خواہشات کے طوفان میں محسوس نہ ہو بقاء نسل ہے اس کے لئے اولاد کی ضرورت اور طلب رونما ہوتی ہے لہٰذا بیوی سے بچے پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں اب اپنی ضروریات زندگی' کھانا' کپڑا' مکان کے ساتھ ہی ساتھ بیوی بچوں کی ضروریات زندگی مہیا کرنے کی ذمہ داری بھی قانوناً واخلاقاً وشرعاً غرض ہر حیثیت سے اس پر عائد ہو جاتی ہے اس کے نتیجہ میں مال کی ضرورت زیادہ سے زیادہ تر ہوتی چلی جاتی ہے اور اس کے حاصل کرنے کے لئے کسب معاش کے مختلف اور متنوع ذرائع میں زیادہ سے زیادہ مصروف ہو جاتا ہے نہ دن کی خبر نہ رات کی نہ آرام کی پرواہ ہوتی ہے نہ راحت کی۔

دوسری طرف ہوش سنبھالتے یعنی بالغ ہونے کے بعد خدا اور رسول پر ایمان لانے اور ان کی اطاعت کو تسلیم کر لینے کی بنا پر احکام الٰہیہ کی پابندی اس پر عائد ہو جاتی ہے کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے یعنی اوامر ونواہی شرعیہ کی پابندی کا فرض اس پر عائد ہو جاتا ہے۔

یہ ہے انسان کی عملی زندگی کا نہایت مختصر اور سرسری خاکہ اس لحاظ سے اس زندگی میں جو سرمایہ اس نے حاصل کیا وہ تین ہی چیزیں ہیں ایک مال' دوسرے اہل وعیال تیسرے عمل' لیکن انسان فطری محبت اور مال واہل عیال کی مقناطیسی کشش سے مغلوب ہو کر تیسری چیز یعنی عمل اور اس کی ذمہ داری کو بالکل بھول جاتا اور پس پشت ڈال دیتا ہے اور پہلی دو چیزوں کو ہی اپنا سرمایہ اور حاصل

زندگی سمجھ بیٹھتا ہے اورانہی کے لئے ساری عمر سر کھپا تا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس غافل انسان کو متنبہ فرماتے ہیں۔

بے شک ہم نے روئے زمین کی تمام چیزوں کو اس کا سامان آرائش بنایا ہے تاکہ ہم لوگوں کو آزمائیں کہ ان میں سے کون زیادہ اچھے کام کرنے والا ہے۔

تیسری چیز حسن عمل جو اس دنیا کی شریفانہ اور باعزت زندگی بسر کرنے میں بھی بہترین معاون ہے اور مرنے کے بعد آخرت میں تو صرف عمل ہی عمل باقی رہ جائے گا اور وہی کارآمد سرمایہ ثابت ہوگا وہاں نہ اہل وعیال کام آئیں گے اور نہ مال وجائیداد مگر انسان اپنی جہالت وغفلت کی وجہ سے اس دونوں جہاں میں کارآمد سرمایہ کو خاطر میں نہیں لاتا اور مال ودولت اور اہل وعیال کو ہی سب کچھ سمجھتا ہے حالانکہ دونوں اعلیٰ درجہ کے بے وفا ہیں مال کی بیوفائی کے تو صدہا واقعات ومشاہدات انسان شب وروز دیکھتا ہے بسا اوقات بڑے بڑے لکھ پتی اور کروڑ پتی سماوی وارضی آفات کی وجہ سے مفلس وقلاش کوڑی کوڑی کے محتاج بن جاتے ہیں باقی اہل وعیال بھی بوڑھے اور معذور ماں باپ سے بیزار اور ان کے مرنے کی دعائیں مانگنے لگتے ہیں۔

زیر نظر حدیث میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو متنبہ فرماتے ہیں کہ یہ اہل وعیال اور مال ومنال جس کے لئے تم اپنی توانائیوں کو خرچ کر رہے ہو یہ تو مرتے ہی تمہارا ساتھ چھوڑ دیں گے مرنے کے بعد تمہارا ساتھ دینے اور باقی رہنے والا سرمایہ صرف حسن عمل ہے اس لئے زندگی کے ہر مرحلہ میں اسی حسن عمل کا زیادہ سے زیادہ ذخیرہ جمع کرنے کی کوشش کرو اور اپنی تمام تر توانائیوں کو حسن عمل یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت اور اسی کی عبادت میں صرف کرو یہ جدوجہد ہی اصل مجاہدہ ہے اور دشمن نفس کے خلاف اسی محاذ پر تمہیں جہاد کرنا ہے ایسا نہ ہو کہ نفس امارہ کے کہنے میں آکر خدا کے احکام کی نافرمانی اور گناہوں کا ارتکاب کر بیٹھو اور اگر خدانخواستہ بتقاضائے بشریت کوئی معصیت یا گناہ سرزد ہو جائے تو جلد از جلد توبہ واستغفار کے ذریعہ اس کا ازالہ کرو اور اس سے چھٹکارا حاصل کرو یہی اصل مجاہدہ ہے۔

اعمال صالحہ کی یہ رفاقت صرف قبر ہی میں کام نہیں آئے گی بلکہ حشر کے روز پل صراط سے گزرتے وقت جبکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زبان پر بھی رب سلم رب سلم ہوگا یہ اعمال خصوصاً تلاوت قرآن کرنے والے کے لئے سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران وغیرہ قرآن کی سورتیں شفاعت کریں گی اور سروں پر سایہ فگن ہوں گی۔

اس لئے اصلی اور آڑے وقت میں کام کرنے اور ہمیشہ ساتھ رہنے والا سرمایہ عمل صالح ہی ہے اور اسی کے ذخیرہ جمع کرنے کی فکر ہونی چاہئے اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس کی توفیق عطا فرمائیں۔

دُعا کیجئے: اے اللہ! جو (گناہ) مجھے مقصود تھا اور جو غیر مقصود تھا (تمام) بخش دیجئے۔ اے اللہ دلوں کو پھیرنے والے ہمارے دل کو اپنی (فرمانبرداری) کی طرف پھیر دیجئے۔ یا اللہ مجھے ہدایت دیجئے اور مجھے (اس ہدایت پر) مضبوط رکھئے۔ یا اللہ! میں آپ سے ہدایت پرہیز گاری، پارسائی اور سیر چشمی کا سوال کرتا ہوں۔ یا اللہ میرا دین درست رکھئے جو میرے حق میں بچاؤ ہے اور میری دنیا بھی درست رکھئے جس میں میری معاش ہے اور میری آخرت درست رکھئے جہاں مجھے لوٹنا ہے اور زندگی کو میرے حق میں ہر بھلائی میں ترقی اور موت کو میرے حق میں ہر برائی سے امن بنا دیجئے۔

جنت اور جہنم دونوں قریب تر ہیں

عن ابن مسعود رضی الله عنه قال: قال النبی صلی الله علیه وسلم: الجنة اقرب الی احدکم من شراک نعله والنار مثل ذلک (بخاری)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنت تم میں سے ہر شخص سے اس کے چپلوں کے تسموں سے بھی زیادہ قریب ہے (نہایت آسانی سے اس میں داخل ہو سکتے ہو) اور جہنم بھی اسی طرح (تم میں سے ہر شخص کے چپلوں سے بھی زیادہ قریب ہے ذرا سی غفلت سے اس میں جا سکتے ہو) صحیح بخاری

تشریح: نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادگرامی کا مقصد امت کو متنبہ اور خبردار کرنا ہے کہ جنت بھی انسان سے انتہا درجہ قریب ہے آسانی سے اس میں داخل ہوسکتا ہے۔ **اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدارسول الله** صدق دل سے کہا اور جنت کا حقدار ہو گیا اگر کہتے ہی موت آ گئی تب تو سیدھا جنت میں جائے گا حدیث شریف میں آیا ہے **من قال لااله الاالله دخل الجنة** اور اگر کلمہ پڑھنے کے بعد زندہ رہا اور اس کلمہ کے مصداق کے مطابق یعنی دین کے تمام احکام فرائض و مامورات پر عمل کیا اور ممنوعات و منہیات سے اجتناب کیا اور دور رہا اگر بتقاضائے بشریت کوئی گناہ یا نافرمانی سرزد ہوگئی تو فوراً توبہ کر لی تب بھی جنت میں داخل ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہاں اگر کوئی گناہ سرزد ہوا کوئی نافرمانی ہوئی اور بغیر توبہ کے موت آ گئی جو ایک سچے مومن سے بے حد مستبعد ہے تب بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت داخل ہے چاہے معاف فرمائیں چاہے بقدر گناہ سزا دیں یا یوں کہئے کہ گناہ کی آلودگی اور گندگی کو جہنم کی آگ میں جلا کر دور فرما دیں اور پاک وصاف کندن بنا دینے کے بعد جنت میں داخل فرمائیں صدق دل سے کلمہ پڑھنے کے بعد جنت ملے گی ضرور آگے پیچھے دیر سویر کی دوسری بات ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

تحقیق اللہ تعالیٰ شرک (وکفر) کو تو ہرگز معاف نہیں کریں گے باقی اس کے سوا (گناہ) جس کے چاہے معاف کر دیں (ان کی مشیت پر موقوف ہے)

مادون ذلک (کفر وشرک کے علاوہ) کے تحت بڑے سے بڑا گناہ کبیرہ بھی داخل ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں (ایک دن) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ سفید چادر اوڑھے آرام فرما رہے تھے میں (واپس چلا آیا) پھر (تھوڑی دیر بعد) حاضر ہوا تو آپ بیدار ہو چکے تھے تو آپ نے ارشاد فرمایا جس بندے نے بھی لا الہ الا اللہ (صدق دل سے) کہا پھر اسی پر اس کو موت آ گئی تو ضرور جنت میں داخل ہوگا میں نے عرض کیا اگر چہ اس نے زنا کیا ہو اور اگر چہ اس نے چوری کی ہو (تب بھی جنت میں داخل ہوگا) آپ نے فرمایا (ہاں ہاں) اگر چہ اس نے زنا کیا ہو اگر چہ اس نے چوری کی ہو میں نے پھر عرض کیا اگر چہ اس نے زنا کیا ہو اگر چہ اس نے چوری کی ہو؟ آپ نے فرمایا اگر چہ اس نے زنا کیا ہو اگر چہ اس نے چوری کی ہو میں نے پھر عرض کیا اگر چہ اس نے زنا کیا ہو اگر چہ اس نے چوری کی ہو؟ آپ نے پھر جواب دیا (ہاں ہاں) اگر چہ اس نے زنا کیا ہو، اگر چہ اس

نے چوری کی ہو تین مرتبہ میں نے اسی طرح سوال کیا اور تینوں مرتبہ آپ نے یہی جواب دیا۔ (بخاری شریف)

بخاری شریف ہی کی ایک اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس وقت سو نہیں رہے تھے بلکہ نزول وحی کے وقت جو ربودگی کی کیفیت ہوا کرتی تھی وہ طاری تھی اور اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام امت کے لئے یہ بشارت لے کر آئے تھے اور جیسے ابوذرؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ سوال کیا ہے اور آپ نے جواب دیا ہے بالکل اسی طرح آپ نے جبرئیل علیہ السلام سے وان زنی وان سرق بغرض تحقیق یہی سوال کیا تھا اور جبرئیل نے وحی الٰہی کے مطابق: وان زنی وان سرق جواب دیا تھا۔

توبہ کے دروازے کے کھلا ہونے کے اعلان کے بعد ساری زندگی ایک مسلمان بغیر کسی دشواری یا تنگی کے دین اسلام پر پختگی کے ساتھ قائم رہ سکتا ہے۔

سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے اسلام کے بارے میں ایسی بات بتلا دیجئے کہ آپ کے بعد مجھے کسی سے اس کے بارے میں دریافت کرنے کی ضرورت نہ رہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا (صدق دل سے) امنت باللہ کہو اور (ساری عمر) اسی پر قائم رہو۔ صحیح مسلم

امنت باللہ صدق دل سے کہنے کے بعد یہ ممکن ہی نہیں کہ کسی مسلمان سے کوئی گناہ یا معصیت سرزد ہو جائے اور وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ نہ کرے پھر اسے جنت میں داخل ہونے سے کون روک سکتا ہے اور یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا۔

بلا شک وشبہ جن لوگوں نے ربنا اللہ (صدق دل سے) کہا اور پھر اسی پر (ساری زندگی) قائم رہے (مرنے کے وقت) ان کے پاس فرشتے آتے ہیں اور کہتے ہیں تم (کسی بات کا) خوف نہ کرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کی تمہیں خوشخبری دی جاتی ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

ہمارے زمانے کے غافل اور بے خبر مسلمان اس قسم کی باتوں اور کاموں سے اجتناب کریں اور احتیاط برتیں خصوصاً استہزاء بآیات اللہ اور استہزاء باحادیث الرسول کہ اس قسم کے اقوال وافعال کو ہنسی مذاق کہہ کر نظر انداز نہ کریں خصوصاً نام نہاد تعلیم یافتہ نوجوان طبقہ کو ان کی زبان تو بہت ہی بے لگام ہے انہیں خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ استہزاء اور ہنسی مذاق سے بھی ایک مسلمان کافر اور جہنم رسید ہو جاتا ہے۔ العیاذ باللہ (پناہ بخدا)

یاد رکھئے یہ احکام الٰہی قدیم زمانے کے منافقین کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں قرآن کریم کوئی داستان پارینہ اور تاریخ اقوام دیرینہ نہیں ہے بلکہ قرآن کریم تو رہتی دنیا تک انسانوں کے لئے کتاب ہدایت اور مشعل نور ہے آج بھی جو شخص ان منافقین جیسے اقوال وافعال کا ارتکاب کرے گا کافر اور جہنم رسید ہو جائے گا۔

اس تمام تر تفصیل کے ساتھ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی اس مختصر سی حدیث کی گہرائیوں اور وسعتوں کو سمجھئے اور سبحان اللہ کہئے۔

جنت اور جہنم دونوں ایک مسلمان سے بے حد قریب ہیں نہایت آسانی سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے چاہے جہنم میں گویا جنت یا جہنم کے علاوہ کوئی تیسری جگہ نہیں ہے اب جہاں چاہے اپنا ٹھکانا بنا لے اس کے فعل وعمل پر موقوف ہے اسی کی ترجمانی شاعر مشرق علامہ اقبال نے ذیل کے شعر میں کی ہے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت حاصل کرنیکا ذریعہ

عن ابی فراس ربیعة بن کعب الاسلمی خادم رسول الله صلی الله علیه وسلم ومن اهل الصفة رضی الله عنه قال: کنت ابیت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فاتیه بوضوئه، وحاجته فقال: سلنی فقلت: اسألک مرافقتک فی الجنة فقال: او غیر ذلک؟ قلت: هو ذاک قال: فأعنی علی نفسک بکثرة السجود (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوفراس ربیعہ بن کعب اسلمی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم اور اصحاب صفہ میں سے ہیں رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بسر کیا کرتا تھا تو (جب آخر شب میں آپ بیدار ہوتے تو) میں روزانہ وضو کے لئے پانی اور دوسری ضروریات (استنجے کے لئے ڈھیلے وغیرہ) پیش کیا کرتا تھا (ایک دن) آپ نے (میری خدمت سے خوش ہوکر) فرمایا مجھ سے کچھ مانگو! تو میں نے عرض کیا میں تو جنت میں آپ کی رفاقت کی درخواست کرتا ہوں آپ نے فرمایا اس کے علاوہ؟ میں نے عرض کیا "بس یہی" آپ نے ارشاد فرمایا: تو تم اپنے اوپر کثرت سے نفل نمازیں پڑھنے کو لازم کر کے میری مدد کرو (تو میں) جنت میں بھی تم کو اپنے ساتھ رکھ سکوں گا۔

تشریح: جلیل القدر صحابی حضرت ابوفراس اسلمی رضی اللہ عنہ کا یہ جذبہ محبت اور خدمت محبوب کا یہ شوق کہ دونوں جہان کی نعمتوں میں سے کسی بڑی سے بڑی نعمت کے بجائے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت جنت میں طلب کرنا ایک ایسا بےنظیر اور لاثانی جذبہ محبت ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار صحابہ کے علاوہ اس کی مثال نہیں ملتی ظاہر ہے کہ حاصل کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خدمت گزاری سے خوش ہو کر فرمایا تھا: اسلمی! مانگ جو مانگتا ہے؟ اس وقت اگر یہ دونوں جہاں' دنیا وآخرت کی بڑی سے بڑی نعمت بھی مانگتے تو یقیناً وہ نعمت اللہ تعالیٰ ان کو دے دیتے مگر انہوں نے جنت میں اپنے محبوب کی رفاقت کی درخواست صرف اس لئے کی کہ دنیا میں تو بہرحال اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کو آپ کی صحبت ورفاقت کی سعادت نصیب ہوگئی تھی مگر اندیشہ تھا کہ کہیں جنت میں آپ کے درجات عالیہ کی رفعت کی بناپر اس نعمت سے محروم نہ ہوجاؤں اس لئے کہ ان کے نزدیک اس سے بڑھ کر اور کوئی محرومی نہ تھی اس لئے جنت میں آپ کی رفاقت کی درخواست کی تاکہ وہاں بھی آپ کی خدمت ورفاقت کی سعادت اور دیدار محبوب کی نعمت نصیب ہو۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے غالباً اس خیال سے کہ ممکن ہے انہوں نے بے سوچے سمجھے کہہ دیا ہو دوبارہ ارشاد فرمایا: **او غیر ذلک؟** اس کے علاوہ اور کچھ نہیں؟ تو انہوں نے عرض کیا: **ہو ذاک** بس میرا مدعا تو یہی ہے۔

اس سوال وجواب سے تحقیق ہوگئی کہ ان کی واحد آرزو اور سب سے بڑی خواہش یہی ہے کیونکہ ان کے نزدیک اس سے بڑھ کر اور کوئی نعمت نہیں کہ محبّ ہمہ وقت محبوب کے ساتھ رہے۔ مگر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں اس رفاقت کی دعا کرنے سے پہلے ان کے اندر اس رفاقت کی اہلیت پیدا کرنے کی غرض سے فرمایا: **فاعنی بکثرت السجود:** تو تم میری مدد کرو کثرت سے نفلیں پڑھنے کے ذریعہ۔

یعنی اس رفاقت کی دعا اور اس کی قبولیت کے بارے میں تم میری مدد کرو اور کثرت سے نفلیں پڑھا کرو تاکہ تم محبوب رب

العالمین بن کر جنت میں میری رفاقت کی سعادت حاصل کرسکو کیونکہ جنت میں محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیق وہی بن سکتا ہے جوخود بھی محبوب رب العالمین ہواوراسی باب کی حدیث نمبر اول کے ذیل میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ محبوب رب العالمین کے مرتبے پر پہنچنے کا واحد ذریعہ کثرت سے نفلیں پڑھنا ہے۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے **فعلیک بکثرت السجود.** "اپنے اوپر کثرت سے نفلیں پڑھنا لازم کرلو" کے بجائے **فاعنی بکثرت السجود.** "توتم میری مدد کرو کثرت سے نفلیں پڑھ کر" فرما کر انتہائی شفقت ورأفت کا اظہار فرمایا ہے یعنی میں بھی دل سے چاہتا ہوں اور میری بھی خواہش ہے کہ تم جنت میں میرے رفیق ہومگر اس کے لئے تمہارا محبوب رب العالمین کے مرتبہ پر پہنچنا ضروری ہے اس لئے تم بکثرت نفلیں پڑھ کر میری مدد کرواور میری خواہش کو پورا کرو سبحان اللہ۔

چنانچہ جہاں مردوں کو اللہ کے حکم کے مطابق عظیم اور پر مشقت کاموں کے انجام دینے کے بعد جنت ملتی ہے وہاں عورتوں کو اللہ کے حکم کے مطابق چند آسان ترین کاموں کو انجام دینے سے ہی جنت مل جاتی ہے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عورت جب پانچ وقت کی نمازیں پڑھ لے ماہ رمضان کے روزے رکھ لے اوراپنی عصمت کی حفاظت کرے اوراپنے شوہر کی اطاعت کرے تو اس کو اختیار ہے کہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔ مشکوۃ ص ۲۸۱

اسی لئے احادیث میں کسی عادۃً محال چیز کی دعا کرنے کی ممانعت آئی ہے مثلاً کوئی بوڑھا سفید ریش دعا کرے اے اللہ تو مجھے جوان اور میرے بال جوانوں جیسے کردے اگر چہ یہ قدرت خداوندی کے پیش نظر محال نہیں ہے مگر قانون فطرت کے خلاف ہے۔

اسی لئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوفراس اسلمی کے درخواست کرنے پر اسی وقت ان کے لئے جنت کی رفاقت کی دعا نہیں فرمائی باوجودیکہ ان کے اس جذبہ کو دیکھ کر آپ بھی چاہتے تھے کہ ان کو یہ سعادت حاصل ہو جائے مگر درخواست کرنے کے وقت وہ اس کے اہل نہیں تھے اس لئے پہلے اس سعادت کو حاصل کرنے کی اہلیت پیدا کرنے کی تدبیر بتلائی اور ازراہ شفقت اس مشقت کو اپنی مدد سے تعبیر فرمایا کہ یہ تمہاری ہی خواہش نہیں ہے بلکہ میں بھی چاہتا ہوں کہ تم کو یہ سعادت حاصل ہوجائے اس لئے تم اپنی نہیں میری خواہش کو پورا کرنے کے لئے میری مدد کرو اور یہ مشقت برداشت کرو۔ سبحان اللہ کس قدر آسان ہوگیا ان کے لئے رات دن نفلیں پڑھنا کہ یہ میں اپنے محبوب کی مدد کررہا ہوں اپنی نہیں قربان جایئے اس رافت وشفقت پر فداہ امی وابی صلی اللہ علیہ وسلم (میرے ماں باپ آپ پر قربان) مجاہدہ کے باب سے اس حدیث کا تعلق ظاہر ہے۔

دُعا کیجئے

یا اللہ مجھے بخش دیجئے اور مجھ پر رحمت کیجئے اور مجھے چین دیجئے اور مجھے رزق دیجئے۔ یا اللہ میں کم ہمتی سے، سستی، بزدلی، انتہائی بڑھاپے، قرضہ، اور گناہ سے اور عذاب دوزخ سے اور دوزخ کے فتنہ سے اور قبر کے فتنہ سے قبر کے عذاب سے مالداری کے برے فتنہ سے محتاجی کے برے فتنہ سے، زندگی اور موت کے فتنہ سے، اور مسیح دجال کے برے فتنہ سے، سخت دلی، غفلت، تنگدستی، ذلت، بیچارگی، کفر وفسق، ضد اضدی (نفسانیت)، (لوگوں کے) سناوے، دکھاوے (ریاونمائش)، بہرہ پن، گونگے پن، جنون، جذام، بری بیماریوں، قرضہ کے بوجھ سے فکر، غم، لوگوں کے دباؤ، اوراس سے کہ میں ناکارہ عمر تک پہنچوں، دنیا کے فتنہ، غیر نافع علم، بغیر خشوع والے دل، اس نفس سے جو سیر نہ ہو اوراس دعا سے جو مقبول نہ ہو ان سب چیزوں سے میں آپ کی پناہ پکڑتا ہوں

نفل نمازوں سے درجات کی بلندی

عن ابی عبداللہ، ویقال: ابو عبدالرحمن، ثوبان مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: علیک بکثرۃ السجود فانک لن نسجد للہ سجدۃ الا رفعک اللہ بہا درجۃ وحط عنک بہا خطیئۃ (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوعبداللہ اور بقول بعض ابوعبدالرحمٰن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا ہے آپ نے فرمایا تم کثرت سے (نفلیں پڑھنے اور) سجدے کرنے کو اپنے اوپر لازم کرلو اس لئے کہ تم جو سجدہ بھی اللہ تعالیٰ کے لئے کرو گے اللہ تعالیٰ ہر سجدے کے بدلے تمہارا ایک درجہ بلند فرمادیں گے اور ایک خطا معاف فرمائیں گے۔ یعنی تم جتنی زیادہ نفلیں پڑھو گے اور ان میں جتنے زیادہ سجدے کرو گے اسی قدر اللہ تعالیٰ تمہارے درجات بلند فرمائیں گے اور اسی قدر تمہاری خطائیں معاف فرمائیں گے۔

تشریح: اس باب کی سابقہ احادیث سے معلوم ہو چکا کہ کثرت سے نفلیں پڑھنا اللہ سے قرب حاصل کرنے اور محبوبیت کے مرتبہ پر پہنچنے کا یقینی ذریعہ ہے اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان نفلوں میں طول قیام کی نسبت کثرت رکوع وسجود افضل ہے اور رفع درجات اور عفو خطایا کا موجب ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ نوافل جن کے بغرض تقرب الی اللہ پڑھنے کی ترغیب فرمائی ہے۔ ان میں نہ وقت کی قید ہے نہ تعداد کی، ان میں کثرت رکوع وسجود ہی افضل ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم کی حدیث میں تصریح فرمائی ہے۔

اقرب مایکون العبدمن ربہ وھو ساجد

عبدیت کا حقیقی مظاہرہ معبود کے سامنے سر بسجود ہو جانے میں ہی مضمر ہے۔

اور وہ قیام لیل جس کا حکم سورۃ مزمل کے اندر ذکر فرمایا ہے اس میں طول قیام اور زیادہ سے زیادہ تلاوت قرآن ہی افضل ہے اسی لئے ایک سال کی اس طویل ریاضت اور مجاہدہ کے بعد اس طویل قیام اور قرأت قرآن میں تخفیف فرمادی گئی جس کی تفصیل آپ اسی باب میں پڑھ چکے ہیں۔

بعض علماء دین کا نوافل میں کثرت سجود کی ترغیب سے مطلقاً کثرت رکوع وسجود کی افضلیت پر استدلال کرنا بے محل ہے۔ واللہ اعلم

بہترین انسان

حضرت ابوصفوان عبداللہ بن بسر اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بہترین آدمی وہ ہے جس کی عمر دراز ہو اور اعمال اچھے ہوں۔ (ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے)

حدیث اپنے مفہوم اور مصداق کے اعتبار سے بالکل واضح ہے ظاہر ہے کہ حسن عمل اور نیکوکاری کی توفیق کے ساتھ ساتھ عمر دراز اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے انسان کو اپنی ذات کے لئے بھی وسیع سے وسیع تر جنت بنانے کا موقع میسر آتا ہے اور خدا کی مخلوق کے لئے بھی سایہ رحمت بنتا ہے چنانچہ حدیث میں آتا ہے۔

خیر الناس من ینفع الناس بہترین آدمی وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے۔

اس نفع رسانی کی مختلف اور متنوع صورتیں ہیں جو تفصیل کے ساتھ احادیث میں مذکور ہیں یہی وہ ہستیاں ہوتی ہیں جن کی وفات پر زمین وآسمان بھی روتے ہیں۔

اس کے برعکس اگر حسن عمل کی توفیق کے ساتھ عمر دراز نصیب نہ ہوئی تو خدا کی مخلوق بھی زیادہ عرصہ تک اس کی نیک ذات سے فائدہ نہ اٹھا سکی خود بھی آخرت کے لئے معتد بہ ذخیرہ مہیا کرنے سے قاصر رہا یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کی نیک نیتی اور حسن عمل کی بنا پر اس کی مکافات فرما دیں۔

اور اگر خدانخواستہ عمر دراز تو ہوئی مگر حسن عمل کی توفیق سے محروم رہا تب تو زمین وآسمان بھی اس کی ایذاء رسانیوں اور مضرت رسانیوں سے تنگ ہوتے ہیں اور اس کی موت کی دعائیں مانگتے ہیں اور خلق خدا بھی اور خود اپنی ذات بھی اپنی بدکاریوں اور بداعمالیوں کی وجہ سے تنگ آجاتی ہے اور زندگی وبال ہو جاتی ہے جتنی عمر دراز ہوتی ہے اسی قدر جہنم کے گوناگوں عذابوں کا ذخیرہ تیار ہوتا رہتا ہے یہی وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

پس ان (کی وفات پر) آسمان اور زمین نہیں روئے اور نہ ان کو مہلت دی گئی۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ انسان عمر دراز کو اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت سمجھے اور اس کو زیادہ سے زیادہ نیکوکاریوں اور عبادات وطاعات میں صرف کردے ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہونے دے اسی کا نام مجاہدہ ہے۔

عام طور پر انسان بڑھاپے میں قویٰ اور اعضاء کے طبعی اور فطری انحطاط کی وجہ سے تنگ آکر موت کی دعائیں مانگنے لگتا ہے حالانکہ احادیث میں موت کی دعا مانگنے کی ممانعت آئی ہے بلکہ اس کی بجائے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ ذیل دعا کی تعلیم دی ہے۔

اے اللہ تو مجھے زندہ رکھ جب تک کہ زندگی میرے لئے خیر وبرکت کا باعث ہو اور تو مجھے اٹھا لے جبکہ وفات میرے لئے بہتر ہو اور زندگی کو میرے لئے ہر طرح کی خیر وبرکت میں زیادتی کا باعث بنا اور موت کو میرے لئے ہر قسم کے شر سے راحت پانے کا ذریعہ بنا۔

باقی پیرانہ سالی کے ضعف کی مکافات کا وعدہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

بخدا ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا کیا پھر ہم نے پست درجہ میں لوٹا دیا۔ (بوڑھا اور ناکارہ بنا دیا)

بجز ان لوگوں کے جو (جوانی میں برابر نیک کام کرتے رہے) پس ان کیلئے (بڑھاپے میں بھی) اجر وثواب (جاری رہے گا) منقطع نہ ہوگا۔

دُعا کیجئے

اے میرے رب! میری مدد کیجئے اور میری مخالفت میں کسی کی مدد نہ کیجئے مجھے فتح دیجئے اور کسی کو میرے اوپر غالب نہ کیجئے اور میرے حق میں (اچھی) تدبیر کیجئے اور میرے مقابلہ میں کسی کی تدبیر نہ چلائیے۔ مجھے ہدایت فرمائیے اور ہدایت کو میرے آسان کر دیجئے۔ جو مجھ پر زیادتی کرے اس کے مقابلہ میں میری مدد کیجئے۔ اے میرے پروردگار! مجھے ایسا بنا دیجئے کہ میں آپ کو بہت یاد کیا کروں۔ آپ کا بہت شکر ادا کیا کروں، آپ سے بہت ڈرا کروں آپ کی بہت فرمانبرداری کیا کروں۔ آپ کا بہت مطیع رہوں۔ آپ سے ہی سکون پانے، آپ ہی کی طرف متوجہ ہونے والا، آپ ہی کی طرف رجوع ہونے والا رہوں۔

ایک شہید کی شاندار شہادت

عن انس رضی الله عنه قال: غاب عمی انس بن النضر رضی الله عنه عن قتال بدر فقال: یارسول الله غبت عن اول قتال قاتلت المشرکین لئن الله اشهدنی قتال المشرکین لیرین الله ما اصنع فلما کان یوم احد انکشف المسلمون (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے چچا نضر بن انس رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے تو انہوں نے (ازراہ تاسف) عرض کیا: یارسول اللہ! (مجھے افسوس ہے) آپ نے مشرکین سے جو پہلی جنگ لڑی میں اس میں شریک نہ ہو سکا بخدا (آئندہ) اگر اللہ تعالیٰ نے مشرکین سے جنگ میں شرکت کا مجھے موقعہ دیا تو مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور دکھلا دیں گے کہ میں کیا کرتا ہوں تو جب جنگ احد ہوئی (اور خلاف توقع) مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے تو نضر بن انس نے کہا اے اللہ جوان مسلمانوں نے کیا (خلاف توقع پسپا ہو گئے) اس کے لئے میں تجھ سے معذرت خواہ ہوں اور جوان مشرکین نے آپ کے چہرہ مبارک کو زخمی کیا اس سے میں بے تعلقی کا اظہار کرتا ہوں پھر (یہ کہہ کر) وہ آگے بڑھے تو سعد بن معاذ ان کے سامنے آ گئے تو انہوں نے کہا: اے سعد بن معاذ رب کعبہ کی قسم یہ ہے جنت، میں تو احد کے آگے جنت کی خوشبوئیں سونگھ رہا ہوں (اس پر) سعد نے عرض کیا: جو نضر بن انس نے کر دکھایا میں تو یارسول اللہ نہیں کر سکا انسؓ کہتے ہیں چنانچہ (جنگ ختم ہونے کے بعد) ہم نے ان کے جسم پر اسی سے کچھ زیادہ تلواروں کے یا نیزوں کے یا تیروں کے زخم پائے اور ہم نے ان کو قتل کیا ہوا پایا (مشرکین نے ان کے ناک کان کاٹ دیئے تھے اور چہرہ مسخ کر دیا تھا اس لئے) سوائے ان کی بہن کے اور کوئی ان کو شناخت بھی نہ کر سکا ان کی بہن نے بھی صرف انگلیوں کے پوروں سے پہچانا تھا حضرت انس رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے ہم یقین رکھتے یا گمان کیا کرتے تھے کہ یہ آیت کریمہ ذیل نضر بن انس کے اور انہی جیسے دوسرے غازی مومنین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

من المؤمنین رجال صدقوا ما عاهدوا الله علیه فمنهم من قضی نحبه ومنهم من ینتظر وما بدلوا تبدیلاً (پارہ ۲۱ سورۃ الاحزاب ع: ۳ آیت ۲۳)

ایمان والوں میں (کہتے ہی) ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے جس بات پر عہد کیا تھا (کہ ہم اللہ کی راہ میں جان دے دیں گے) اس کو سچا کر دکھایا پس ان میں سے بعض نے تو اپنی ذمہ داری پوری کر دی (اور اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے) اور بعض انتظار میں ہیں (کہ کب موقعہ آئے اور ہم جان دیں) اور ان ایمان والوں نے (اپنے عہد میں) ذرہ برابر تبدیلی نہیں کی حضرت نضر بن انس رضی اللہ عنہ کا یہ جذبہ اور اس پر فوراً عمل سراسر مجاہدہ ہے۔

اللہ کی راہ میں خرچ

حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو انصاری بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس زمانے میں آیت صدقہ نازل ہوئی ہے ہم لوگ عام طور پر بار برداری کی مزدوری کیا کرتے تھے تو (صدقہ کی آیت نازل ہونے کے بعد) ایک آدمی آیا اور اس نے بہت سا مال صدقہ میں دیا تو اس پر منافقوں نے (ازراہ

طنز) کہا ریا کار ہے (دکھلاوے کی خاطر اتنی فیاضی دکھا رہا ہے) دوسرا شخص ایک صاع (جو) لایا تو اس پر (از راہ تمسخر) کہا اللہ تو اس کے صاع سے بے نیاز ہے (اسے اس کی ضرورت نہیں یہ بھی کیوں لایا) اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

الذین یلمزون المطوعین من المؤمنین فی الصدقات والذین لایجدون الا جهدهم فیسخرون منهم سخرالله منهم ولهم عذاب الیم (سورۃ توبہ رکوع ۱۶ آیت ۷۹)

وہ لوگ جو ایمان والوں میں سے دل کھول کر صدقہ کرنے والوں پر بھی طعن و تشنیع کرتے ہیں اور ان پر بھی جن کو بجز اپنی محنت و مشقت کی مزدوری کے اور کچھ میسر نہیں ٹھٹھہ کرتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ نے ٹھٹھہ کیا ہے اور انہی کے لئے دردناک عذاب ہے۔

تشریح: مذکورہ بالا حدیث مسلمانوں کے اس دور سے متعلق ہے جبکہ انصار عام طور پر انتہائی افلاس اور عسرت کی زندگی بسر کر رہے تھے مگر اس کے باوجود ان کو اپنی آخرت کی فکر تھی صدقہ کی آیت نازل ہوتے ہی ہر شخص حسب مقدور صدقہ پیش کرتا تھا اور یہ طعن و تشنیع کرنے والے اور مذاق اڑانے والے وہی منافقین تھے جن کے حسد و نفاق کا تفصیلی بیان اس سے پہلے اسی باب کی حدیث میں آ چکا ہے اللہ تعالیٰ کا دنیا میں ان کو کچھ نہ کہنا اور آخرت میں ان کی منافقانہ حرکات پر دردناک عذاب کی خبر دینا جزاء بالمثل ہے اسی لئے مشاکلت و مشابہت کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے معاملہ کو سخریہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ظاہر ہے کہ اس صدقہ سے زکوٰۃ مراد نہیں ہے اس لئے کہ زکوٰۃ تو ایسے مفلس و نادار لوگوں پر واجب ہی نہیں ہوتی بلکہ اس صدقہ سے نفلی صدقہ مراد ہے جس کی نہ کوئی مقدار مقرر ہے نہ جنس نہ ہی اس میں صاحب نصاب ہونا اور حولان حول (سال گزرنا) شرط ہے۔ بلکہ یہ وہ صدقات ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اس تقرب کا وسیلہ بنتے ہیں جس کا حال آپ اسی باب کی حدیثوں میں پڑھ چکے ہیں اور جس کے متعلق نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

اتقوا النار ولو بشق تمرة (جہنم کی) آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعہ سے ہی ہو۔ بہرحال نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث کے ذریعہ امت کو توجہ دلاتے ہیں کہ ہر وہ مسلمان جسے آخرت کی فکر ہو اس کو چاہئے کہ خطاؤں اور گناہوں کی مغفرت اور اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل کرنے کی غرض سے دیگر کارہائے خیر کے ساتھ ساتھ کچھ نہ کچھ صدقہ خیرات بھی ضرور کرتا رہے۔

ہمارا حال

لیکن ہم یعنی آج کل کے عام مسلمان تو اس طرح دنیا کی اغراض و خواہشات میں مستغرق اور ڈوبے ہوئے ہیں کہ سر اٹھانے تک کی فرصت نہیں آخرت کی فکر تو کجا کبھی بھول کر بھی خیال تک نہیں آتا "وائے بر ما و بر حال ما" افسوس ہم پر اور ہمارے حال پر" ہمارا حال تو یہ ہے۔

شب چو عقد نماز بر بندم چہ خورد بامداد فرزندم

رات کو جب نماز کی نیت باندھ کر (کھڑا ہوتا ہوں) تو (ساری نماز میں یہی سوچتا رہتا ہوں) کہ صبح میرے بچے کیا کھائیں گے؟ (اور کہاں سے آئے گا)

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر زمانہ میں ایسے خدا پرست لوگوں پر طعن و تشنیع کرنے اور مذاق اڑانے والے منافق دشمنان دین و ایمان لوگ ہوئے ہیں اور حدیث شریف اور آیت کریمہ ایسے ہی دشمنان دین و ایمان منافقین کی خدا دشمنی سے مسلمانوں کو آگاہ کرنے کے لئے وارد اور نازل ہوئی ہیں اور یہ ایک بڑا مجاہدہ کہ ایسے مار آستین دشمنوں کے طعن و تشنیع اور استہزاء و تمسخر کے ڈنک سہنا اور صراط مستقیم پر قائم رہنا آسان کام نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے خطاب

عن سعیدبن عبدالعزیزعن ربیعة بن یزیدعن ابی سعیدالخولانی عن ابی ذرجندب بن جنادة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم فیمایروی عن الله تبارک وتعالیٰ انه قال:

ترجمہ: سعید بن عبدالعزیز، ربیعہ بن یزید سے اور ربیعہ ابوسعید خولانی سے اور ابوسعید، ابوذر جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

۱۔اے میرے بندو! میں نے خود اپنے اوپر بھی ظلم کو حرام کیا ہے اور تمہارے درمیان بھی (ایک دوسرے پر ظلم کرنے کو) حرام کیا ہے لہٰذا تم بھی ایک دوسرے پر ظلم مت کرو۔

اے میرے بندو! تم میں سے ہر شخص گم کردہ راہ ہے سوائے اس شخص کے جس کو میں ہدایت دوں لہٰذا تم مجھ سے ہدایت طلب کرو میں تمہیں ضرور ہدایت دوں گا۔

۳۔اے میرے بندو! تم میں سے ہر شخص لباس کا محتاج ہے سوائے اس شخص کے جس کو میں لباس پہناؤں گا پس تم مجھ ہی سے لباس طلب کرو میں تمہیں ضرور لباس پہناؤں گا۔

۴۔اے میرے بندو! تم میں سے ہر شخص بھوکا ہے سوائے اس شخص کے جس کو میں کھانے کو دوں پس تم مجھ ہی سے کھانا طلب کرو میں تمہیں ضرور کھلاؤں گا۔

۵۔اے میرے بندو! تم رات دن خطائیں اور گناہ کرتے رہتے ہو اور میں ہی تمام گناہ معاف کرتا ہوں لہٰذا تم مجھ سے گناہ معاف کراؤ میں تمہارے سب گناہ معاف کروں گا۔

۶۔اے میرے بندو! نہ تم مجھے نقصان پہنچانے کی قدرت رکھتے ہو کہ نقصان پہنچا سکو اور نہ تم مجھے نفع پہنچانے کی قدرت رکھتے ہو کہ نفع پہنچا سکو۔

۷۔اے میرے بندو! اگر تم اگلے پچھلے اور جن وانس (سب کے سب) تم میں کے سب سے زیادہ عبادت گزار اور پرہیزگار آدمی کی طرح پرہیزگار بن جاؤ تو میری خدائی میں اس سے ذرہ برابر اضافہ نہ ہوگا۔

۸۔اے میرے بندو! اگر تم اگلے پچھلے اور جن وانس (سب کے سب) تم میں کے سب سے زیادہ بدکار آدمی کی طرح بدکار بن جاؤ تو اس سے ذرہ برابر میری خدائی میں کمی نہ آئے گی۔

۹۔اے میرے بندو! تمہارے اگلے اور پچھلے اور جن وانس (سب مل کر) کھلے میدان میں جمع ہو کر (بیک وقت) مجھ سے (اپنی اپنی حاجت کا) سوال کرو تو میں اسی وقت ہر ہر شخص کی حاجت پوری کردوں گا اور اس سے جو خزانے میرے پاس ہیں ان میں کوئی کمی نہ آئے گی بجز اس سوئی کے جس کو سمندر میں ڈبو کر نکال لیا جائے تو اس سے سمندر کے پانی میں کچھ بھی

کمی نہیں آتی (ایسے ہی تم میں سے ہر ایک سوال پورا کردینے سے میرے خزانوں میں ذرا بھی کمی نہ آئے گی)

۱۰۔ اے میرے بندو! (یہ جزاء وسزا) تو تمہارے (اچھے برے) اعمال ہی ہیں جن کو میں تمہارے لئے (اعمالناموں میں) جمع کرتا رہتا ہوں پھر قیامت کے دن تم کو وہی پورے کے پورے دے دوں گا تو جس کو جزائے خیر ملے اس کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرے (کہ اسی نے نیک کاموں کی توفیق دی) اور جو اس کے سوا پائے (یعنی جو اپنے اعمال بد کی سزا پائے) اس کو خود اپنے کو برا کہنا چاہئے (کہ نہ شیطان کے کہنے میں آ کر برے کام کرتا نہ سزا بھگتا)

سعید (اس حدیث کے راوی) نے بیان کیا کہ ابوسعید خولانی جب اس حدیث کو روایت کرتے تو (غلاموں کی طرح) باادب دوزانو بیٹھ جایا کرتے۔ مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا فرماتے ہیں۔ اور امام احمد بن حنبل سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: اہل شام کی حدیثوں میں اس حدیث سے زیادہ شریف (شرف والی) کوئی حدیث نہیں ہے۔

تشریح: یہ حدیث قدسی خود آپ اپنی شرح ہے کسی مزید تشریح کی محتاج نہیں ایک طرف اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی' بے پایاں اور لاثانی قدرت اور عظمت وجلال کا مظہر ہے تو دوسری طرف بندوں سے بے پایاں محبت وشفقت اور رحمت ورأفت اس خطاب سے مترشح ہے درحقیقت رب جلیل کے اس مشفقانہ خطاب اور ذرہ نوازی کا تقاضا یہی ہے کہ حضرت ابوادریس خولانی کی طرح نیازی مند اور فرمانبردار غلاموں کی طرح باادب اور دوزانو بیٹھ کر سر تسلیم خم کریں اور اس حدیث کو بیان کریں یا پڑھیں اور سنیں نیز بہت اچھا ''یادرست'' فرمایا وغیرہ مناسب الفاظ میں اور تشکر آفرین انداز میں جواب دیں۔

علمی تحقیق

یہ حدیث قدسی ایک اہم علمی تحقیق کے لئے بھی روشن دلیل ہے وہ ایک مشہور ومعروف مسئلہ ہے کہ جزاعین عمل ہے یا عمل کے علاوہ ہے؟ محققین کے نزدیک بندوں کے تمام اچھے یا برے گوناگوں اعمال وافعال باقی رہتے ہیں فنا نہیں ہوتے گو ہمیں نظر نہ آئیں اور یہی گوناگوں اعمال صالحہ اور حسنات آخرت میں گوناگوں نعیم جنت کی صورت اختیار کرلیں گے اور یہی اعمال سیئہ (برے اعمال) آخرت میں گوناگوں عذاب جہنم کی شکل اختیار کرلیں گے اس مسئلہ کا عنوان ہے ''تجسد اعمال''

اس تحقیق کے ثبوت میں اگرچہ قرآن وحدیث کی بے شمار نصوص اور تصریحات موجود ہیں اس کے باوجود ظاہر پرست علماء عقلیت پرست یونانی فلسفہ سے متاثر لوگ (معتزلہ) اس حقیقت کا انکار کرتے ہیں اور صریح آیات واحادیث میں طرح طرح کی تاویلیں کرتے ہیں شاعر مشرق علامہ اقبال نے اس حقیقت کا اظہار ذیل کے شعر میں کہا ہے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

دعا کیجئے

اے میرے پروردگار! میری توبہ قبول کیجئے اور میرے گناہ دھودیجئے۔ اور میری دعا قبول فرمایئے اور میری (دینی) حجت قائم فرمایئے اور میری زبان درست رکھئے، میرے دل کو ہدایت پر رکھئے اور سینہ کی کدورت نکال دیجئے۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے خطاب

عن سعیدبن عبدالعزیزعن ربیعة بن یزیدعن ابی سعیدالخولانی عن ابی ذرجندب بن جنادة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم فیمایروی عن الله تبارک وتعالیٰ انه قال:

ترجمہ: سعید بن عبدالعزیز، ربیعہ بن یزید سے اور ربیعہ ابوسعید خولانی سے اور ابوسعید، ابوذر جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ہماری زندگی میں یقین کے فوائد

اگر آج مسلمان یقینی طور پر اس جزاوسزائے اعمال کی حقیقت کو باور کرلیں کہ جو چھوٹے بڑے گناہ، فسق وفجور، بدکاری وحرام خوری لوگوں پر ظلم وستم اور حق تلفیاں ہم شب وروز کرتے رہتے ہیں چاہے کتنے ہی خفیہ طور پر کریں کسی متنفس کو بھی پتہ نہ چلنے دیں ان کے ارتکاب کا کوئی ثبوت اثر ونشان وغیرہ بھی نہ چھوڑیں ان کی کوئی اذیت تکلیف یا عذاب بھی محسوس نہ ہوحتیٰ کہ ہم بالکل پاک وصاف اور متقی وپرہیز گار نظر آئیں تب بھی یہ گناہ (جرائم) ہرگز فنا نہیں ہوتے مٹ نہیں جاتے بلکہ ہمارے وجود کے ساتھ باقی اور چمٹے رہتے ہیں صرف اتنا ہے کہ اس زندگی میں ہمیں محسوس نہیں ہوتے نہ ان کی اذیت وتکلیف یا کسی قسم کا عذاب ہی محسوس ہوتا ہے لیکن مرنے کے بعد آخرت میں یہی ہماری سیہ کاری، نافرمانیاں چھوٹے بڑے گناہ کفریہ وشرکیہ اعمال وافعال ظلم وجور جہنم کے ان ہولناک عذابوں کی شکل اختیار کرلیں گے جن کی خبر قرآن وحدیث میں دی گئی ہے الا یہ کہ ہم توبہ واستغفار اور مکفرات (وہ عبادتیں جو گناہ کا کفارہ بنتی ہیں) کے ذریعہ ان گناہوں کا ازالہ کرلیں اور دنیا میں ہی ان سے چھٹکارا حاصل کرلیں حقوق العباد ہوں تو ان کو ادا کریں یا معاف کرالیں ورنہ تو انہی سیاہ کاریوں حرام خوریوں حق تلفیوں اور فسق وفجور کفر وشرک کی آگ میں ہم ہمیشہ ہمیشہ جلتے اور تڑپتے رہیں گے اور جیسے زندگی بھر ہم نے ان گناہوں کو نہیں چھوڑا ایسے ہی آخرت میں یہ گناہ ہمیں نہیں چھوڑیں گے دنیا کی زندگی فانی تھی موت آنے پر ختم ہوگئی آخرت کی زندگی ابدی اور نہ ختم ہونے والی ہے وہاں موت نہ آئے گی اس لئے خود کردہ عذاب سے کبھی بھی چھٹکارا نصیب نہ ہوگا۔

اسی طرح ہمارے تمام اعمال صالحہ تمام عبادتیں اور طاعتیں غرض تمام نیکوکاریاں ہرگز فنا نہیں ہوتیں بلکہ باقی اور ہمارے ساتھ رہتی ہیں گو ہمیں اپنی اس زندگی میں نظر نہ آئیں نہ ان کی موجودگی کا کوئی اثر مسرت وفرحت لطف ولذت محسوس ہو بلکہ ہم تو اپنی جہالت کی بنا پر یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے ناگوار حالات کے باوجود مسجد میں جا کر نماز پڑھ لی سخت گرمی اور بھوک پیاس کی شدت کے باوجود روزے رکھ لئے مال کی فطری محبت کے باوجود سال پورا ہوتے ہی پورے مال کی زکوٰۃ نکال دی سفر کی دشواریوں کے باوجود حج وعمرہ کرلیا قصہ ختم ہوا ہمیں کیا ملا ہم تو ویسے کے ویسے رہے جیسے پہلے تھے لیکن یہ قطعاً جہالت، شیطان کا فریب اور مکار نفس کا دھوکا ہے درحقیقت وہ ہماری نمازیں جوں کی توں باقی اور ہمارے ساتھ ہیں وہ روزے بھی جو ہم نے رکھے ہیں موجود ہیں جو زکوٰۃ خیرات ہم نے نکالی وہ بھی کہیں نہیں گئی

ہمارے ساتھ ہے حج وعمرہ بھی اپنی تمام تر برکتوں کے ساتھ موجود و برقرار ہیں اسی طرح تمام عبادات وحسنات ہمارے ساتھ موجود ہیں صرف اتنا ہے کہ وہ ہمیں نظر نہیں آتیں نہ ان کے موجود ہونے کا ہم کوئی اثر محسوس کرتے ہیں لیکن مرنے کے بعد آخرت میں یہی عبادات وطاعات' اعمال صالحہ وحسنات ایسی حسین وجمیل صورت میں ہمارے سامنے آئیں گی کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا نہ کسی کان نے سنا ہوگا نہ کسی بشر کے وہم وخیال میں آئی ہوں گی یہی وہ نعیم جنت ہیں جن کے حصول کی بشارت قرآن کریم اور مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم' نے دی ہے اور ہمیشہ ہمیشہ ہم اس ابدی عیش وعشرت اور دائمی لطف وسرور میں ان نشاط آفرین حسنات سے محظوظ اور لطف اندوز ہوتے رہیں گے اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے اس معجز خطاب میں فرمایا ہے۔

یہ (جزاوسزا) تو تمہارے (اچھے برے) اعمال ہی ہیں جن کو میں تمہارے لئے (اعمال ناموں میں) جمع کرتا رہتا ہوں پھر قیامت کے دن وہی پورے کے پورے تمہیں دے دوں گا تو جس کو (جزا) خیر ملے اس کو چاہئے کہ وہ اللہ کا شکر ادا کرے (کہ اسی نے نیک کاموں کی توفیق دی) اور جو اس کے سوا پائے (یعنی جو اعمال بد کی سزا پائے) اس کو خود اپنے کو برا کہنا چاہئے (کہ نہ شیطان کے کہنے میں آ کر برے کام کرتا نہ سزا بھگتا)

اس زمانہ میں اس حقیقت کے یقین کا فائدہ

اگر مجازات اعمال کی اس حقیقت کا ہمیں یقین ہو جائے تو یقیناً ہماری سیاہ کاریوں حرام خوریوں اور اپنے بھائیوں کی حق تلفیوں اور چھوٹے بڑے گناہوں میں کافی حد تک کمی آ جائے نیز ان کے جلد از جلد ازالے اور ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کی غرض سے توبہ واستغفار اور مکفرات کی اہمیت وضرورت کا شدت سے احساس اور فکر ہو جائے اسی لئے رب العالمین نے اس خطاب قدسی میں مجازات اعمال کی حقیقت بتلانے سے پہلے باہمی ظلم وجور اور حق تلفی سے منع فرمایا اور شب وروز توبہ واستغفار کرنے کی طرف توجہ دلائی اور توبہ کی قبولیت اور گناہوں کی مغفرت کا وعدہ فرمایا۔

ہم یہاں گلے از گلزارے" یعنی نمونہ کے طور پر قرآن کریم کی صرف دو آیتیں اور دو صحیح حدیثیں پیش کرتے ہیں جن میں جزا کے عین عمل ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔ یتیموں کا مال ظلماً کھانے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

جو لوگ ظلماً یتیموں کا مال کھاتے ہیں اس کے سوا نہیں کہ وہ اپنے پیٹوں میں آگ (کے انگارے) بھرتے ہیں اور عنقریب (یعنی مرنے کے بعد) وہ بھڑکتے ہوئے (آگ کے) شعلوں میں داخل ہوں گے۔

اس آیت کریمہ میں تصریح ہے کہ یتیموں کے مال کے چرب وشیریں لقمے درحقیقت آگ کے انگارے ہوتے ہیں جن سے وہ لوگ اپنا پیٹ بھرتے ہیں صرف اتنا ہے کہ اس زندگی میں ان کی سوزش اور جلن محسوس نہیں ہوتی مرنے کے بعد وہی انگارے اپنی پوری سوزش کے ساتھ بھڑکنے لگیں گے اور ان کی آگ میں ظلماً یتیموں کا مال کھانے والے جلیں گے اور جلتے رہیں گے۔ سونے اور چاندی کے خزانے جمع کرنے والوں کے متعلق ارشاد ہے۔

اور جو لوگ سونے چاندی کے خزانے جمع کرنے (اور سینت سینت کر رکھتے ہیں) اور انکو اللہ کی راہ میں (یعنی اس حکم کے مطابق) خرچ نہیں کرتے تو ان کو دردناک عذاب کی بشارت دے دو جس دن ان سونے چاندی کے خزانوں کو آگ میں تپایا جائے گا پھر ان سے ان کی پیشانیوں اور پہلوؤں اور پشتوں کو داغا

جائے گا (اور جب وہ چیخیں چلائیں گے تو) ان سے کہا جائے گا یہ تو وہی (سونا اور چاندی) ہے جس کے خزانے تم نے اپنے لئے جمع کئے تھے اب چکھو اپنے جمع کئے ہوئے خزانوں کا مزہ۔

یہ آیت کریمہ تو صریح دلیل ہے اس امر کی وہی سونے چاندی کے خزانے جن کے حاصل کرنے کے لئے دنیا میں دولت مندوں کے سامنے پیشانیاں رگڑی تھیں اور حاصل کرنے کے بعد محبوب کی طرح انہیں سینے سے لگا کر رکھا تھا اور اس میں سے ایک پائی بھی اللہ کی راہ میں اور اس کے حکم کے مطابق خرچ کرنے میں تکلیف محسوس کرتے اور بخل کرتے تھے قیامت کے دن اسی حرص وطمع مال کی آگ میں انہیں سونے چاندی کی سلاخوں کو تپا کر انہی پیشانیوں کو ان سے داغا جائے گا جو مال حاصل کرنے کے لئے رگڑی تھیں اور انہی پہلوؤں پر ان سونے چاندی کی تپائی ہوئی سلاخوں سے داغ لگائے جائیں گے جن کو دنیا میں سینے سے لگا کر رکھا تھا معلوم ہوا مال جمع کرنے کی حرص وطمع دراصل ایک آگ ہے جس میں جمع کردہ سونے چاندی کی سلاخوں کو تپایا گیا تھا مگر دنیا میں نہ ان لوگوں کو اس آگ کا احساس تھا نہ ان تپی ہوئی سلاخوں کا مرنے کے بعد اس عذاب کا احساس ہوگا اور جب وہ تکلیف کی شدت سے چیخیں وچلائیں گے تو ان کی توبیخ وسرزنش کے طور پر عذاب دینے والے فرشتے کہیں گے اب کیوں چلاتے ہو یہ وہی تمہارے محبوب خزانے تو ہیں جو تم نے اپنے لئے جمع کئے تھے دنیا میں تو تم انکا مزہ نہیں چکھ سکے اب آخرت میں ان کا مزہ چکھو معلوم ہوا کہ مال کی حرص وطمع اور اللہ کے حکم کے مطابق اس کو خرچ کرنے میں بخل خود ایک عذاب ہے مگر دنیا میں اس عذاب کی تکلیف کا احساس نہ تھا مرنے کے بعد ہوگا۔

اسی طرح پیغمبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم ذیل کی حدیث میں خطاؤں کے انسان کے جسم میں داخل اور وضو کامل سے ان کے خارج ہونے کی خبر دیتے ہیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے، ہم پر رحم فرمایئے، ہم سے راضی ہو جایئے ہمیں جنت میں داخل فرمایئے، دوزخ سے ہمیں بچا لیجئے اور ہمارے سب حال درست کر دیجئے۔

اے اللہ! ہمارے دلوں میں الفت پیدا فرما دیجئے اور ہمارے آپس کے تعلقات درست فرمایئے۔ ہمیں اندھیروں سے نور کی طرف نکالئے۔ ہمیں بے حیائیوں سے جو ظاہری ہوں یا باطنی (دونوں سے) الگ رکھئے ہماری سماعتوں، بینائیوں، دلوں، ہماری بیویوں، ہماری اولادوں میں برکت عطا فرمایئے۔ اور ہماری توبہ قبول فرمایئے بے شک آپ ہی توبہ قبول کرنے والے مہربان ہیں اور ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر گزار، ثناخواں، نعمتوں کے قابل بنایئے اور انہیں ہم پر پورا فرمایئے۔ یا اللہ میں آپ سے امور (دین) میں ثابت قدمی طلب کرتا ہوں آپ سے اعلیٰ صلاحیت طلب اور آپ سے آپ کی نعمتوں کے شکریہ کی توفیق اور اچھی عبادت کا سوال کرتا ہوں۔ اور میں آپ سے سچی زبان، قلب سلیم اخلاق صحیح اور آپ سے وہ بھلائی مانگتا ہوں جسے آپ جانتے ہیں اور آپ سے اس گناہ سے معافی چاہتا ہوں جسے آپ جانتے ہیں۔ بے شک آپ ہی ہر غائب کو جاننے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے خطاب

عن سعیدبن عبدالعزیزعن ربیعة بن یزیدعن ابی سعیدالخولانی عن ابی ذرجندب بن جنادة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم فیمایروی عن الله تبارک وتعالیٰ انه قال:

ترجمہ: سعید بن عبدالعزیز، ربیعہ بن یزید سے اور ربیعہ ابوسعید خولانی سے اور ابوسعید، ابوذر جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

عبداللہ صنابحی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب مومن بندہ وضو کرنے بیٹھتا ہے تو جب کلی کرتا ہے تو اس کے منہ (اور زبان) کی تمام خطائیں نکل جاتی ہیں اور جب ناک سنکتا ہے تو ناک کی (یعنی ناک کے ذریعہ کی ہوئی) خطائیں نکل جاتی ہیں اور جب چہرہ دھوتا ہے تو چہرہ کی خطائیں نکل جاتی ہیں یہاں تک کہ آنکھوں کی پلکوں کے نیچے سے بھی (یعنی نگاہوں کے ذریعہ کی ہوئی خطائیں بھی) پھر جب اپنے دونوں ہاتھ (کہنیوں تک) دھوتا ہے تو دونوں ہاتھوں سے کی ہوئی خطائیں نکل جاتی ہیں یہاں تک کہ دونوں ہاتھوں کے ناخنوں کے نیچے سے بھی، پھر جب سر کا مسح کرتا ہے تو سر سے کی ہوئی خطائیں نکل جاتی ہیں یہاں تک کہ کانوں سے کی ہوئی خطائیں بھی، پھر جب اپنے دونوں پاؤں دھوتا ہے تو پاؤں کے ذریعے کی ہوئی خطائیں نکل جاتی ہیں یہاں تک کہ پاؤں کے ناخنوں کے نیچے سے بھی اس کے بعد اس کا مسجد چل کر جانا اور نماز (باجماعت) پڑھنا اس کے لئے مزید ثواب کا موجب ہوتا ہے (امام مالک اور نسائی نے روایت کیا (مشکوٰۃ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان اپنے بدن کے جن اعضاء سے خطاؤں کا ارتکاب کرتا ہے وہ خطائیں ان اعضاء میں غیر محسوس طور پر داخل اور پیوست ہو جاتی ہیں اور وہ اعضاء ان خطاؤں سے اسی طرح آلودہ ہو جاتے ہیں جیسے غیر مرئی (نظر نہ آنے والی) نجاستوں سے گندے ہو جاتے ہیں اور جس طرح گندے اعضاء پانی سے دھونے سے پاک ہو جاتے ہیں بدن گندگی سے پاک ہو جاتا ہے اسی طرح مسنون طریقے پر کامل وضو کرنے سے خطاؤں کی گندگی نکل کر دور ہو جاتی ہے اور انسان ظاہری نجاستوں کی طرح باطنی نجاستوں سے بھی پاک ہو جاتا ہے اور اس کے بعد پاک وصاف ہو کر نماز پڑھتا ہے تو وہ نماز مزید برآں رفع درجات کا موجب ہوتی ہے خطاؤں کا خروج جس کی اس حدیث میں تصریح ہے تجسد اعمال کی بین دلیل ہے۔

۲۔ اسی طرح حدیث ذیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاؤں کو آگ سے تعبیر فرمایا ہے۔ جس میں انسان غیر محسوس طریق پر جلتا رہتا ہے اور صدقہ کو پانی سے تعبیر فرمایا ہے جو خطاؤں کی غیر محسوس اور نظر نہ آنے والی آگ کو بجھاتا ہے ارشاد ہے۔

الصدقة تطفیءُ الخطایا کمایطفیء الماء النار

صدقہ کرنا خطاؤں (کی آگ) کو اسی طرح بجھا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے

اطفاء کا لفظ عربی زبان میں لگی ہوئی آگ بجھانے کے لئے مخصوص ہے اس لئے یہ حدیث بھی تجسد اعمال کی روشن دلیل ہے گویا خطائیں ایک غیر مرئی آگ ہیں جس میں ارتکاب کرنے والا

جلتا ہے مگر جلنے کو محسوس نہیں کرتا اور صدقہ اس آگ کو بجھا دیتا ہے۔

اس کے برعکس سرکشوں یعنی کفار و مشرکین و منکرین کو جزاء و سزا کے لئے سب سے بڑا عذاب جہنم کا سالہا سال لا متناہی عذاب ہوگا جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے پہلی آیت میں فرمایا ہے۔

جزآء وفاقاً (پارہ نمبر ۳۰ سورہ النباء ۱ آیت ۲) ایسی سزا جو (جرم کے) مطابق ہے۔

یعنی یہ سالہا سال لا متناہی عذاب ان کے جرم یعنی کفر و شرک اور انکار جزاء و سزا پر عمر بھر اصرار کے موافق و مطابق ہے اس لئے کہ جیسے ان مجرموں نے دنیا کی پوری زندگی کفر و شرک اور انکار حق اور اس پر اصرار میں گزاری اب آخرت کی پوری زندگی جہنم کے عذاب میں گزارنی ہوگی اس لحاظ سے سزا جرم کے مطابق ہے یہ دوسری بات ہے کہ دنیا کی زندگی چند روزہ تھی یا چند سالہ تھی ختم ہو گئی آخرت کی زندگی ابدی اور لا متناہی ہے ختم نہیں ہو سکتی۔

بہر حال تجسد اعمال اور جزاء و سزا کے عین عمل ہونے کا عقیدہ اس زمانہ کے گونا گوں گناہوں اور نافرمانیوں کے بھنور میں پھنسے ہوئے مسلمانوں کی اصلاح اور بہبودی کے لئے نہایت مؤثر اور تریاق کی طرح کارگر ہے۔

واللہ اعلم وباللہ التوفیق

دُعا کیجئے

اے اللہ! میری بخشش فرمائیے جو کچھ (گناہ) میں نے پہلے کیا اور بعد میں کیا اور جو میں نے پوشیدہ اور اعلانیہ کیا اور اس (گناہ) کو بھی جو آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں اپنی خشیت سے اتنا حصہ عطا فرمائیے کہ (وہ) ہمارے اور ہمارے گناہوں کے درمیان حائل ہوجائے۔ اور اپنی فرمانبرداری کا اتنا حصہ عطا فرمائیے کہ اس کے ذریعے سے آپ ہمیں اپنی جنت میں پہنچا دیجئے اور یقین سے اتنا حصہ کہ اس سے ہم پر دنیا کی مصیبتیں آسان ہوجائیں اور ہماری سماعتیں، بینائیاں اور ہماری قوت کو کام میں رکھئے جب تک کہ آپ ہمیں زندہ رکھیں۔ اور اس کی خیر کو ہمارے بعد باقی رکھئے اور اس سے ہمارا انتقام لیجئے جو ہم پر ظلم کرے اور جو ہم سے دشمنی کرے ہمیں اس پر غلبہ دیجئے اور ہمارے دین میں ہمارے لئے مصیبت نہ ڈالئے اور دنیا کو ہمارا مقصود اعظم نہ بنائیے اور نہ ہماری معلومات کی انتہا ہو، نہ ہماری رغبت کی منزل مقصود، اور اس کو ہم پر حاکم نہ کیجئے جو ہم پر نامہربان ہو۔ اے اللہ ہمیں (نعمتوں اور راحتوں کے لحاظ سے) بڑھائیے اور مت گھٹائیے۔ اور ہمیں آبرو دیجئے۔ اور ہمیں خوار نہ کیجئے، ہمیں عطا فرمائیے اور محروم نہ کیجئے اور ہمیں بڑھائے رکھئے اور دوسروں کو ہم پر نہ بڑھائیے اور ہمیں خوش رکھئے اور ہم سے خوش رہئے۔

اے اللہ! میرے دل میں میری سعادت ڈال دیجئے۔

اے اللہ! مجھے نفس کی برائی سے محفوظ فرمائیے اور مجھے اپنے امور کی اصلاح کرنے کی ہمت دیجئے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت دونوں میں عافیت کا سوال کرتا ہوں۔

زندگی میں زیادہ اعمال صالحہ کرنے کی ترغیب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اولم نعمر کم مایتذ کرفیه من تذ کرو جآء کم النذیر (س' فاطر آیت ۳۷)

کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں دی جس میں وہ شخص نصیحت حاصل کرنا چاہے وہ نصیحت حاصل کرسکتا ہے اور خبر دار کرنے والا بھی تمہارے پاس آ چکا ہے۔ آیت کریمہ کی تفسیر اور اس عمر کی تعیین کے بارے میں علماء کرام رحمہم اللہ چار اقوال نقل کرتے ہیں۔

ا۔ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور ان کے علاوہ دوسرے محققین کے قول کے مطابق اس آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کیا ہم نے تمہیں ساٹھ سال کی عمر نہیں دی؟ اس قول کی تائید صحیح بخاری کی وہ پہلی حدیث بھی کرتی ہے جو ہم نے اسی باب کے ذیل میں نقل کی ہے۔ ۲۔ بعض حضرات کی رائے ہے کہ یہ عمر اٹھارہ سال ہے۔ ۳۔ بعض حضرات کی رائے ہے کہ یہ عمر چالیس سال ہے حسن کلبی اور مسروق سے بھی یہی قول منقول ہے اسی طرح حضرت ابن عباس سے بھی یہی قول نقل کیا گیا ہے اور اسی کی تائید میں اہل مدینہ کا تعامل نقل کیا ہے کہ جب ان میں سے کسی کی عمر چالیس سال کو پہنچ جاتی تو وہ (دنیا کے تمام کاروبار چھوڑ دیتا اور شب وروز) عبادت میں مشغول ہو جاتا۔ ۴۔ اور بعض علماء کا کہنا ہے کہ یہ بلوغ کی مدت ہے (یعنی جب انسان بالغ ہو جائے خواہ پندرہ برس کی عمر میں خواہ اٹھارہ سال کی عمر میں) اور اللہ تعالیٰ کے قول وقدجآء کم النذیر (اور خبر دار کرنے والا بھی تمہارے پاس آ چکا) کا مصداق حضرت عبداللہ بن عباس اور عام مفسرین کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اور (حضرت ابن عباس کے شاگرد) حضرت عکرمہ اور ابن عبیدؒ وغیرہ کے نزدیک اس کا مصداق بڑھاپا ہے۔ واللہ اعلم

ان اقوال وآراء کا تجزیہ

تشریح: دوسرا اور چوتھا قول اس پر مبنی ہے کہ بالغ ہونے سے پہلے انسان مکلّف ہوتا ہی نہیں لہٰذا ایک نابالغ بچے یا لڑکے کو نصیحت نہ حاصل کرنے اور خبر دار کرنے والے کی بات نہ سننے اور نہ ماننے پر سرزنش کیسے کی جاسکتی ہے نہ یہ عقل کا تقاضا ہے نہ شریعت کا حکم ہے۔ تیسرا قول اہل مدینہ کے تعامل پر مبنی ہے ان کا یہ تعامل عہد نبوت یا قرب عہد نبوت کے فیوض وبرکات پر مبنی ہے اور ظاہر ہے کہ آیت کریمہ میں مخاطب صرف اہل مدینہ یا صرف اس امت کے کفار ہی نہیں ہیں بلکہ نوع انسانی کے تمام ہی کافروں کو یہ سرزنش کی جائے گی۔ مصنف رحمہ اللہ کے انداز بیان سے نیز بخاری شریف کی آنے والی حدیث سے پہلے قول کی تائید ہوتی ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث امام بیہقی کی کتاب شعب الایمان میں اس سے زیادہ تفصیل سے آئی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ایک منادی کرنے والا آواز دے گا ساٹھ سال کی عمر والے کہاں ہیں؟ (سامنے آئیں) اور یہی ساٹھ سال وہ عمر ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ذکر فرمایا ہے کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں

دی جس میں جو شخص نصیحت حاصل کرنا چاہے وہ نصیحت حاصل کر سکتا ہے اور خبر دار کرنے والا بھی تمہارے پاس آ چکا ہے۔

علاوہ ازیں مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے ذیل کی حدیث میں اپنی امت کی عمریں ساٹھ اور ستر سال کے درمیان بتلائی ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کی عمریں ساٹھ اور ستر کے درمیان ہیں بہت کم لوگ ہوں گے جو ستر سے تجاوز کریں گیا (مشکوۃ)

تشریح: اللہ تعالیٰ ظاہر ہے کہ یہ سرزنش مکلّف اور بالغ لوگوں کو ہی فرمائیں گے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ بالغ ہوتے ہی انسان طبعاً اور فطرتاً دنیوی امور میں منہمک اور مستغرق ہو جاتا ہے ایک طرف تمام فطری اور خلقی جذبات وخواہشات شباب پر ہوتی ہیں ان کے تقاضے عقل وخرد سے بیگانہ بنادیتے ہیں دوسری طرف معاشی ذمہ داریاں بھی اس پر عائد ہو جاتی ہیں بیوی بچوں کے تقاضے بالکل ہی اندھا بنا دیتے ہیں اس لئے اوائل شباب اور چڑھتی جوانی کے زمانہ میں وہ آخرت سے غافل اور دنیا میں منہمک اور مستغرق ہو جانے میں فی الجملہ معذور ہے لیکن تیس سال کی عمر کے بعد ایک طرف چڑھتی جوانی کے جذبات وخواہشات میں انحطاط شروع ہو جاتا ہے دوسری طرف اس دس سالہ معاشی اشتغال اور کاروباری تجربات کی وجہ سے نفع نقصان اور خیر وشر کی تمیز پیدا ہو جاتی ہے ہر کام کے عواقب ونتائج پر نظر رکھنے اور غور وفکر کرنے کی عادت ہو جاتی ہے اور چالیس سال کے بعد تو زندگی میں ہر پہلو سے اعتدال اور ٹھہراؤ پیدا ہو جاتا ہے اولاد بڑی حد تک کاروبار کو سنبھالنے کے قابل ہو جاتی ہے دنیا کی بے ثباتی عیاں ہو جاتی ہے اور اس زندگی کے بعد کسی دوسری زندگی کا شعور بیدار ہو جاتا ہے (تعامل انصار اسی پر مبنی تھا وہ چونکہ ایمان باللہ اور آخرت پر یقین رکھتے تھے عہد نبوت کے انوار سے ان کے قلوب منور تھے اسی لئے وہ چالیس سال کی عمر کے بعد اپنے آپ کو دنیوی کاروبار سے آزاد اور آخرت کے لئے فارغ کر لیا کرتے تھے) اور ساٹھ سال کے بعد تو جسمانی اعضا اور قویٰ میں نمایاں انحطاط شروع ہو جاتا ہے اور ستر سال کی عمر میں تو ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء بالکل ہی جواب دینے لگتے ہیں عقل وخرد اور بینائی وشنوائی وغیرہ جسمانی قوتیں انسانی عزائم کے ساتھ دینے سے انکار کر دیتی ہیں اور انسان ہار مان لینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اور اعتراف کر لیتا ہے کہ میں بوڑھا اور ناکارہ ہو گیا اس عمر میں پوری طرح موت اور مابعد الموت کی فکر اس پر سوار ہو جاتی ہے۔

یہ عام طور پر اس امت مرحومہ کے افراد کی دنیاوی زندگی کے ارتقاء وانحطاط کا عمومی معیار ہے شاذ ونادر ہی اس امت کے افراد اس سے مستثنیٰ ہوتے ہیں جیسا کہ اس امت مرحومہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے الفاظ **اقلهم يجوز ذلك** (اور بہت کم لوگ ہونگے جو اس عمر سے تجاوز کریں گے) سے ظاہر ہے۔

باقی یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ خطاب اور سرزنش صرف اس امت کے کفار کو ہی نہ ہوگی بلکہ نوع انسانی کے تمام کفار اس کے مخاطب ہوں گے اور امم سابقہ کی عمریں اس امت کی بنسبت بہت زیادہ دراز ہوئی ہیں ان کی زندگی کا ارتقاء وانحطاط بھی اس امت سے مختلف ہوگا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مدت عمر کو مبہم کہا صرف اتنا فرمایا کہ تمہیں اتنی عمر ضرور دی جس میں نصیحت حاصل کرنے والے نصیحت حاصل کر سکتے ہیں اس کے باوجود تمہاری آنکھیں نہ کھلیں اور اپنے خالق ومالک رب العالمین کو نہ پہنچانا اور آخرت کی فکر نہ کی۔

اس لحاظ سے نذیر کا مصداق بڑھاپا صحیح معلوم ہوتا ہے

واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم

ساٹھ سال کی عمر پانیوالے کے پاس کوتاہی کرنیکا کوئی عذر نہیں

عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: اعذر الله الی امرىء اخر اجله حتی بلغ ستين سنة (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے لئے کسی عذر کی گنجائش نہیں چھوڑی جس کی عمر درازی یہاں تک کہ ساٹھ سال کو پہنچ گیا (اور پھر بھی اسے خدا یاد نہ آیا اور آخرت کی کوئی فکر نہ کی) (صحیح بخاری)

تشریح: اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک طرف انسان کی ساخت ایسی بنائی کہ شر اور خیر دونوں کے محرکات خلقتاً اس کی فطرت میں ودیعت فرما دیئے ارشاد ہے **الهمها فجورها وتقوى لها** (بدکاری اور پرہیزگاری دونوں کے محرکات اس کے دل میں ڈال دیئے) دوسری طرف دنیاوی لذائذ میں مقناطیسی کشش اس قدر رکھی کہ انسان ان کی طرف کھچے بغیر نہیں رہ سکتا ارشاد ہے:

ہم نے زمین پر جتنی چیزیں ہیں ان کو زمین کی زینت (اور پرکشش) بنایا تاکہ ان کو آزمائیں کہ ان میں کون عمل کے اعتبار سے زیادہ اچھا ہے۔

ہر قدم پر خدا سے غافل اور گناہ پر آمادہ کرنے والی مرغوب اور لذیذ چیزیں پیدا فرما کر انسان کی دسترس میں دیدیں اور اس کے ساتھ انبیاء ورسل کے ذریعہ اپنے احکام بھیجے کہ دیکھو ان تمام دل آویز چیزوں کو ہمارے احکامات کی حدود میں رہ کر استعمال کرنا خبردار ان شرعی حدود سے قدم باہر نہ نکلے۔ بقول شاعر۔

اندرون قعر دریا تختہ بندم کردۂ
بازمی گوئی کہ دامن ترمکن ہوشیار باش

بیچ دریا میں کھڑا کر دیا اور پھر حکم ہے کہ خبردار دامن تر نہ ہو (گناہ کا ارتکاب نہ ہو)

اس لئے بلوغ کے بعد جنسی جذبات کا اتنا زور اور نفسانی خواہشات کا ایسا طوفان برپا ہوتا ہے کہ اس طوفان میں بہہ کر اللہ تعالیٰ سے غافل اور آخرت سے بے پرواہ اور بےفکر ہو جانا کچھ بعید نہیں اس ہیجان میں کچھ کمی آتی ہے تو معاشی الجھنیں اور افکار علاوہ ازیں دنیاوی مصروفیتیں اس قدر گھیر لیتی ہیں کہ بقول شاعر۔

شب چو عقد نماز بربندم   چہ خورد بامداد فرزندم

''رات کو جب نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہوں تو اس وقت یہی فکر سوار ہوتی ہے کہ صبح بچوں کے کھانے کو کہاں سے آئے گا''

اور یہ افکار پریشان نہ صرف اللہ تعالیٰ اور آخرت کو بھلا دیتے ہیں بلکہ احکام الٰہیہ کو بھی پس پشت ڈال دینے پر مجبور کر دیتے ہیں اور حرام وحلال کا امتیاز بھی ختم ہو جاتا ہے۔

زندگی کے یہ دونوں بحرانی دور گزر جانے کے بعد ایک طرف زندگی میں کچھ ٹھہراؤ سکون واعتدال پیدا ہوتا ہے دوسری طرف سفید بال تازیانہ عبرت بن کر ہر وقت موت اور مابعد الموت کو یاد دلاتے رہتے ہیں اس وقت یہ فکر ضرور لاحق ہوتی ہے کہ آخرت کے لئے اب تک کچھ نہیں کیا اللہ تعالیٰ کے سامنے کس منہ سے جاؤں گا۔

لیکن اگر اس عمر کے بعد بھی درازی عمر اور حرص مال وزر میں پڑ کر خدا یاد نہ آیا اور آخرت کی فکر نہ ہوئی تو یقیناً اس شخص کے پاس خدا ناشناسی اور آخرت فراموشی کا کوئی عذر نہ رہا ایسے لوگوں کو

ہی اس توبیخ وسرزنش اور عتاب وعذاب کا نشانہ بننا پڑے گا۔

باقی وہ خدا ترس لوگ جنہوں نے زندگی کے ہر دور میں پھونک پھونک کر قدم رکھا اور احکام الٰہیہ کی حدود سے حتی الامکان قدم باہر نہ رکھا اور اگر کبھی بتقاضائے بشریت کوئی بے اعتدالی ہوگئی اور گناہ سرزد ہوگیا تو فوراً توبہ واستغفار کے ذریعہ اس کی تلافی کرلی وہ تو

بیشک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے (اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں) پھر (مرتے دم تک اس پر) ثابت قدم رہے ہیں ان کے پاس (مرتے وقت) فرشتے آتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ نہ تم کسی چیز کا خوف کرو اور نہ غم کرو اور تمہیں ہم اس جنت کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا (اور) ہم تمہارے دنیا کی زندگی میں بھی مددگار رہے اور آخرت میں بھی (تمہارے مددگار رہیں گے) اور اس جنت میں تمہارے لئے ہر وہ چیز مہیا ہوگی جس کو تمہارے دل چاہیں گے اور جو تم مانگو گے یہ (خاطر مدارات) تمہارے مغفرت کرنے والے مہربان رب کی طرف سے (تمہاری) مخصوص مہمانی ہے۔

یہی اصحاب استقامت اس بشارت عظمیٰ اور خداوندی مہمان نوازی کے مستحق ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے ضرور پورا ہوگا۔

دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کو بھی اس دوسرے اہل ایمان کے گروہ میں شامل فرمالیں اور ہمیں ساری زندگی خوف خدا اور فکر آخرت میں گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں ذیل کی مسنون دعا یاد کرلیجئے اور ہمیشہ مانگا کیجئے۔

اے اللہ تو مجھے ایسا (خداپرست) بنادے کہ گویا میں تجھے ہر وقت دیکھ رہا ہوں یہاں تک کہ (مرنے کے بعد) تجھ سے جاملوں اور مجھے اپنی تقویٰ (خوف) سے خوش نصیب بنادے (کہ کوئی گناہ اور نافرمانی نہ کروں) اور مجھے اپنی نافرمانیوں (کے ارتکاب) سے بدبخت نہ بنائیو (کہ نافرمانیوں اور گناہوں کی سزا میں گرفتار ہوکر جہنم میں جاؤں)

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں آپ سے نیکیوں کے کرنے اور برائیوں کے چھوڑنے اور غریبوں کی محبت کی توفیق چاہتا ہوں۔ اور یہ کہ آپ مجھے بخش دیجئے اور مجھ پر رحم فرمائیے اور جب آپ کسی جماعت پر بلا نازل کرنے کا ارادہ کریں تو مجھے اٹھا لیجئے کہ میں اس بلا میں مبتلا ہو جاؤں۔ اور میں آپ سے آپ کی محبت مانگتا ہوں اور اس شخص کی محبت (بھی) جو آپ سے محبت رکھتا ہو اور اس عمل کی (بھی) محبت جو مجھے آپ کی محبت کے قریب کردے۔

اے اللہ! مجھے اپنی محبت، میری جان، میرے گھر والوں اور ٹھنڈے پانی سے بھی پیاری کردیجئے۔

اے اللہ! مجھے اپنی محبت نصیب فرمائیے اور اس شخص کی بھی محبت نصیب فرمائیے جس کی محبت آپ کے نزدیک میرے لئے نفع مند ہو۔

اے اللہ! جس طرح آپ نے مجھے وہ دیا ہے جو مجھے پسند ہے اسے میرا معین بھی اس کام میں بنادیجئے جو آپ کو پسند ہے۔

اے اللہ! آپ نے مجھے ان چیزوں میں سے جو مجھے پسند ہیں دور رکھا ہے تو اسے میرے حق میں ان چیزوں کیلئے موجب فراغ بنادیجئے جو آپ کو پسند ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فراست

عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: کان عمر رضی الله عنه یدخلنی مع اشیاخ بدر فکان بعضهم وجد فی نفسه فقال: لم یدخل هذا معنا ولنا ابناء مثله؟ فقال عمر: انه من حیث علمتم! فدعانی ذات یوم فأدخلنی معهم فما رایت انه دعانی یومئذ الا لیریهم قال: ما تقولون فی قول الله تعالیٰ اذا جاء نصر الله والفتح (بخاری)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ کا معمول تھا کہ وہ (اپنی مجلس مشاورت میں) مجھے سن رسیدہ (اور معمر) شرکاء بدر کے ساتھ بٹھایا کرتے تھے تو گویا ان میں سے بعض حضرات کو میری شرکت ان کے ہمراہ ناگوار محسوس ہوئی اور انہوں نے کہا اس نوعمر لڑکے کو ہمارے ساتھ کیوں بٹھاتے ہیں؟ حالانکہ ہمارے تو بیٹے اس کے ہم عمر ہیں حضرت عمرؓ نے جواب دیا یہ نوعمر لڑکا علم وفہم کے اعتبار سے اس مقام پر ہے جسے تم بھی جانتے ہو (اسی لئے میں اس کو اپنی مجلس مشاورت میں شریک کرتا ہوں) چنانچہ ایک دن حضرت عمرؓ نے مجھے (مجلس شوریٰ میں) بلایا اور ان کے ساتھ بٹھایا۔ مجھے یقین ہے کہ اس روز حضرت عمرؓ نے ان کو مشاہدہ کرانے کے لئے بلایا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر دریافت کی اذاجاء نصر الله والفتح (آخر تک) تو ان میں سے بعض حضرات نے کہا: اس سورۃ میں ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ جب ہماری مدد کی جائے اور فتح حاصل ہو تو ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور اس سے مغفرت طلب کریں اور باقی لوگ خاموش رہے اور کچھ نہیں کہا تو اس کے بعد حضرت عمرؓ نے مجھ سے فرمایا کیا تم بھی یہی کہتے ہو اے ابن عباس؟ میں نے کہا نہیں تو فرمایا تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا اس سورۃ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر دی گئی ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلا دیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی مدد (ظہور میں) آجائے اور (مکہ) فتح ہو جائے تو یہ تمہاری وفات کی علامت ہے لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرو شکر ادا کرو مغفرت طلب کرو بلاشبہ وہ بڑا ہی مہربان ہے حضرت عمرؓ نے کہا میں بھی یہی سمجھتا ہوں جو تم نے بیان کیا (کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی علامت بتلائی گئی ہے)

تشریح: اس حدیث سے جہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مردم شناسی اور علم دوستی کا پتہ چلتا ہے وہیں انہوں نے شرکاء بدر کے سن رسیدہ اور معمر صحابہ پر اس امر کو بھی عملی طور پر ثابت کر دیا کہ عظمت واحترام علم وفضل کا ہونا چاہئے نہ کہ سن وسال کا یہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ عزت واحترام کا مستحق وہ شخص ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

اور ظاہر ہے کہ علم کے بغیر تقویٰ کا حصول تو کیا تصور بھی محال ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اناانقاكم واعلمكم بالله میں تم میں سب سے زیادہ ڈرنے والا اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو جاننے والا ہوں۔

اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ مشورہ کے وقت سن رسیدہ اور قدیم الاسلام صحابہ کے ساتھ حبر امت حضرت ابن عباس رضی

اللہ عنہ کو شریک کیا کرتے تھے اور عام طور پر پیچیدہ اور دشوار امور ان سے دریافت کیا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے سے بتلا دیا تھا کہ اس لئے کہ سورۃ النصر مکی سورتوں میں سے ہے کہ اگرچہ اس وقت کفار خصوصاً قریش کا غلبہ ہے ایک ایک دو دو آدمی اسلام میں داخل ہو رہے ہیں اور وہ بھی قریش کی ایذا رسانیوں کا نشانہ بن رہے ہیں مگر عنقریب اللہ تعالیٰ کی مدد آئے گی اور مکہ فتح ہو جائے گا اور اس کے بعد تم دیکھنا لوگ ایک ایک دو دو نہیں بلکہ فوج درفوج اور جوق در جوق اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہوں گے اور اس وقت تمہارا کام جس کے لئے تمہیں رسول بنا کر بھیجا گیا ہے پورا ہو جائے گا لہٰذا جس وقت تم اس علامت کو دیکھو اور یہ تمہاری عمر کا آخری حصہ ہوگا تو ہمارے پاس آنے کی تیاری میں یعنی تسبیح وتحمید اور توبہ واستغفار میں مشغول ہو جانا کہ ہمیں تمہارا اسی شان سے آنا پسند ہے چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات سے چند روز پہلے ایک دن منبر پر بیٹھ کر خطبہ دیا اور اس میں بیان فرمایا ایک بندے کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ وہ چاہے تو اس کو اللہ تعالیٰ دنیا کی زینت وآرائش اور عیش وعشرت کے سامان عطا کر دیں اور وہ دنیا میں رہے اور چاہے تو دنیا سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کے پاس آ جائے اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس نعمتیں ہیں ان کو اختیار کرے اور اس بندے نے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس کو پسند کر لیا ہے یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رو پڑے اور عرض کیا ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ ہمیں چھوڑ کر نہ جایئے صحابہ کو ان کی اس گریہ وزاری پر بڑا تعجب ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ایک بندے کو اختیار دینے اور اس کے دنیا کو چھوڑ کر آخرت کو اختیار کر لینے کا ذکر فرمایا ہے یہ کیوں رو رہے ہیں؟ صحابہ کہتے ہیں چند روز بعد ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر ہمیں معلوم ہو گیا کہ وہ بندہ جسے اختیار دیا گیا تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے اور ابوبکرؓ ہم سب سے بڑے عالم تھے (کہ وہ اس لطیف اشارے کو سمجھ گئے) کہ یہ آپ کی وفات کی خبر دی جا رہی ہے اور اسی لئے ان آخری ایام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے تسبیح وتحمید اور توبہ واستغفار کرتے رہتے تھے۔

بہرصورت اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اواخر عمر میں تسبیح وتحمید اور توبہ واستغفار کو ہی تجویز فرمایا ہے لہٰذا امت کے ہر فرد کا خصوصاً اس گناہ ومعصیت کے عروج کے زمانہ میں ہمارا مشغلہ بھی یہی ہونا چاہئے کہ ہم زیادہ سے زیادہ۔

سبحنک اللھم وبحمدک استغفرک واتوب الیک

پاک ہے تو اے اللہ (اس سے کہ بغیر جرم کے کسی کو سزا دے) اور میں تیری ہی حمد وثنا کرتا ہوں اور تجھی سے مغفرت چاہتا ہوں اور تیری طرف ہی لوٹتا ہوں یعنی توبہ کرتا ہوں۔

کا ورد رکھیں اور یہی کہتے ہوئے احکم الحاکمین کے حضور میں پیش ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہی اعلان کر دیا تھا کہ تمہارے کردہ وناکردہ تمام گناہ اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیئے ہیں جب ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے اواخر عمر میں یعنی ساٹھ سال کے بعد یہ مشغلہ تسبیح وتحمید اور توبہ واستغفار تجویز فرماتے ہیں تو ہم تو سرتاپا خطاکار وگنہگار ہیں۔ ہمیں تو نہ صرف اواخر عمر میں بلکہ ہر حصہ عمر میں یہ مشغلہ ضرور اختیار کرنا چاہئے۔

دُعا کیجئے: اے دلوں کو پلٹنے والے (اللہ) میرے دل کو اپنے دین پر مضبوط فرما دیجئے۔
اے اللہ! میں آپ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں کہ وہ پھر نہ پھرے اور ایسی نعمتوں کا سوال کرتا ہوں جو ختم نہ ہوں اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جنت کے بہترین مقام (یعنی جنت خلد) میں رفاقت مانگتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری ایام میں سفرآخرت کی تیاری

عن عائشة رضى الله عنها قالت: ما صلى الله عليه وسلم صلاةً بعد ان نزلت عليه "اذا جاء نصر الله والفتح" الا يقول فيها: سبحناك ربنا وبحمدك اللهم اغفرلى. (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہتی ہیں: سورۃ النصر یعنی اذاجاء نصر الله والفتح (آخر تک) کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ایسی نماز نہیں پڑھی جس کے بعد یہ کلمات نہ کہے ہوں سبحنک ربناوبحمدک اللهم اغفرلی (پاک ہے تواے ہمارے رب (اس سے کہ بغیر گناہ کے کسی کو سزا دے) اور تیری ہی حمد وثنا ہے اللہ تو مجھے بخش دے۔ (بخاری ومسلم)

تشریح: بخاری ومسلم ہی کی ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع وسجود میں کثرت سے یہ کلمات کہا کرتے تھے سبحنک اللهم ربناوبحمدک اللهم اغفرلی یعنی قرآن پر عمل کرتے تھے۔

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات سے پہلے کثرت سے سبحنک اللهم وبحمدک استغفرک واتوب الیک پڑھا کرتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں میں نے عرض کیا یہ کیسے نئے کلمات ہیں جو آپ نے کثرت سے پڑھنے شروع کئے ہیں (پہلے تو آپ نہیں کہا کرتے تھے) آپ نے فرمایا میری امت کے بارے میں ایک علامت ہے جو مقرر کی گئی ہے کہ جب میں اس علامت کا (امت میں) مشاہدہ کروں تو ان کلمات کو کہا کروں (وہ علامت یہ ہے) کہ جب اللہ تعالیٰ کی مدد آجائے اور (مکہ) فتح ہو جائے اور تم دیکھو کہ لوگ فوج درفوج اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں تو اذاجاء نصر الله والفتح آخر سورت تک تو ان کلمات کو کہا کروں۔

۴۔اور مسلم ہی کی روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے یہ کلمات کہا کرتے تھے سبحان الله وبحمده استغفر الله واتوب اليه (عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں) اس پر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ میں آپ کو دیکھتی ہوں کہ آپ کثرت سے سبحان الله وبحمده استغفرالله واتوب اليه کہتے رہتے ہیں۔تو آپؐ نے فرمایا: میرے رب نے مجھے خبر دی ہے کہ میں عنقریب اپنی امت میں ایک علامت دیکھوں گا تو جب میں اس علامت کو دیکھوں تو کثرت سے سبحان الله وبحمده استغفرالله واتوب اليه کہا کروں چنانچہ وہ علامت میں نے دیکھ لی کہ اللہ تعالیٰ کی مدد آگئی اور مکہ فتح ہوگیا اور میں نے دیکھ لیا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے دین میں فوج درفوج داخل ہو رہے ہیں تو میں نے بھی اللہ کے حکم فسبح بحمد ربک واستغفره انه كان توابا (سورۃ النصر آیت ۳) کے تحت کثرت سے ان کلمات کو پڑھنا (اور اپنے رب کے حکم پر عمل کرنا) شروع کر دیا۔

مسلم کی پہلی روایت میں وفات سے پہلے ان کلمات کی کثرت اور اواخر عمر کا ایک نیا مشغلہ ہونا اور حضرت عائشہؓ کے دریافت کرنے پر اس کو ایک علامت کا نتیجہ قرار دینا مذکور ہے اور مسلم کی دوسری حدیث میں تو تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس

علامت کے مشاہدہ کے وقت کثرت سے تسبیح وتحمید اور توبہ واستغفار کا حکم دیا ہے اور آپ نے اسی حکم کی تعمیل کے تحت اواخر عمر میں یہ مشغلہ اختیار کیا ہے یہ حکم بھی آپ کی وفات کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کو آپ نے مبہم (گول مول) الفاظ میں خطبہ میں ایک بندہ کو اختیار دینے کے عنوان سے ظاہر فرمایا اور سوائے ابوبکر صدیقؓ کے اور کسی نے اس خفی اشارہ کو نہیں سمجھا حضرت ابن عباسؓ نے اسی بنا پر اس سورۃ کو آپ کی وفات کی خبر قرار دیا جس کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تائید کی۔

اس اشکال کا ازالہ

اللہ تعالیٰ نے سورۃ مزمل میں جو مکہ کے مالداروں سے نمٹنے کا معاملہ اپنے ذمہ لیا اور آپ کو تھوڑے دن صبر وسکون کی ہدایت فرمائی چنانچہ ارشاد ہے۔

واصبر علی مایقولون واھجرھم ھجراً جمیلاً وذرنی والمکذبین اولی النعمة ومھلھم قلیلاً (سورۃ مزمل آیت ۱۰۔۱۱)

اور یہ جو (مکہ والے برا بھلا) کہتے ہیں اس پر صبر کرو (اور برداشت وتحمل سے کام لو) اور ان کو خوبی کے ساتھ ان کے حال پر چھوڑ دو اور دولت مند جھٹلانے والوں کو میرے حوالے کردو اور ان کو تھوڑی سی مہلت دے دو۔

اس وعدہ کے ایفا کی تفصیل آپ کی سورۃ النصر میں بتلا دی گئی کہ اللہ تعالیٰ کی مدد آئے گی مکہ فتح ہوگا اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوں گے اور تم اپنے مقصد بعثت کو پورا کرنے میں کامیاب ہوگے صرف چند روز انتظار کرو تاکہ آپ صبر وسکون کے ساتھ اپنا کام کرتے رہیں اس مدت میں آپ تحدیث بالنعمت واظہار شکر کے طور پر تسبیح وتحمید اور توبہ واستغفار نمازوں میں کرتے رہے۔

جب یہ وعدہ (فتح مکہ) پورا ہوگیا اور آپ نے اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرلیا اور آپ اپنے مقصد بعثت میں کامیاب ہوگئے اور رب الجلیل کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا وقت آگیا تو آپ نے کثرت سے تسبیح وتحمید اور توبہ واستغفار نماز میں اور نماز کے علاوہ بھی ایک نئی عبادت کے طور پر شروع کردی یہاں تک کہ رفیقہ حیات حضرت عائشہ صدیقہؓ نے بھی اس تبدیلی کو محسوس کرکے اس کا سبب دریافت کیا تو آپ نے ان کو صاف لفظوں میں وفات کی علامت ہونے کا حال بتلا دیا اور عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی خطبہ میں اشارۃ بتلا دیا جس کو سن کر حضرت ابوبکر صدیقؓ پر گریہ وزاری طاری ہوگیا۔

غرض آپ کو خبر تو پہلے بھی تھی مگر وقت نہیں آیا تھا جب وقت آگیا تو بتلا دیا جیسا کہ سورۃ الم نشرح میں فرمایا ہے: **فاذا فرغت فانصب والی ربک فارغب** اور جب تم فارغ ہو جاؤ تو تیار ہو جاؤ اور اپنے رب سے ملنے کی رغبت کرو۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں آپ سے ایمان کے ساتھ تندرستی، ایمان، حسن اخلاق اور ایسی کامیابی جس کے پیچھے فلاح بھی ہو کا سوال کرتا ہوں اور میں آپ سے آپ کی رحمت، عافیت آپ کی مغفرت اور خوشنودی کا سوال کرتا ہوں۔

اے اللہ! جو علم آپ نے مجھے دیا ہے اس سے مجھے نفع دیجئے اور مجھے وہ علم عطا فرمائیے جو مجھے نفع دے۔

وفات سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پے در پے نزول وحی

عن انس رضی الله عنه قال: ان الله عزوجل تابع الوحی علی رسول الله صلی الله علیه وسلم قبل وفاته، حتی توفی اکثر ما کان الوحی (متفق علیه)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وفات سے پہلے پے در پے وحی نازل فرمائی چنانچہ جب آپ کی وفات ہوئی ہے تو زیادہ سے زیادہ وحی نازل ہو چکی تھی (صرف چند آیتیں عین وفات سے پہلے نازل ہوئی ہیں)

تشریح: اللہ تعالیٰ کی وحی نوع انسان پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا احسان اور اس کی ربوبیت کا کریمانہ تقاضا ہے خاص کر جب کہ قیامت تک کے لئے نبی آخر الزماں پر نبوت و رسالت اور وحی الٰہی کا سلسلہ ختم کیا جا رہا ہے آپ کی وفات کے بعد نہ کوئی اور نبی آئے گا نہ ہی اور وحی نازل ہوگی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے پے در پے وحی نازل فرما کر اپنا احسان جو آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا اور نبی آخر الزماں خاتم انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوا پورا فرما دیا اور حجۃ الوداع کے دن ہی اعلان فرما دیا۔

آج میں نے تمہارا دین کامل (اور مکمل) کر دیا اور اپنا احسان تم پر پورا کر دیا اور اسلام کو دین (ہونے کے لحاظ سے) تمہارے لئے پسند فرما دیا۔

اس لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کا سب سے بڑا فیض اور کار خیر یہی ہے کہ آپ کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ کا کلام مخلوق تک پہنچا اسی کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ سب سے زیادہ مشقت اور صعوبت کا کام بھی یہی تحمل وحی تھا جیسا کہ نزول وحی کی کیفیات سے ظاہر ہے کہ نزول وحی کے وقت سخت سردی کے زمانہ میں آپ کی پیشانی پر پسینہ کے قطرے موتیوں کی طرح نمودار ہوتے اور ٹپکنے لگتے تھے آپ کی مخصوص اونٹنی جس کا نام قصویٰ تھا کے سوا اور کوئی اونٹنی نزول وحی کے وقت آپ کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتی تھی ایک مرتبہ ایک صحابی کے زانو پر سر مبارک رکھے ہوئے آرام فرما رہے تھے کہ اسی حالت میں آپ پر وحی نازل ہونے لگی صحابی کہتے ہیں مجھے اندیشہ ہوا کہ میرا گھٹنا پھٹ جائے گا اس کے علاوہ اور بہت سی نزول وحی کے وقت کی کیفیات تحمل کی شدت اور صعوبت کو ظاہر کرتی ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

سنلقی علیک قولاً ثقیلاً (سورۃ المزمل آیت ۵)

ہم عنقریب تم پر ایک وزن دار قول (کلام) ڈالیں گے (نازل کریں گے)

کلام الٰہی کا یہ ثقل معنوی بھی ہے اور حسی بھی، چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام کے اس ثقل کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

لو انزلنا هذا القران علی جبل لرأیته خاشعاً متصدعاً من خشیة الله (حشر:۲۱)

اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتارتے تو (اے مخاطب) تو دیکھتا کہ وہ پہاڑ (اللہ تعالیٰ کے خوف سے) لرزنے لگتا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔

جیسے اللہ تعالیٰ کی ایک تجلی سے کوہ طور ریزہ ریزہ ہو گیا تھا اور موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہو کر گر پڑے تھے۔

گویا کلام الٰہی کا جو وزن پہاڑ برداشت نہ کر سکتا تھا وہ ثقل آپ نزول وحی کے وقت برداشت کرتے تھے اور موسیٰ علیہ السلام کی طرح بے ہوش نہیں ہوتے تھے صرف ایک گردوپیش سے غفلت اور ربودگی کی سی کیفیت طاری ہوتی تھی وہ بھی صرف کلام الٰہی کی طرف توجہ کامل کی غرض سے۔ جس کا آپ کو حکم دیا گیا تھا ارشاد ہے۔

فاذاقرأناه فاتبع قرانه (القیامہ:۱۸)

پس جب ہم (یعنی جبرئیل) قرآن پڑھیں تو تم (پوری طرح متوجہ ہو کر خاموشی کے ساتھ) سنا کرو۔

بات لمبی ہوگئی جس کے لئے ہم قارئین سے معذرت خواہ ہیں بہرحال اس میں شک نہیں کہ آپ کا سب سے بڑا اور سب سے زیادہ دشوار کام مخلوق تک اللہ تعالیٰ کا کلام پہنچانا تھا جو آپ نے اواخر عمر میں مکمل طور پر انجام دیا اور یہی اس باب کا عنوان ہے واللہ اعلم۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! آپ اپنے عالم الغیب اور مخلوق پر قادر ہونے کے وسیلہ سے (میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ) جب تک آپکے علم میں زندگی میرے حق میں بہتر ہو مجھے زندہ رکھئے اور جب آپ کے علم میں موت میرے حق میں بہتر ہو تو مجھے اٹھا لیجئے۔ میں آپ سے غائب و حاضر اور حالت عیش وطیش میں اخلاص کی بات کا سوال کرتا ہوں۔ اور میں آپ سے ایسی نعمت مانگتا ہوں جو ختم نہ ہو اور آنکھوں کی ایسی ٹھنڈک جو جاتی نہ رہے۔ اور میں آپ سے آپ کے حکم پر رضامند رہنے اور موت کے بعد خوش عیشی اور آپ کے دیدار کی لذت اور آپ کے دیدار کا شوق کا سوال کرتا ہوں میں آپ کی ذات کے ذریعے آزار دینے والی مصیبت، گمراہ کرنے والی بلا سے پناہ مانگتا ہوں۔

اے اللہ! ہمیں ایمان کی زینت سے آراستہ کر دیجئے اور ہمیں راہنما راہ یاب بنا دیجئے۔

اے اللہ! میں سب کی سب بھلائی جو فوری بھی ہو اور دور کی بھی ہو اس میں سے بھی جس کا مجھے علم ہے اور اس میں سے بھی جس کا مجھے علم نہیں آپ سے مانگتا ہوں۔ اے اللہ میں آپ سے وہ سب بھلائی مانگتا ہوں جو آپ سے آپ کے بندہ اور آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی۔

اے اللہ! میں آپ سے جنت اور جو چیز بھی مجھے اس کے قریب کرنے والی ہو خواہ قول سے ہو یا عمل سے ہو (ان) کا سوال کرتا ہوں۔ اور میں آپ سے سوال کرتا ہوں آپ اپنے ہر حکم کو میرے حق میں بہتر فرما دیجئے۔ اور میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ جو کچھ آپ نے میرے حق میں جاری کر دیا ہے اس کے انجام کو سعادت بنا دیجئے۔

اے اللہ! ہمارا انجام تمام کاموں میں اچھا کیجئے اور ہمیں دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے محفوظ رکھئے۔

اے اللہ! مجھے اسلام کے ساتھ کھڑے بیٹھے، لیٹے ہوئے (تینوں حالتوں میں) قائم رکھئے۔ اور کسی کو مجھ پر طعنہ کا کسی دشمن کو نہ کسی حاسد کو موقع نہ دیجئے۔

ہر شخص قیامت کے دن اپنے آخری عمل پر اٹھے گا

عن جابر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ويبعث كل عبد على ما مات عليه. (مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ہر بندہ اس حالت پر اُٹھے گا جس پر وہ مرا ہے۔

تشریح: یہ حدیث ہر مسلمان کو متنبہ کر رہی ہے کہ کم از کم عمر کے آخری حصہ میں تو وہ دنیا اور دنیا والوں سے اپنا قلبی تعلق منقطع کر کے اپنے مالک وخالق پروردگار سے اپنے تعلق کو زیادہ سے زیادہ استوار کر لے اور اس کی صورت یہ ہے کہ اپنی شب وروز کی زندگی کا جائزہ لے کر کبیرہ گناہوں اور صریح نافرمانیوں سے توبہ کر کے کلی طور پر اجتناب کرے خطاؤں اور کوتاہیوں کے پاس بھی نہ پھٹکے اور اگر بتقاضائے بشریت کوئی بڑا چھوٹا گناہ یا نافرمانی ہو جائے تو جلد از جلد توبہ واستغفار کے ذریعہ اس کی تلافی کرے اللہ تعالیٰ بڑے مہربان ہیں ارشاد فرماتے ہیں۔

اے میرے وہ گنہگار بندو! جنہوں نے اپنے نفس پر زیادتی کی ہے (گناہ کئے ہیں) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس مت ہو بیشک اللہ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

اور فرض عبادتیں پوری پابندی کے ساتھ ادا کرتا رہے اگر کوئی فرض عبادت وقت پر ادا ہونے سے رہ جائے تو فوراً اس کی قضا کرلے اور نفل عبادتوں کے ادا کرنے کا بھی زیادہ سے زیادہ اہتمام اور پابندی کرے کہ یہی نفل عبادتیں اللہ تعالیٰ سے زیادہ سے زیادہ قرب حاصل کرنے اور محبوب خدا بننے کا ذریعہ ہیں جیسا کہ آپ طویل حدیث قدسی میں جو باب مجاہدہ کی سترھویں حدیث ہے پڑھ چکے ہیں) نیز دل سے ماسویٰ اللہ تعالیٰ کا خیال بالکل نکال دے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بالکل تارک الدنیا بن جائے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس سے تعلق رکھے اسی بنیاد پر رکھے کہ "یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے" اور اتنا ہی تعلق رکھے جتنا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور جو بھی کام کرے یا نہ کرے صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت کرے یا نہ کرے اپنی مرضی اور خواہش کو اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشا میں فنا کر دے اسی مرتبہ کا نام فنافی اللہ اور اسی کا دوسرا نام بقاباللہ ہے اور یہی قرآن کریم کی آیات ذیل کا مطلب ہے۔

ففروا الى الله انى لكم منه نذير مبين

(سورة الذريات آيت ۵۰)

پس (غیر اللہ سے) بھاگو اللہ تعالیٰ کی طرف، میں اسی کی جانب سے تم کو واضح طور پر خبردار کرنے والا ہوں۔

دنیا کے سارے کام کرو مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت کرو اسی کے حکم کی تعمیل کی غرض سے کرو اگر ساری زندگی اس معیار پر بسر نہ کی جائے تو عمر کے آخری حصہ میں تو ضرور ہی اس معیار پر زندگی میسر کرو تا کہ مذکورہ بالا حدیث کے مطابق دنیا سے اسی حالت پر رخصت ہو اور قیامت کے دن ایک سرتاپا فرمانبردار بندہ کی صورت میں احکم الحاکمین کے حضور میں پیش اور سرخرو ہو۔

اسی غرض سے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر وقت اپنی امت کو مذکورہ ذیل دعا مانگتے رہنے کی تعلیم دی ہے۔

اے اللہ تو میری آخری عمر کو بہترین عمر بنادے اور میرے آخری اعمال کو بہترین اعمال بنا دے اور میرا بہترین دن اس دن کو بنا جس دن میں تجھ سے ملوں اے اسلام اور اہل اسلام کے مولیٰ تو مجھے اسلام پر ثابت قدم رکھ تاکہ میں تجھ سے ملنے کا شرف حاصل کروں۔

اس لئے کہ جنت میں جہاں اللہ تعالیٰ کے لقا اور دیدار کا وعدہ ہے سوائے مسلمان کے اور کوئی داخل نہیں ہوسکتا چنانچہ صحیح مسلم کی حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اعلان فرمایا۔

لایدخل الجنة الانفس مسلمة

جنت میں مسلمان کے سوا اور کوئی نہیں داخل ہوگا۔

دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو خصوصاً کتاب لکھنے والوں، شائع کرنے والوں اور پڑھنے اور اس پر عمل کرنے والوں کو توفیق عطا فرمائیں کہ ہم کارہائے خیر اور اعمال صالحہ کے ذریعہ اپنی زندگی کو خدا کی مرضی کے مطابق بنالیں اس لئے کہ

لاحول ولاقوة الابالله العلي العظيم.

نہ (کسی کار خیر کی) قدرت ہے نہ (کسی برے کام سے بچنے کی) طاقت، مگر خدائے بزرگ و برتر کی (دی ہوئی)

مذکورہ بالا دعا خلوص قلب سے ضرور مانگا کریں دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی دعا میں ضرور قبول ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

مجھ سے دعا مانگو میں ضرور قبول کروں گا بلاشبہ جو لوگ تکبر برتتے ہیں (مجھ سے دعا مانگنے اور) میری عبادت کرنے سے وہ ضرور بالضرور جہنم میں داخل ہوں گے ذلیل و خوار ہوکر۔

اعاذنا اللہ (خدا ہمیں پناہ میں رکھے)

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں آپ سے وہ سب بھلائیاں مانگتا ہوں جن کے خزانے آپکے قبضہ قدرت میں ہیں۔ اور میں آپ سے وہ بھلائیاں بھی مانگتا ہوں جو تمام آپ کے ہی قبضہ میں ہیں۔

اے اللہ! ہمارا کوئی گناہ ایسا نہ چھوڑیئے جسے آپ بخش نہ دیں اور نہ کوئی ایسی تشویش جسے آپ دور نہ کردیں اور نہ کوئی ایسا قرضہ جسے آپ ادا نہ کردیں اور نہ کوئی ایسی حاجت دنیا و آخرت کی حاجتوں میں سے نہ چھوڑیئے جسے آپ پورا نہ فرمادیں۔

اے سب سے بڑھ کر رحم کرنیوالے! اے اللہ اپنے ذکر، شکر اور اچھی عبادت کے باب میں ہماری امداد فرمایئے۔

اے اللہ! آپ نے مجھے جو عطا فرمایا ہے مجھے اس میں قناعت دیجئے اور اس میں میرے لئے برکت فرمائیے۔ اور آپ ہر اس چیز میں میرے نگراں رہیئے جو میری نظر سے غائب ہے۔

اے اللہ! میں آپ سے پاکیزہ زندگی، اچھی موت اور (آپ کی طرف) ایسے واپس آنے کا سوال کرتا ہوں جس میں میرے لئے رسوائی اور فضیحت نہ ہو۔

افضل اعمال کی ضرورت واہمیت

عن ابی ذر جندب بن جنادة رضی الله عنه قال: قلت: یارسول الله، ای الاعمال افضل؟ قال: والایمان بالله، والجهاد فی سبیله، قلت: ای الرقاب افضل؟ قال: انفسها عند اهلها، اکثرها ثمنا، قلت: فان لم افعل؟ قال: تعین صانعا او تصنع لاخرق، قلت یارسول الله ارایت ان ضعفت عن بعض العمل؟ قال: تکف شرک عن الناس فانها صدقة منک علی نفسک (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابوذر (جن کا نام) جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ! کونسا عمل (سب سے زیادہ) افضل ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا (پھر) میں نے عرض کیا: کون سا غلام آزاد کرنا (سب سے زیادہ) افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: جو غلام مالکوں کے نزدیک (سب سے زیادہ) نفیس ہو اور اس کی قیمت سب سے زیادہ ہو میں نے عرض کیا پس اگر میں (اپنی تہی دستی کی وجہ سے) نہ کروں (یعنی غلام آزاد نہ کرسکوں؟ آپ نے فرمایا: تم کسی کاریگر کی مدد کرو یا کسی ناکارہ کے لئے کام کرو" (یعنی خود محنت مزدوری کر کے اس کو دے دو یا اس کی معاش کی کفالت کرو) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ذرا بتلایئے اگر میں ان میں سے بھی کوئی کام نہ کروں (یعنی نہ کرسکوں) آپ نے فرمایا "تم اپنے شر سے لوگوں کو بچاؤ" (یعنی کسی بھی شخص کو کسی بھی طرح کا ضرر یا اذیت نہ پہنچاؤ) کہ یہ تمہارا خود اپنے اوپر احسان اور کار ثواب ہے بخاری ومسلم۔

تشریح: اعمال صالحہ کے بغیر صرف ایمان ایک ایسا درخت ہے جس کی صرف جڑ ہو وہ بھی زمین کے اندر لیکن زمین کے اوپر نہ اس کی کوئی شاخ ہو نہ گدا نہ ٹہنیاں ہوں نہ ٹہنیوں پر پتے، نہ پھول نہ پھل نہ اس کی کوئی شاخ ہو ظاہر ہے کہ جب تک یہ درخت زمین سے پھوٹ کر باہر نہ نکلے اس کا تنا اور گدے نہ ہوں ان پر ٹہنیاں اور ٹہنیوں پر پتے اور پھول پھل نہ لگیں اس وقت تک یہ درخت بیکار اور صرف نام کا درخت ہے اسی طرح جو شخص صرف دل سے اللہ تعالیٰ کو مانتا ہے لیکن نہ زبان سے کلمہ پڑھتا ہے نہ کوئی اور کام (نماز روزہ وغیرہ) کرتا ہے نہ ہی اسلام کے کسی بھی حکم پر عمل کرتا ہے اس کو ایمان نہیں کہا جا سکتا وہ صرف گوشت کھانے کا مسلمان ہے اس لئے کہ مسلمان بننے کے لئے دل سے ایمان لانے کے بعد زبان سے کلمہ توحید پڑھنا فرض عبادتوں (نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ) پر عمل کرنا نیز اللہ تعالیٰ کے ہر حکم پر عمل کرنا ہی مسلمان ہونا ہے۔

اسی لئے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جو ایک قدیم الاسلام جلیل القدر صحابی ہیں اور ایسے متقی اور پرہیز گار ہیں کہ ان کا تصور اور خیال بھی گناہ اور معصیت سے ناآشنا ہے اعمال صالحہ اور کارہائے خیر کی حرص اور جستجو کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اعمال صالحہ اور کارہائے خیر کے متعلق سوالات کرتے ہیں اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ابوذر کو جواب میں .... ایسے ہمہ گیر اور دور رس اعمال صالحہ اور کارہائے خیر بتلاتے ہیں جن سے کوئی بھی مسلمان کسی بھی

حالت میں محروم نہیں رہ سکتا بشرطیکہ عبادت سمجھ کر اور ثواب کی نیت سے کرے باقی جوان پر بہ نیت ثواب عمل ہی نہ کرے اس کا تو کچھ علاج ہی نہیں۔

حضرت ابوذر کا پہلا سوال سب سے افضل عمل کون سا ہے؟

از روئے لغت افضل، فضل سے ماخوذ ہے اسم تفضیل کا صیغہ ہے اور فضل کے معنی ہیں زیادت کے، یہ زیادتی دنیا میں عمل کی دشواری، صعوبت اور مشقت کے اعتبار سے ہے اور آخرت میں اجر وثواب کی زیادتی کے اعتبار سے ہے اور مسلم ہے کہ اشق الاعمال اکثرھا ثواباً (جس کام میں جتنی زیدہ مشقت ہوگی اسی قدر اجر وثواب زیادہ ہوگا) اس لحاظ سے سب سے زیادہ افضل وہ عمل ہے جو سب سے زیادہ شوار اور نا قابل برداشت ہو چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کون سا عمل سب سے زیادہ افضل ہے کہ جواب میں فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا۔

ظاہر ہے کہ کسی بھی انسان کے لئے اپنے باپ دادا کے دین کو اور ہوش سنبھالتے ہی جس کو معبود جاتا ہے اس معبود کو چھوڑ کر ایک نئے معبود پر اور اس کی وحدانیت پر ایمان لانا اور نئے مذہب کو قبول کرنا اگر چہ اس کی حقانیت کا یقین بھی ہو تب بھی نفسیاتی طور پر ایک انسان کے لئے بے حد شاق اور نا قابل برداشت عمل ہے۔

دیکھئے اوائل اسلام میں قریش نے بدر احد وغیرہ کی لڑائیوں میں اپنے اعلیٰ درجہ کے جنگجو اور زور آزما بہادروں کو جن میں ایک ایک بہادر ہزاروں پر بھاری ہوتا تھا صرف اپنے آبائی دین اور بتوں کی پرستش پر قربان کر دیا مگر اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لائے یہاں تک کہ چند سال میں ہی مکہ مکرمہ فتح ہو گیا اور کفار قریش کا نام ونشان مٹ گیا۔

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا ابو طالب جن کی حمایت وسرپرستی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس برس تک مکہ مکرمہ میں کفار قریش کے علی الرغم بت پرستی کی بیخ کنی اور دین توحید کی تبلیغ کرتے رہے اور قریش تلملاتے رہے اور ابو طالب کی حمایت کی بنا پر کچھ نہ کر سکے باوجودیکہ ابو طالب کو یقین تھا کہ جس دین توحید کی آپ دعوت دے رہے تھے بالکل برحق ہے جیسا کہ ابو طالب کے ذیل کے شعر سے ظاہر ہے۔

ودعوتنی وعلمت انک صادق
ولقد صدقت و کنت قبل امینا

(اے میرے بھتیجے) تم نے مجھے (دین توحید کی) دعوت دی ہے اور مجھے یقین ہے کہ تم سچے ہو اور بخدا تم نے بالکل سچ کہا ہے اور تم تو اس سے پہلے بھی امین ہو۔

لیکن صرف قومی غیرت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لائے حتیٰ کہ مرنے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ای عم قل لااله الله اشهدلک بهايوم القيامة

اے میرے چچا ایک کلمہ اشہدان لا الہ الا اللہ (صدق دل سے) کہہ دیجئے تاکہ میں اس کی بنیاد پر آپ کے مومن ہونے کی شہادت دے سکوں مگر ابو طالب کا آخری جواب یہ تھا۔

لو لاعیرتنی قریش لاقررت عینک.

(بھتیجے) اگر مجھے قریش کے عار کا اندیشہ نہ ہوتا (کہ آخر وقت میں ابو طالب نے اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ دیا) تو میں ضرور تمہارا دل ٹھنڈا کر دیتا اور اللہ پر ایمان لے آتا۔

دیکھئے ابو طالب کے لئے ''ایمان باللہ'' کتنا دشوار اور مشکل کام تھا کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم کا ایندھن بننا گوارا

کیا مگر اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لایا۔

یہ کفار قریش ہی کی کچھ خصوصیت نہ تھی بلکہ کسی بھی غیر مسلم کے لئے اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر اسلام قبول کرنا اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اتنا ہی مشکل تھا اور آج بھی اتنا ہی دشوار ہے۔

ہم نے چونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمان گھرانے میں آنکھ کھولی اور ہوش سنبھالنے کے وقت سے ہی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور معبود سے ہمارے کان آشنا ہی نہیں ہوئے اس لئے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دشواری سے ہم ناواقف ہیں بقول عوام ہم تو سنی مسلمان ہیں ہمیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دشواری کا کیا پتہ؟ ہاں اس کا کچھ اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اگر کوئی ہم سے کہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو معبود بنانے کے بجائے کرشن یا گوتم بدھ کو اپنا خدا مان لو اور ہندو دھرم یا بدھ مت قبول کر لو یا عیسیٰ کو خدا یا خدا کا بیٹا مان لو اور عیسائی ہو جاؤ تو اس وقت ہمارا جواب یہ ہوگا کہ اگر تم چاند سورج ہمارے ایک ہاتھ پر رکھ دو اور تمام دنیا کی دولت اور نعمتیں ہمارے دوسرے ہاتھ پر رکھ دو تب بھی یہ ممکن نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو معبود مان لیں اور اسلام کے علاوہ کسی بھی دوسرے مذہب کو قبول کرلیں بشرطیکہ ہمارا ایمان کامل ہو یہ جواب کسی عالم دین ہی کا نہیں بلکہ ایک جاہل اور دینی تعلیمات سے ناآشنا مسلمان کا جواب بھی یہی ہے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایمان کی لذت تین آدمیوں نے پائی جن میں سے ایک وہ شخص ہے جس کے لئے آگ میں ڈالا جانا گوارا ہو بمقابلہ اس کے کہ کفر کی طرف لوٹے اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کفر سے نجات عطا فرمائی ہے۔ صحیح مسلم

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں کمزور ہوں پس آپ اپنی مرضیات میں میرے ضعف کو اپنی قوت سے بدل دیجئے اور کشاں کشاں مجھے خیر کی طرف لے جایئے اور اسلام کو میری پسند کا منتہا بنا دیجئے میں ذلیل ہوں پس آپ مجھے عزت دیجئے اور میں محتاج ہوں پس آپ مجھے رزق عطا فرمایئے۔ یا اللہ میں آپ سے بہترین سوال، بہترین دعا، بہترین کامیابی، بہترین عمل، بہترین اجر، بہترین زندگی اور بہترین موت کا سوال کرتا ہوں۔ آپ مجھے ثابت قدم رکھئے اور میری نیکیوں کا پلہ بھاری فرما دیجئے اور میرے ایمان کو متحقق فرمایئے اور میرا درجہ بلند فرمایئے اور میری نماز قبول کیجئے میں آپ سے جنت کے بلند درجے کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ! میں آپ سے ابتداء اور انتہا میں خیر کا سوال کرتا ہوں اور خیر کی جامع چیزوں اور اوّل و آخر اور ظاہر و باطن میں خیر کا سوال کرتا ہوں۔